یا اللہ جل جلالہ　　ماشاءاللہ لاقوۃ الاباللہ　　یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ کہ ایں کتاب مستطاب المسمیٰ بہ

انوار التّحقیق فی انّ المصباح بالاطفاء یلیق

از رشحات فیض قلم

قدوۃ العارفین العالم النبیل فقید المثیل

الشیخ الاستاذ المفتی

سید احمد علی شاہ سیفی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

بالمقابل شیل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: انوار التحقیق فی ان المصباح بالاطفاء یلیق

تصنیف وتالیف: پیر طریقت، رہبر شریعت، آفتاب ہدایت، حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

طباعت: اپریل ۲۰۱۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

ناشر: جامعہ امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

بسم اللہ الرّحمن الرحیم

الحمدللہ الذی نور قلوب العارفین بنور المعرفة والایقان وزیّن صدور العاشقین بالهدایة الی صراط الحق والایمان وشرّف عباده المؤمنین بمتابعة الشریعة واقتفاء سیّد الانس والجان ونزّل الصّحف والتوراة والانجیل والزّبور والفرقان وحرّم الاشارة الیه تنزیها عن الجهات والمکان وکرّم عباده الذین بذلوا جهدهم فی توضیح مالنا وماعلینا من الاحکام واعرضوا عن الشکوک والاوهام النفسیّة بمناسخة کلام الخیر وخیر الکلام فاضحوا سبیل الرشاد بنبراس الهدایة والسداد واقاموا الِواء الشریعة المطهرة لترصص المعاش ونجاة المعاد والصلوٰة والسلام علی من لولاه لما سطحت الاراضی والافلاک بل لما صفحت مدارک الادراک بل الادراک وعلی اٰله واصحابہ ماتلألأ القمران بین السمک والسماک۔ امابعد!

حمد وصلاۃ کے بعد میں (فقیر سید احمد علی شاہ سیفی) عرض کرتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ بنام "مسئلۃ الاشارۃ فی التشہد فی الصلوٰۃ" لکھا تھا جس میں دلائل کے ساتھ تشہد میں شہادت کی انگلی اٹھانے کے مسئلے میں احناف ؒ کے راجح قول عدم اشارہ کو ثابت کیا تھا۔ یہ رسالہ جناب ڈاکٹر مولابخش سکندری صاحب کے پاس بھی پہنچا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ میں اس کا رد لکھوں گا۔ مگر جب انہوں نے رد لکھا تو افسوس ہوا کہ اس میں انہوں نے نہ مسئلہ سمجھا اور نہ ہی رد کرنے کا احسن طریقہ اختیار کیا بلکہ فقیر پر بددیانتی اور سرقہ وغیرہ کے

الزامات بھی عائد کردیئے حالانکہ فقیر ان الزامات سے بری الذمہ ہے۔ دلائل صحیحہ کے ساتھ اپنی علمی و تحقیقی کاوش پیش کرنا کسی بھی عالم کا حق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیگر اہل علم وصاحبان دل حضرات کے متعلق عامیانہ، جارحانہ، اور خلافِ حقیقت تنقیدی رویہ اپنایا جائے۔ جناب مولابخش سکندری صاحب نے فقیر پر بلاتحقیق کتاب لکھنے، بددیانتی اور سرقہ کے الزامات عائد کرتے ہوئے چیلنج بھی دیا کہ ان کے موقف کے خلاف آپ کوئی دلیل نہیں پیش کرسکتے۔ ہر چند کہ ایسے "محققین" کے چیلنج کا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ "آیت کریمہ" **واذا خاطبهم الجاهلون قالوا اسلاما۔ الخ۔** پر عمل کرنا ہی بہتر ہے مگر ڈاکٹر موصوف کا جارحانہ رویہ صرف فقیر کے خلاف ہی نہیں بلکہ مجدد اعظم، مجتہد فی علم الکلام، واقف متشابہات قرآنی حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرھندی مجدد الف ثانیؒ جیسی باکمال شخصیت کے بھی خلاف صادر ہوا حالانکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بلاتحقیق بات نہیں کرتے۔ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق کے بعد اپنے مکتوبات شریف میں عدم اشارہ کو راجح ومختار بتایا ہے۔ اور مزید یہ کہ ڈاکٹر موصوف نے میرے مرشد گرامی بحر العلوم مجدد عصر حاضر قطب ارشاد حضرت علامہ مولانا اخندزادہ پیر سیف الرحمن صاحب مبارک رحمہ اللہ کا بھی عامیانہ انداز سے اور لاپرواہی سے ذکر کیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ میرے مرشد کریم بھی ایک عام مولوی ہی ہیں اور یہ بھی تاثر دیا کہ پیر صاحب ؒ کو شاید اس مسئلہ کی تحقیق معلوم نہیں اور نہ شرح الیاس اور شرح وقایہ میں موجود مسائل کا ادراک ہے۔ افسوس ڈاکٹر موصوف کی متعصّبانہ تحقیق پر صد افسوس! حضرت مبارک صاحب رحمہ اللہ کے تو مریدین اور خلفاء

میں وہ علماء ہیں جن کی گرد راہ تک بھی ڈاکٹر موصوف کی رسائی ممکن نہیں چہ جائیکہ وہ حضرت مبارک رحمہ اللہ کے مرتبہ اور علمی تحقیق تک رسائی پا سکے ہاں اگر اللہ ڈاکٹر کو توفیق دے اور اسے حضرت مجدد رحمہ اللہ اور حضرت مبارک رحمہ اللہ کے کمالات سے آگاہی ہو سکے اور وہ قبول کر لے تو اس کے لئے سعادت دارین ہے۔فقیر نے اپنے مرشد گرامی کی غیرت کی وجہ سے اور مسئلہ کی صحیح تفہیم کے لئے ڈاکٹر موصوف کے رسالے کا جواب لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب و جہالت سے محفوظ فرماتے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بحرمۃ النبی الحبیب الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ڈاکٹر مولا بخش سکندری نے اپنے رسالہ کے مقدمہ ص ۱۳ پر تحریر کیا ہے کہ (حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی صاحب) نے مخالفین اشارہ سبابہ کے روایتی انداز میں اسے ناجائز، مکروہ اور حرام قرار دیتے ہوئے محض دعاوی پر اقتصار کیا ہے، کسی دعوے کی تصدیق کے لئے حدیث وفقہ کا کوئی حوالہ درج نہیں کیا۔

جواب: ڈاکٹر موصوف نے اس عبارت میں اپنی بے علمی، حسد اور کینہ وضد کی انتہا کر دی کیونکہ فقیر صرف ناقل ہے اور ناقل کے ذمہ تصحیح نقل ہوتی ہے نہ کہ نقل کردہ عبارت کو دلائل سے مدلل کرنا۔حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے : **انما حق العوام ان یومنوا وسلموا ویشتغلوا بعبادتھم و معایشتھم ویترک العلم للعلماء فالعامی لو یزنی ویسرق کان خیرالہ من ان یتکلم فی العلم۔۔۔الخ** (ج ۳،ص ۹ ۳،احیاء العلوم ،نورانی کتب خانہ پشاور)

اس لئے دلیل بیان کرنا ہمارے ذمہ نہیں بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ کے ذمہ ہے۔ہم پر صرف تصحیح نقل ہے۔امام غزالی رحمہ اللہ کے علاوہ علامہ مناوی شارح جامع صغیر نے، سیدی عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ نے حدیقہ میں اور امام اہلسنت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رضویہ ج ۲۴،ص ۱۵۹،طبع رضا فاؤنڈیشن) نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

ناظرین کرام بمطابق :

"من عرف نفسہ فقد عرف ربہ أو کما قال ﷺ"

(تفسیر کبیر، ج ۱۰،ص ۱۲۷، سورۃ قیامۃ، آیت ۲، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

میں نے جان لیا کہ میں نہ زمرہ مجتہدین سے ہوں نہ اصحاب تخریج سے اور نہ ہی اصحاب ترجیح وغیرہ سے ہوں اس لئے مستفتی مولانا زین العابدین سواتی کے جواب میں بحوالہ بریقہ وغیرہ سے تحریر کیا تھا۔کیونکہ دلائل کا بیان کرنا مجتہد کا کام ہے اور مقلد کا کام دلیل مجتہد کی پیروی ہے کیونکہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو میرا رسالہ "مسئلہ الاشارۃ فی التشہد فی الصلوٰۃ از صفحات ۶۱-"۔

میرے رسالے ص ۶ پر واضح لکھا ہے کہ علماء کرام اس مسئلہ "اشارہ" میں مختلف ہیں کہ بعض سنت کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے۔فقیر نے اس دعا جو ہم ہر نماز میں کرتے ہیں **"اھدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم"** (القرآن سورۃ فاتحہ، آیت ۵،۶) پر عمل کرتے ہوئے گذشتہ علماء کرام کی عبارات بمع حوالہ نقل کی ہیں پھر بھی اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے :

"المجتهد قد یصیب و قد یخطیٔ۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص ۱۳۶، من البخاری و المسلم عن عبداللہ بن عمرو و عن ابی ہریرۃ و رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ و احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج۷، ص ۲۳۶۔۲۳۷؛ ملاحظہ ہو شرح العقائد)

اور یہ بھی مشہور مقولہ ہے:

"الانسان مرکب من الخطاء و النسیان"

اور یہ بھی ہے:

"اول الانسان اول الناسی"

باب اول:

اللہ جل جلالہ فرماتا ہے :

قد افلح المؤمنون۔ الذین ہم فی صلاتہم خاشعون۔

(المؤمنون: آیت ۱۔۲، پارہ ۱۸)

حضرت علامہ مفتی الثقلین، محی السنۃ والفرض وارث الانبیاء والمرسلین ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی رحمہ اللہ (متوفیٰ سنہ ۷۱۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

(خاشعون) ای خائفون بالقلب ساکنون بالجوارح۔

خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی خیالاتِ غیر کو قصداً حاضر نہ کرنا اور جوارح (اعضاء) کا بھی عبث (بے کار) حرکتوں سے باز رہنا۔ تفسیر بیان القرآن میں

ہے :

والخشوع :التذلل مع خوف و سکون الجوارح۔ و لذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما **فیما رواہ عنہ ابن جریر و غیرہ خاشعون خائفون ساکنون :**

(روح المعانی، ص ۳، ج ۱۸، وطبری ص ۱۹۸، ج ۹)

ترجمہ: بے شک ایمان والوں نے فلاح پائی جو اپنی نمازوں میں دل سے ڈرنے والے اور اعضاء سے عبث حرکات نہ کرنے والے ہیں۔

و ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ (الذین ہم صلاتہم خاشعون) :قال :خائفون ساکنون۔

واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن الظھری، (الذین ھم فی صلاتھم خاشعون) قال :ھو سکون المرء فی صلاته۔۔۔ ۱۵ اخرجھما العلامة جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ **فی الدر المنثور** ج ۵، ص ۵، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فبای حدیث بعدہ یومنون۔ (المرسلٰت: ۵۰)

ترجمہ : اس (قرآن) کے بعد وہ پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

ارشاد ربانی ہے : **فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ" اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَاب" اَلِيْم"۔**

ترجمہ : پس ڈریں وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔(النور : آیت ۶۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۔

ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے واسطے نماز میں قنوت کرتے ہوئے کھڑے رہو۔ (البقرۃ : آیت ۲۳۸)

نیز حدیث شریف میں ہے :**عن عمرو الشیبانی قال قال لی زید بن ارقم ان کنا نتکلم فی الصلوٰۃ علی عهد النبی ﷺ یکلم احدنا صاحبه بحاجته حتی نزلت :حٰفظوا علی الصلوات والصلوٰۃالوسطیٰ وقوموالله قٰنتین فامرنا بالسکوت۔**(صحیح البخاری، ج۱، ص۱۶۰، باب ماینهیٰ من الکلام فی الصلوٰۃ، ج۲، ص ۶۵۰۔۶۵۳، باب قوله وقوموا الله قٰنتین مطعین۔ صحیح مسلم :۵۳۹ الرقم المسلسل :۱۱۸۳، سنن ابوداؤد ۹۴۹، جامع الترمذی :۲۹۸۶:۴۰۵، وسنن نسائی :۱۲۱۹، والسنن الکبریٰ: ۱۱۰۴۷، وصحیح ابن خزیمه :۸۵۶۔۸۵۷، وصحیح ابن حبان :۲۲۴۶، المعجم الکبیر :۵۰۶۲، وسنن بیهقی: ج۲ ص ۲۴۸، مسندالطحاوی :۱۹۷۴، (ماخوذ از نعمۃ الباری، ج۳، ص ۳۴۵، وعمدة القاری، ج۷، ص ۲۷۰) وفتح الباری ج۳ ص ۹۵، طبع دار االسلام۔ وارشاد الساری ج۳ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیة بیروت وکرمانی شرح صحیح البخاری ج۴، ص ۳۴۲، والکوثر الجاری ج۳، ص ۲۴۴)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت

نازل ہوئی ''تم اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے خاموشی سے کھڑے رہو''۔(البقرۃ ۲۳۸ :) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ انه قال کنا نسلم علی النبی ﷺ وهو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عندالنجاشی سلمنا علیه فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوٰۃ شغلا۔(بخاری، ج۱، ص ۱۶۰، باب ماینهیٰ من الکلام فی الصلوٰۃ۔انتهیٰ) صحیح مسلم :۵۳۸، الرقم المسلسل: ۱۱۸۱، وسنن ابوداؤد :۹۲۳، سنن ابن ماجه :۱۰۱۹، سنن کبری :۵۳۸، مصنف ابن ابی شیبه :ج۱ ص ۷۳، مسند ابویعلی :۵۱۸۸۔ صحیح ابن خزیمه :۸۵۵، المعجم الکبیر :۱۰۱۲۶، سنن بیهقی :ج۲ ص ۲۴۸، وشرح السنة :۷۲۴، مسند احمد ج۲ ص ۳۷۶، (طبع قدیم)، مسند احمد: ۳۵۶۳، موسسة الرسالة بیروت، ج۶، ص ۲۸، جامع المسانید لابن جوزی :۴۱۱۷، مکتبه الریاض ۱۴۲۶ھ، مسند طحاوی :۵۰۴۴۔ (ماخوذ از نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری۔ عمدة القاری ج۷، ص ۲۷۰، رقم الحدیث :۲۲۳، فتح الباری: ج۳ ص ۹۵ (طبع دار السلام) ارشاد الساری ج۳، ص ۲۵۴، کرمانی ج۴، الکوثر الجاری، ج۳، ص ۳۴۴، مشکوٰۃ ص ۹۰، مرقاۃ ج۳، ص ۵، طیبی ج۲، ص ۳۹۶، ج۱ ص ۴۶۰)

ترجمہ : حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ سلام کرتے تھے حالانکہ آپ علیہ السلام نماز میں ہوتے تو آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹے تو آپ علیہ السلام کو سلام کیا تو آپ نے ہمیں سلام کا جواب نہیں دیا۔(اور بعد میں بتایا کہ) نماز میں مشغولیت تھی۔ **واخرج ابن جریر و ابن المنذر** حدیث شریف میں ہے :

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ ﷺ لما بعثه الی الیمن قال کیف تقضی

اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنۃ رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ﷺ قال اجتھد رأیی و لا الو۔ قال فضرب رسول اللہ ﷺ علی صدرہٖ و قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ۔ رواہ الترمذی، وابو داؤد، والدار ثم المشکوٰۃ ص ۳۲۴، باب العمل فی القضاء والخوف منہ۔

(الی الیمن) ای والیا و قاضیا (قال) ای امتحانا لہ الی ان قال: (اجتھد رأیی) ای اطلب حکم تلک الواقعۃ بالقیاس علی المسائل التی ماجآء نص و احکم فیھا بمثل المسئلۃ التی جاء فیھا نص لما بینھما من المشابھۃ۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مرقاۃ، ج ۷، ص ۲۳۹، امدادیہ ملتان)

یہی وجہ ہے کہ صاحب ابن ماجہ نے باب باندھا ہے : باب اجتناب الرای والقیاس''۔ صاحب انجاح الحاجۃ نے تحریر فرمایا ہے : ای القیاس المذموم وھو ما کان من جھۃ رأیہ لا القیاس المستنبط من الکتاب والسنۃ فانہ فی حکمھا و اول من قاس برأیہ ابلیس حیث قال خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔

۶۔ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

۷۔ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من فی صلاتہ اشارۃ تفھم عنہ فلیعد لھا یعنی الصلوٰۃ : ابو داؤد ج ۱،

قرآن وحدیث سے ثابت ہوا کہ نماز کا دارومدار سکون و وقار پر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ قولی اور فعلی حدیث جب متعارض ہوں تو کس حدیث پر عمل کیا جائے گا، یہ بحث بعد میں آئے گی۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اپنی خواہش سے بچنا ہمیں کیوں ضروری ہے۔ اس بارے میں آیات قرآنیہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) فَلاَ تَتَّبِعُوا الْھَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔ (النساء ۱۳۵:)

ترجمہ: سو تم پیروی نہ کرو خواہش کی انصاف کرنے میں اور تم نہ ملوگے یا بچاجاؤ تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

(۲) وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ۔ (اعراف ۱۷۶:)

ترجمہ: اور پیچھے ہولیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا۔ بنی اسرائیل کا ایک بڑا زاہد، عالم و عارف اور مشہور پیشوا جب اس پر نفسانی اغراض غالب آئیں تو سب علم اور مقبولیت ختم ہوگئے اور وہ ذلیل وخوار ہوگیا۔

(۳) وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَائِھِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ۔ (الانعام ۱۱۹:)

ترجمہ: اور بہت لوگ بہکائے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق کے، تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو۔ یعنی بلا کسی سند کے اپنے غلط خیالات کی بنا پر پھرتے ہیں۔

(۴) نفسانی خواہش کی پیروی کرنا گمراہی کا سبب ہے۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ" شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ۔۔(ص ۲۶:)

ترجمہ : نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ تمہیں خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس لئے کہ انہوں نے روزِ حساب کو بھلا دیا تھا۔

اھل ہوا کی مذمت

(۵)۔اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا۔(الفرقان ۴۳:)

ترجمہ: اے پیغمبر (ﷺ) آپ نے اس شخص کی حالت دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

سب سے گمراہ اھل ہوا ہیں

(۶)۔فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاۗءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔(القصص ۵۰:)

ترجمہ :اگر یہ لوگ آپ کا (یہ) کہنا (کہ فاتوا بکتاب۔۔۔الخ) پورا نہ کرسکے تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو

(اور) اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔(ماخوذ از خلاصہ تفسیر معارف القرآن، ج۶،ص۶۴۱)

۷۔بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔(روم ۲۹)

ترجمہ : بلکہ ان ظالموں نے بلا (کسی صحیح) دلیل (کے محض) اپنے خیالات (فاسدہ) کا اتباع کر رکھا ہے سو جس کو (اس کی ہٹ دھرمی اور عناد و اصرار علی الباطل کی وجہ سے) خدا (ہی) گمراہ کرے اس کو کون راہ پر لاوے۔۔۔۔ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔(ماخوذ از خلاصۃ التفسیر معارف القرآن، ج۶، ص ۷۴۲)

جو ظاہر میں کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل سے متوجہ نہیں ہوتے، ان کا حال بھی سنیے۔

(۸)۔اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ۔(سورہ محمد ۱۶:)

جو لوگ آیتوں (اللہ کی نشانیوں) سے اعراض کرتے اور اپنی ھوائے نفسانی کے تابع ہیں:

(۹)۔وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ" مُّسْتَمِرٌّ" وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ"(القمر ۲ :۔۳)

ترجمہ : یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، جو ابھی ختم ہوجاتا ہے۔۔۔اور ان لوگوں نے (باطل پر مصر ہو کر حق کو) جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔(یعنی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا، اسباب و آثار سے عام طور پر متعین ہوجاتا ہے۔(ماخوذ از خلاصۃ التفسیر معارف

القرآن، ج ۸، ص ۲۲۴)

(۱۰)۔اھل خواہش نفسانی علم کے باوجود گمراہ ہیں:

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَ قَلۡبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡ بَعۡدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ (الجاثیۃ ۲۳:)

ترجمہ: سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش (نفسانی) کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ کے گمراہ کر دیا۔ اور (خدا تعالیٰ نے) اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سو ایسے شخص کو بعد خُدا کے کون ہدایت کرے۔ کیا تم (ان بیانات کو سن کر) پھر بھی نہیں سمجھتے۔ (یعنی ایسا سمجھنا جو نافع ہوا گرچہ عام معنی کے اعتبار سے سمجھتے تھے۔ انتہیٰ)

(۱۱) مذمت اتباع ھویٰ نفسانی:

اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ كَمَنۡ زُیِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَهۡوَآءَهُمۡ (محمد ۴:)

ترجمہ: تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح (ثابت بالدلیل) راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو بھی معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔

(۱۲) شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (النجم ۳:۔۴)

ترجمہ: اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (بلکہ) ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے"۔ (خواہ الفاظ کی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے۔ اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو، اور اصل مقصود مقام نفی ہے کفار کے اس خیال کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی طرف غلط بات کی نسبت فرماتے ہیں۔

(۱۳) ہوائے نفسانی کے تابعداروں کی اتباع شرعاً ممنوع ہے۔

ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰی شَرِیۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡهَا وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (الجاثیہ ۱۸:)

یعنی پھر (بنی اسرائیل میں دورِ نبوت ختم ہونے کے بعد) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت دی اور آپ علیہ السلام کو) دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا سو آپ (علیہ السلام) اسی طریقے پر چلے جائیے (یعنی عمل اور تبلیغ میں) اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے۔

(۱۴) ہوائے نفسانی سے اپنے آپ کو روکنے والوں کا مقام:۔

وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَی النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰی فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِیَ الۡمَاۡوٰی (النزعت: ۴۰۔۴۱)

ترجمہ: اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا (کہ قیامت، آخرت اور حساب و کتاب پر اس کا ایمان کامل ہو) اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا، سو ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

(۱۵) اھل ہوا کی پیروی سے پرہیز کرنا

وَ لَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ اتَّبَعَ ھَوٰہُ وَ کَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا (الکہف ۲۸ :)

اور ایسے شخص کا کہنا (کہ غریبوں کی مجلس سے ہٹا دینے کے متعلق وغیرہ) نہ مانیئے جس کے قلب کو ہم نے (اس کے عناد کی سزا میں) اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال ہے (اتباع ہوا میں) حد سے گزر گیا ہے۔

(۱۶) اھل ہوا کی تابعداری ہلاکت کا باعث ہے

فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنۡہَا مَنۡ لَّا یُؤۡمِنُ بِہَا وَ اتَّبَعَ ھَوٰہُ فَتَرۡدٰی (طٰہٰ ۱۶ :)

خلاصہ تفسیر: (تو) تم کو قیامت (کے لئے مستعد رہنے) سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے (یعنی تم ایسے شخصوں کے اثر سے قیامت کے لئے تیاری کرنے سے بے فکر نہ ہوجانا) کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہوجاؤ۔ (معارف القرآن، ج ۶، ص ۶۷۔۶۸)

(۱۷) ہوائے نفسانی کی وجہ سے گمراہ لوگوں کی پیروی نہ کرنا:۔

وَ لَا تَتَّبِعُوۡۤا اَھۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّ ضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ (المائدۃ ۷۷ :)

یعنی ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور (اپنے ساتھ) بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے۔

(۱۸) وَ لَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا (الانعام ۱۵۰ :)

(تو اے مخاطب) ایسے لوگوں کی پیروی مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۱۹) ہوا پرستوں کو عدم تابعداری کا جواب دو

قُلۡ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَھۡوَآءَکُمۡ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُھۡتَدِیۡنَ۔ (الانعام ۵۶:)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے (باطل) خیالات کی پیروی نہ کروں گا کیوں کہ (اگر نعوذ باللہ میں ایسا کروں تو) اس حالت میں بے راہ ہوجاؤں گا اور راہ (راست) پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

(۲۰) اھل ہوا کی تابعداری شرعاً ممنوع و مضر ہے:۔

وَ لَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَھۡوَآءَھُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ (البقرۃ ۱۲۰ :)

ترجمہ: اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار۔

(۲۱) اگر علم کے باوجود اھل ھویٰ کی تابعداری کرو گے تو ظالموں میں سے ہوجاؤ گے:۔ وَ لَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَھۡوَآءَھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ۔

(البقرۃ ۱۴۵ :)

ترجمہ: اگر آپ (علیہ السلام) ان کے نفسانی خیالات کو (اگر وہ اصل میں حکم آسمانی رہے ہوں لیکن اب بوجہ منسوخ ہونے کے ان پر عمل کرنا محض نفسانی تعصب ہے سو اگر آپ ﷺ ایسے خیالات کو) اختیار کرلیں (اور وہ بھی) آپ علیہ السلام کے پاس علم (قطعی یعنی

وحی) آئے پیچھے تو یقینا آپ ﷺ (نعوذ باللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔۔الخ (ماخوذ از خلاصۃ التفسیر معارف القرآن، ج۱،ص ۳۸۵)

یہاں بظاہر مخاطب حضور علیہ السلام ہیں مگر مراد امت محمدی ﷺ ہے۔(فافہم)

تبصرہ از تفسیر مظہری:

المقصود من الاية منهى الامة وتهديدهم عن اتباع الاهواء وعلى خلاف العلم الذى جآء من الله تعالىٰ بابلغ الوجوه حيث اورد الله سبحانه تعالىٰ الشرط مؤكداً بالقسم المقدر واللام الموطية وتعليق الفعل بكلمة ان مخافه يدل على انه اى جزء يوجد من الاتباع فهو والخطاب الى النبى ﷺ مع كونه حبيب الله تعالىٰ فغيره اولى بالتهديد۔ والتفصيل بعد الاجمال فى قوله ماجآءك من العلم۔ وتعظيم العلم وبذكره معرفا باللام۔ والجزاء بان المؤكدة۔ واللام فى خبرها۔ والجملة الاسمية والتعبير باذن۔ وكلمة من فان قولك زيد من العلماء ابلغ من قولك زيد عالم۔ وتعريف الظالم المستلزم نسبة كمال الظلم اليه لان المطلق محمول على الكامل۔ وتعميم الظلم حيث حذف متعلقه۔ (تفسیر مظہری، ج۱،ص ۱۴۵)

(۲۲) اھل ھواء کی پیروی ممنوع ہے:۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ

(المائدۃ ۴۸:)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے اور سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔

(۲۳) قرآن کریم کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے:

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ (المائدۃ ۴۹:)

ترجمہ: اور اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں۔ (کنز الایمان، از امام اہلسنت، احمد رضا خان فاضل بریلویؒ)

(۲۴) اھل ھواء کی پیروی عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گی:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ (الرعد ۳۷:)

ترجمہ: اور اگر تو چلے ان کی خواہش کے موافق بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ بچانے والا۔

(۲۵) اھل ھوی کے مقابلے میں حکم الٰہی ماننا ضروری ہے: **وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ۔** (الشوریٰ ۱۵:)

خلاصۃ التفسیر: اور جس طرح آپ (علیہ السلام) کو حکم ہوا ہے (فلذلک فادع۔۔۔اس پر) مستقیم رہیے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے (یعنی وہ مخالفت

کر کے یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو کہنا چھوڑ دیں تو آپ (ﷺ) چھوڑ یئے نہیں) اور آپ
(ﷺ) کہہ دیجئے کہ (میں جس بات کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں خود بھی اس پر عامل ہوں
چنانچہ) اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں (جن میں قرآن بھی شامل ہے) میں سب پر
ایمان لاتا ہوں ۔(جن کے مضامین متفق علیہا میں سے توحید بھی ہے)

(از معارف القرآن، ج ۷، ص ۶۷۶)

۲۶) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ
بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ (المومنون ۷۱ :)

خلاصہ تفسیر : اور (بفرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہوجاتا) اور دین حق ان کے خیالات
کے تابع (اور موافق) ہوجاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ
حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہوجاتا اور اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین
اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہوجاتے ۔۔۔ بلکہ اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی
ہے کہ حق کا اتباع جو انہیں کے نفع کا سامان ہے اس سے دور بھاگتے ہیں بس) ہم نے ان
کے پاس ان کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی
کرتے ہیں ۔(از معارف القرآن، ج ۲، ص ۳۲۰ ۔ ۳۲۱)

باب دوم

دوسرے باب میں مختصراً یہ بیان ہوگا کہ اگر قول و فعل میں بظاہر تقابل (تعارض)
ہو تو ہمیں قول پر عمل کرنا چاہیئے یا فعل پر؟

پہلے ہم سلسلے میں آیات کریمہ پیش کرتے ہیں کہ حکم الٰہی اور امر رسول مقبول ﷺ
کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں ۔

۱ ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

(آل عمران ۳۳:)

ترجمہ : آپ (ﷺ) (اپنی امت کو) یہ فرما دیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور
رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا ۔(اس مقابلے میں
ان کی اطاعت کرنا سبب رحمت الٰہی ہے)۔

۲ ۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران ۱۳۲ :)

ترجمہ : اور خوشی سے کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے ۔

۳ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (النساء ۱۳ :)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشت میں
داخل کر دیگا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔

مخالفت کرنے کا وبال کیا ہے؟

۴ ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ ”مُّهِيْن“
(النساء ۱۴ :)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں

سے نکل جاوے گا اس کو آگ میں داخل کرینگے اس طور سے کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

۵۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللہِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء۵۹ :)

ترجمہ :اے ایمان والو! تم اللہ (تعالیٰ) کا کہنا مانو اور رسول خدا کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کرلیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔

۶۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللہِ (النساء ۶۴ :)

ترجمہ :اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جاوے۔

۷۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النساء۶۹ :)

ترجمہ :اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

۸۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ وَ مَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا۔

جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے سو ہم نے آپ ﷺ ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔

۹۔ وَ اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (المائدۃ۹۲ :)

ترجمہ :اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول ﷺ اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔

۱۰۔ وَ اَطِیْعُوا اللہَ وَ رَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (الانفال۱ :)

ترجمہ :اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

مخالفت کرنے والے کے لئے وعید

۱۱۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (انفال ۱۳:)

ترجمہ : اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ اطاعت مامور بہ ہے۔

۱۲۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔

(الانفال۲۰ :)

ترجمہ :اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کے ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔

۱۳۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (الانفال ۴۶ :)

ترجمہ :اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۴۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النور ۵۴ :)

ترجمہ : آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول (ﷺ) کے ذمہ وہ ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو راہ پر جا لگو گے اور رسول (ﷺ) کے ذمہ صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

۱۵۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (الاحزاب ۳۶ :)

ترجمہ :اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا حکم دے دیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے اور جو

شخص اللہ جل جلالہ، اور اس کے رسول ﷺ کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

☆ دوزخ میں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں کا حال :۔

۱۶۔ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔
(الاحزاب ۶۶ :)

ترجمہ : جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیئے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی۔

۱۷۔ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (الاحزاب ۶۷ :)

ترجمہ :اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو راستہ سے گمراہ کیا تھا۔

☆ ماننے والوں کی کامیابی :۔

۱۸۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب ۷۱ :)

ترجمہ :اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

☆ مخالفت قول اللہ اور رسول اللہ سبب ابطال اعمال :۔

۱۹۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ۔

ترجمہ :اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اعمال کو برباد مت کرو۔ (سورۃ محمد ۳۳ :)

٢٠۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورۃ الفتح ١٧ :)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

٢١۔ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران ١٧٢ :)

ترجمہ : جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے کہنے کو قبول کیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کے حکم ماننے والوں کے لئے اجر عظیم ہے)

☆ اللہ اور رسول سے سبقت ممنوع ہے :۔

٢٢۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الحجرات ١ :)

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے تم (کسی قول یا فعل میں) سبقت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

٢٣۔ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحجرات ١٤ :)

ترجمہ : اور اگر تم اللہ (تعالیٰ) اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرہ بھی کمی نہ کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

☆ مخالفت کرنے والوں کا ثمرہ :۔

٢٤۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَا □ دُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ □ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (المجادلۃ ٥ :)

ترجمہ : جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کیے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

جیسے کہ گزرا : خدا اور رسول کی اطاعت کرنا مامور بہ ہے

٢٥۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المجادلۃ ١٣ :)

ترجمہ : اور اللہ اور رسول اللہ کا کہنا مانا کرو اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

نیز اور کہا مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ کو پوری خبر ہے تمہارے اعمال کی۔ از تفسیر ماجدی

اور تابعداری کیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ (از تفسیر ضیاء القرآن)

٢٦۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ (المجادلۃ ٢٠ :)

ترجمہ : جولوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔

☆ ذمہ داری رسول ﷺ :۔

۲۷۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (التغابن ۱۲ :)

ترجمہ : اور اللہ کا کہنا مانو اور رسول اللہ کا کہنا مانو اور اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ مخالفت کا وبال :۔

۲۸۔ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا (الجن ۲۳ :)

ترجمہ : اور جولوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ ایمان لانے کے بعد اس سے پھرنے والوں کا حکم :۔

۲۹۔ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ : اور یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ اصلا ایمان نہیں رکھتے۔

☆ اللہ پاک اور رسولِ پاک کے فیصلے سے پہلوتہی :۔

۳۰۔ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

ترجمہ : اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو ان میں سے ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے۔ (النور : ۴۸)

۳۱۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآئَھُمْ اَوْ اَبْنَآئَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (المجادلۃ ۲۲ :)

ترجمہ : جولوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کے (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔ (بیان القرآن اختصار شدہ)

یہاں تک بیان ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قولی احادیث ماننا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کا کام ہے جس کے لئے اللہ جل جلالہ نے احکامات بیان کئے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ فعلی احادیث اور آپ علیہ السلام کے فعل پر عمل کرنا تو اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيْرًا (احزاب ۲۱:)

ترجمہ : یقینا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص (المتوفیٰ ۳۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

یقتضی ظاھرہ الندب دون الایجاب لقولہ تعالیٰ (لکم) مثل قول القائل لک ان تصلی ولک ان تتصدق لا دلالۃ فیہ علی الوجوب بل یدل ظاھرہ علی ان لہ فعلہ و ترکہ۔ وانما کان یدل علی الایجاب لو قال علیکم التاسی بالنبی ﷺ قال ابو بکر والصحیح انہ لا دلالۃ فیہ علی الوجوب بل دلالتہ علی الندب اظہر منہا علی الایجاب لما ذکرنا۔

یہ آیت اپنے ظاہر کے اعتبار سے استحباب پر دلالت کرتی ہے نہ کہ وجوب پر، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ "لکم" فرمایا جیسا کہ ایک شخص دوسرے کو کہے کہ تیرے لئے ہے کہ نماز پڑھے اور تیرے لئے ہے کہ صدقہ کرے، اس میں وجوب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں بلکہ اپنے ظاہر کی وجہ سے اس کے لئے اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔

وجوب پر صرف اس صورت میں دلالت کرتا کہ کہہ دیتا کہ آپ پر حضور ﷺ اقتداء کرنا ہے۔ ابوبکر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں وجوب پر دلیل نہیں بلکہ استحباب پر اس کی دلالت زیادہ ظاہر ہے وجوب سے، اس وجہ سے جس کو میں نے بیان کی۔

انتہیٰ۔

جب یہ معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور اوامر کی تابعداری ضروری ہے اور تابعداری نہ کرنے والوں کے لئے قرآن حکیم میں وعیدات بیان ہوئی ہیں بخلاف ان افعال کے جن کی فرضیت یا وجوب دلیل سے ثابت نہ ہو، ان کو علمائے اصول فقہ نے تحریر فرمایا ہے۔

سائر افعالہ والصحیح ماقالہ الجصاص :ان ما علمنا من افعال الرسول ﷺ واقعا علی أی جھۃ نقتدی بہ فی ایقاعہ علی تلک الجھۃ و مالم نعلمہ علی ای جھۃ فعلہ فلنا فعلہ علی ادنی منازل افعالہ ﷺ وھو الاباحۃ لان الاتباع اصل۔ (حسامی ص ۹۲) اور مولوی شرح حسامی میں ھے :والصحیح ما قالہ الجصاص۔۔۔الخ (۳۷۳)

یعنی حضور مقبول ﷺ کے تمام (حضور علیہ السلام سے سھواً صادر نہ ہوئے ہوں) افعال کے بارے میں جصاص نے جو کہا وہ صحیح ہے یقینا جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ رسول مقبول ﷺ سے یہ فعل کسی وجہ سے صادر ہوا (یعنی وجوب، استحباب یا اباحت) کس مرتبے میں ہے تو جب تک دلیل خصوص موجود نہ ہو تو ہم رسول اللہ ﷺ کے فعل میں اسی جہت پر اقتداء کریں گے اور جب تک ہمیں معلوم نہ ہو جائے کہ عمل آپ علیہ السلام نے کس درجہ میں کیا ہے، تو ہمیں آپ علیہ السلام کے افعال کی ادنی منازل پر عمل کرنا ہے جو کہ اباحت ہے کیونکہ اتباع اصل ہے۔ اور شرح حسامی مولوی میں ہے کہ جو جصاص نے کہا ہے وہ صحیح

ہے۔

ایک ضروری وضاحت

لایعرف من الصحابة انهم ترکوا السنة لئلا یتوهم الوجوب فان هذا وظیفة الشارع حیث یترک الشئ تارة لبیان الجواز وللعلم بعدم الوجوب۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۳، ص ۳۰۶، للعلامۃ علی بن سلطان محمد القاریؒ ۱۰۱۴ھ)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی سنت کو اس وجہ سے نہیں چھوڑا تاکہ اس کے وجوب کا لوگ وہم کریں۔ کیونکہ یہ شارع علیہ السلام کا وظیفہ ہے، دوسرے کے عمل سے کسی طاعت کا مقام (درجہ) تبدیل نہیں ہوسکتا۔ کبھی بیانِ جواز کے لئے ترک کیا جاتا ہے اور کبھی اس لئے کہ واجب نہیں۔

تبصرہ: جاننا چاہیئے کہ سب کے سب مسلمان زمانۂ نبوت سے لے کر آج تک صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت، ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت اور بعد میں ۲ رکعت اور نماز مغرب کے بعد ۲ رکعت اور نماز عشاء کے فرض کے بعد ۲ رکعت سنتیں ادا کرتے آرہے ہیں مگر اس کے باوجود یہ سنتیں، واجب نہیں ہوئیں، اس طرح کی کئی مثالیں ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں

۔

☆ خبر واحد، قرآن کریم کو منسوخ نہیں کرتی:۔

۱۔ عن جابر قال قال رسول الله ﷺ کلامی لاینسخ کلام الله و کلام الله ینسخ کلامی و کلام الله ینسخ بعضه بعضاً۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا کلام (حدیث) اللہ تعالیٰ کا کلام (آیت کریمہ) کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام ایک دوسرے کو منسوخ کرتا ہے۔

۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ **قال قال رسول الله ﷺ ان احادیثنا ینسخ بعضها بعضاً کنسخ القرآن۔** (مشکوۃ ص ۳۶، اخرجهما من الدارالقطنی)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری احادیث میں سے بعض، بعض کو منسوخ کرتی ہیں۔

ضروری التماس

میرا کام نصوص میں سے استخراج مسائل نہیں ہے کیونکہ میں پندرہویں صدی کا مقلد ہوں اور مذھب حنفی پر کاربند ہوں۔ مجبوراً یہ چند دلائل تحریر کئے ہیں۔ دوسرے مکتوب میں اس سے کچھ زیادہ (مفصل) بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

مقلد کا کام:

مسلم الثبوت میں ہے: **واما المقلد فمستنده قول مجتهده لا ظنه۔**

یعنی مقلد کی دلیل اس کے مجتہد کا قول ہے نہ کہ مقلد کا ظن اس کے لئے اور ایک

مقلد کا قول دوسرے مقلد کے لئے دلیل ہے۔

علامہ شامی رسائل ابن عابدین رحمہ اللہ میں رقمطراز ہیں:

فنقول ان الفقهاء علی سبع طبقات۔۔۔السابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ماذكر۔۔۔فالويل لمن قلّدهم کل الويل۔اه۔ (ج۱،ص۱۱)

علامہ عبدالحی لکھنوی مقدمہ عمدة الرعایۃ میں تحریر کرتے ہیں: **فالويل لهم و لمن قلّدهم کل الويل۔ انتہیٰ (ص۸)**

یعنی فقہاء کرام کے ساتویں طبقے کے لئے بھی شر و ہلاکت ہے اور جنہوں نے ان کی اتباع کی ان کے لئے بھی ہلاکت ہے۔

اس مسئلے میں کہ ''مقلد کی دلیل اس کے مجتہد کا قول ہے''۔مختلف رسائل ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔مثلاً مسئلہ الاشارۃ بالسبابۃ،ص ۲۔۳۔۴۔۵۔شرح طریقہ محمدیہ ج ۲،ص ۶۵،ص ۱۰۱، ج ۱،ص ۲۵۴،ص ۷ ۱۴، بریقہ ج ۱،ص ۶۵، ج ۱، ۴۰۷،ص ۹۱، ج ۲، ص ۱۰۱، ج ۱،ص ۴۵۴ میزان شعرانی ص ۱۲، ج ۱ ،ص ۶۲،ص ۵۶،تفسیرات احمدیہ ص ۲۰۹۔

آمدم برسر مقصد:

حضرت ڈاکٹر مولابخش سکندری نے بے جا تنقید کرتے ہوئے فقیر کے رسالے پر اعتراضات کئے۔یہ تو ڈاکٹر صاحب نے پی ایچ ڈی کا ایک کورس کیا ہے اگر یہ ٹرپل پی

ایچ ڈیز بھی کرلیں تو بھی عالم نہیں بن سکتا کیونکہ علم کے لئے ماہر اساتذہ کرام سے مکمل درس نظامی پڑھنا ضروری ہے جس سے انسان کماحقہ عالم بن سکتا ہے۔۔۔۔ڈاکٹر صاحب نے خود کو اس مقولے کا مصداق بنایا ہے: **اَنف فی الماء واِست فی السماء**۔ جیسا کہ ہندی میں کہا جاتا ہے: ''رہے جھونپڑوں میں اور خواب دیکھیں محلوں کے''۔

اور بقول شاعر:

اتنا ہی سر اٹھائیے کہ جس سے یہ تو ہو لوگوں کے دل میں آپ کی کچھ آبرو رہے

فاضل ڈاکٹر نے اپنے رسالے ''مصباح التحقیق فی ان الاشارۃ بالسبابۃ حق حقیق'' ص ۱۵ پر تحریر کیا ہے کاش فاضل مصنف اس بحث میں پڑنے سے پہلے مؤطا امام محمد بن حسن الشیبانی (رحمہ اللہ) کو ہی دیکھ لیتے۔۔۔۔الخ۔ جواباً عرض ہے کہ کاش ڈاکٹر صاحب میرے رسالہ کا بغور مطالعہ کرتے یا میرے مقصد تک اس کی عقل کی رسائی ہوتی تو کیونکر اپنے ۱۵ سال کی طویل مدت مصباح التحقیق میں صرف کرتے کیونکہ میرے رسالے کے ص ۶ پر یہ عبارت دیکھ لیتے کہ ''ہمارے ملک کے علماء کرام اس مسئلہ ''اشارہ'' میں مختلف ہیں بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اشارہ سنت ہے اور بعض کہتے کہ یہ حرام ہے۔اس وجہ سے دونوں میں افراط و تفریط ہوئی۔۔۔الخ

پھر جنہوں نے اشارہ کو حرام یا مکروہ یا نہ کرنا اولیٰ وغیرہ الفاظ لکھیں ان کی عبارات کو اور ان کی کتابوں کے صفحات کو اپنے رسالہ میں درج کیا ہے۔کیونکہ اشارہ نہ فرض ہے نہ

واجب ، اس قسم کے فتاویٰ سلف صالحین کے حوالے سے میرے علم میں نہیں۔ تا کہ اہل اسلام مستحب عمل کرنے کی وجہ سے مرتکب حرام نہ ہوں اور مَن اتقی الشبہات استبراء لدینہ وعرضہ کا مصداق بنیں۔ علامہ ابن عابدینؒ نے فرمایا :

اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة۔ اھ (ردالمحتار، ج۱، ص ۴۷۵)

یعنی جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان آجائے تو سنت پر عمل نہ کرنا، بدعت پر عمل کرنے پر راجح ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمہ اللہ سے فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۶۸۴ پر منقول ہے :ایک سوال کے جواب میں تحریر کرتے ہیں :خطبہ میں عصاء ہاتھ میں پکڑنا بعض کے نزدیک سنت ہے، بعض کے نزدیک مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو، **وذالک لان الفعل اذا تردد بین السنة والکراھة کان ترکه اولیٰ۔** (مکتبہ رضویہ کراچی)

موصوف ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا کہ ”عرض کرتا ہوں! کاش فاضل مصنف۔۔۔۔ مؤطا امام محمد بن حسن الشیبانی کو ہی دیکھ لیتے۔۔۔ الخ

جواباً عرض ہے کہ اس میں ڈاکٹر نے علمِ غیب کا دعویٰ کیا ہے کہ میں نے (فقیر نے) مؤطا امام محمد رحمہ اللہ اور اس میں منقول حدیث نہیں دیکھی“۔ یہ دعویٰ ڈاکٹر صاحب کا

صریحا“ باطل ہے۔ فافہم

دوسری بات یہ ہے کہ۔۔۔ امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کی یہ حدیث بمع اسناد اس طرح ہے : **اخبرنا مالک اخبرنا مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن المعاوی انه قال رانی عبداللہ بن عمرو انا اعبث بالحصٰی فی الصلوٰۃ فلما انصرف نھانی۔ وقال اصنع کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع فقلت کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع۔ قال کان رسول اللہ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفه الیمنی علی فخذہ الیمنیٰ وقبض اصابعه کلھا واشار باصبعه التی تلی الابھام ووضع کفه الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ قال محمد علیہ الرحمۃ وبصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نأخذ وھو قول أبی حنیفة علیہ الرحمۃ فاما بتسویة الحصیٰ فلابأس بتسویة مرّة واحدة وترکھا افضل وھو قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ۔** (ص ۱۰۶، مؤطا امام محمدؒ، **باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ ومایکرہ من تسویة**)۔ انتھیٰ

عرض یہ ہے کہ اس حدیث شریف اور دیگر احادیث مبارکہ جتنی ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے میں نقل کی ہیں جو کہ مختلف الفاظ پر مشتمل ہیں مثلاً ابن ماجہ ص ۶۵ پر ہے: **یشیر باصبعہٖ**، دوسری حدیث میں **یدعو بھا**، تیسری میں **فیدعو بھا**، مشکوٰۃ میں ہے، **وعقد ثلثة وخمسین واشارہ بالسبابة**“۔ **وفی روایة یدعو بھا**، تیسری جگہ ہے **واشار باصبعه السبابة**، چوتھی جگہ، **ومد مرفقه الیمنیٰ علی۔۔۔ وقبض ثنین وحلق۔ حلقه حلقة ثم رفع اصبعه فرأیته یحرکھا یدعو بھا** پانچویں جگہ ہے ”**یشیر باصبعه**

اذادعاولایحرکھا، چھٹی جگہ ہے یدعو باصبعہٖ فقال رسول اللہ احدّ احدّ۔

نوٹ : اشارہ اسلام کی ابتداء میں تھا، پھر بعد میں منسوخ ہو گیا، جیسے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نوّر اللہ مرقدہ مراح الارواح کی شرح میں صفحہ ۱۷۴، حاشیہ ۱۵ پر فرماتے ہیں :**ھذا الحدیث منسوخ لکونہ فی ابتداء الاسلام لضعف الاعتقاد فی الوحدانیۃ حین اذن و أمّا فی الاخر فمنع النبی ﷺ۔**

ساتویں جگہ ہے ”**واشار بأصبعہٖ واتبعھا بصرہ۔** اور مسلم شریف میں ہے :

پہلی حدیث میں ہے :**واشار بأصبعہ،** دوسری میں ہے جس کی سند میں تحویل آئی ہے **واشار باصبعہٖ بالسبابۃ ووضع ابھامہ علی اصبعہٖ الوسطیٰ۔** (اس کو ثلاثا وعشرین کاعقد کہتے ہیں) **مرقاۃ)**۔ تیسری میں ہے **فدعابھا،** چوتھی میں ہے :**وعقد ثلاثا و خمسین واشار بالسبابۃ۔** پانچویں میں ہے :**واشار بأصبعہٖ** چھٹی جگہ وہ حدیث مختصراً بیان کی ہے جسے مؤطا امام محمدؒ میں نقل کیا گیا ہے۔

ھلم جرا۔

دعالفظ کی مختصروضاحت:

دعا، دعاءً اودعویٰ :پکارنا، رغبت کرنا، مدد طلب کرنا (منجد)۔ الدعا۔ دعا کا مصدر ج ادعیۃ۔ الدعوۃ۔ پکار (مصباح اللغات) **وادعوا شھدآئ کم** (البقرۃ : آیت ۲۳) اگرچہ لفظ دعا کئی معنوں میں آیا ہے مگر وہ جگہ بتائیے کہ دعا بمعنی اشار قرآن مجید میں آیا ہے

تاکہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو جائے۔

دعا کی اقسام:

اخرج الطبرانی فی کتاب الدعاء بسندہ :عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ ھکذا الاخلاص یشیر بأصبعہٖ التی تلی الابھام وھذا الدعا فرفع یدیہ حذو منکبیہ وھذا الابتھال فرفع یدیہ مدّا۔ (رقم الحدیث، ۲۰۸، باب صفۃ رفع الیدین فی الابتھال ومنہ فی المستدرک :۷۹۰۳، وسنن البیھقی الکبریٰ ۲۶۲۳)

واخرج الطبرانی فی الدعاء ص ۲۶۶، رقم الحدیث : ۲۱۷۹ باب الدعاء فی الاستسقاء بسندہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال :الاخلاص ھکذا“ ورفع اصبعاً واحدۃ من الید الیمنیٰ ”والابتھال ھکذا“۔ ومدّ یدیہ وجعل بطن الکف ممایلی الاخلاص والدعاء ھکذا“۔ وجعل یدیہ بطونھما مما السماء ومنہ فی سنن ابی داؤد (۱۴۹۰) کتاب الدعاء (الطبرانی :ص ۲۶۶) اور فیض الباری میں ہے ”**الدعاء“ طریقہ المعروف برفع الایدی فھو عمل الید واللسان۔ (فیض الباری، ج ۱، ص ۷۵، کتاب الایمان) الدعاء مصدر وواحد الادعیۃ وعند العلماء کلام إنشائی دال علی الطلب مع خضوع ویسمیٰ سوالاً أیضا۔ اھ۔ (محیط المحیط قاموس، مطول)**

اقسام دعا عند الاحناف علیہ الرحمہ

قال السغناقی، ابن الحنفیہ قال الدعا اربعۃ :دعاء رغبۃ ودعاء رھبۃ ودعاء تضرع ودعاء خفیۃ۔

دعا رغبۃ :ففی دعاء رغبۃ یجعل بطون کفہ الی السماء۔

وفی دعاء الرھبۃ یجعل ظھورھا الی وجھہ کالمستغیث من الشیٔ وفی دعاء التضرع :یعقد الخنصر والنصر ویحلق الابھام والوسطیٰ ویشیر بالسبابۃ وفی دعاء الخفیۃ یفعل ما یفعل المرأ فی نفسہٖ (البحر الرائق، ج۸، ص ۲۰۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) الفتاویٰ السلطانیہ ص ۵۳۵، سراج العلوم وزیرستان)

فان کان فی وقت عذر او برد شدید فاشار بالمسبحۃ قام مقام بسط کفیہ۔ (الفتاویٰ السلطانیۃ)

الدعاء اربعۃ۔۔۔ کذا مجموع الفتاویٰ ناقلا عن شرح السرخسی لمختصر الحاکم الشھید فی باب قیام الفریضۃ (عالمگیری ج۵، ص ۳۱۸)

(والخیرات الجاریۃ فی شرح المتلقی والقواعد الفقیہ ص ۲۴۶)

صاحب ردالمحتار نے تحریر فرمایا ہے :واعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشھید وھو کتاب معتمد فی نقل المذھب شرحہ جماعۃ من المشائخ منھم الامام شمس الائمۃ السرخسی وھو المشھور بمسوط

السرخسی قال العلامۃ الطرسوسی مبسوط السرخسی لا یعمل فما یخالفہ ولا یرکن الا الیہ ولا یفتی ولا یعول الا علیہ۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے :عن محمد بن الحنفیۃ علیہ الرحمہ قال :الدعاء اربعۃ: قال الدعاء اربعۃ :دعاء رغبۃ ودعاء رھبۃ ودعاء تضرع ودعا خفیۃ۔ ففی دعاء الرغبۃ یجعل بطون کفیہ نحو السماء وفی دعاء الرھبۃ یجعل ظھر کفیہ ای وجھہ کالمستغیث من الشیٔ ودعاء التضرع :یعقد الخنصر والبنصر ویحلق بالابھام والوسطیٰ ویشیر بالسبابۃ۔ وفی دعاء الخفیۃ یفعل ما یفعل المرأ فی نفسہٖ وعلی ھذا قال ابو یوسف علیہ الرحمہ فی الاملاء یستقبل بباطن کفیہ القبلۃ۔ عند افتتاح الصلاۃ واستلام الحجر وقنوت الوتر وتکبیرات العید۔ ویستقبل بباطن کفیہ السمآء عند رفع الأیدی علی الصفا والمروۃ وبعرفات وبجمع وعند الجمرتین لانہ یدعو فی ھذہ المواقف بدعاء الرغبۃ۔۔الخ (مبسوط، ج۱، ص۱۶۶، دار الفکر بیروت)

نیز لفظ دعا کا مادہ قرآن کریم میں غالباً ۲۱۵ مرتبہ آیا ہے۔ مثلاً کبھی یدعُ، کبھی دعًا، کبھی دعاء، اور کبھی تدعونا وغیرہا۔ تو جناب ڈاکٹر موصوف سے التماس ہے کہ وہ تفسیرات معتبرہ سے ثابت کریں کہ دَعا بمعنی اشار کہاں سے آیا ہے؟ ان شاء اللہ تاحیات سلف صالحین کی تفاسیر سے کبھی ثابت نہیں کر سکے گا۔ بلکہ اس بات میں فیل ہی رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

آئیے اب مؤطا امام محمدؒ والی حدیث :پر بار بار نظر ڈالیں کہ رسول کریم ﷺ نے

اشہدان لاالہ پڑھتے وقت انگلی اٹھائی؟ اگر اس سے ثابت نہیں کرسکتا تو مشکوٰۃ شریف سے ثابت کرے کہ اس میں ہے۔

''**رفع اصبعه عند قوله اشهدان لا اله**'' اگر یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس طرح حدیث میں آیا ہو تو پھر یہ مان لینا چاہیئے کہ :حدیث منقولہ مؤطا امام محمدؒ میں دعاء تضرع مراد ہے نہ کہ اشارہ مروجہ۔ **فتدبر ولاتكن من المتعصبين۔**

مزید تفصیل بعد میں آئے گی۔انشاءاللہ

کاش کہ ڈاکٹر موصوف کو علم کامل ہوتا! میں نے جو بات بحوالہ کتب لکھی ہے وہ اس سے معہود اشارہ **رفع اصبعه عند قوله ان لااله** مراد لے رہا ہے''۔ تو یہ ڈاکٹر موصوف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کبھی بھی ثابت نہیں کرسکے گا۔ان شاءاللہ۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے ص ۱۶ پر حضرت امام ربانی رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول کتب اصول کا نہیں ہے بلکہ کتب نوادر کا ہے۔آگے لکھا ہے :عام متاخرین نے اشارہ سبابہ کے سنت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے جو کسی بھی صورت میں مقبول نہیں۔آگے ڈاکٹر موصوف تحریر کرتے ہیں :امام ربانی رحمہ اللہ کا یہ اعتراض تسلیم ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول کتب اصول کا نہیں بلکہ کتب نوادر کا ہے۔توعرض یہ ہے کہ اس تسلیم کے بعد یہ کون سی دیانتداری اور ایمانداری ہے کہ میں نے اس کے لئے علامہ شامی کا قول ص ۸ پر سطر نمبر ۳ تا نمبر ۶ پیش کرکے اس کا ترجمہ سطر نمبر ۶،۷،۸ پر لکھا ہے تو کیا علامہ شامی کا فتویٰ غلط

ہے؟ جس کو میں نے ردالمحتار سے نقل کیا ہے۔کیا البحر الرائق میں اس کی تائید موجود نہیں؟

بحر میں ہے :**ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه كما قرره في الاصول من عدم امكان صدور قولين مختلفين متساويين من مجتهد والمرجوع عنه لم يبق قولاً له كماذكروه**۔انتہیٰ۔(البحر الرائق،ج۶،ص ۲۷۰)

لہذا ڈاکٹر موصوف کا ص ۱۶ پر یہ لکھنا کہ ''عرض کرتا ہوں ۔۔۔الخ'' قبیلہ از ماست کہ بر ماست'' ہے۔صاحب بحر الرائق کی عبارت کا ترجمہ :جو قول ظاہر الروایت سے خارج ہو تو وہ قول ''مرجوع عنہ'' ہے یعنی اس سے صاحب قول نے رجوع کیا ہے۔جس کو علماء علم اصول نے ثابت کیا ہے کہ ایک مجتہد سے دو مختلف قول جو مساوی الروایات ہوں کا صدور ممکن نہیں اور جس قول سے رجوع ہو چکا ہو تو وہ اس مجتہد وعالم کا قول باقی ہی نہیں رہا جیسا کہ اصولیوں نے ذکر کیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا یہ معاندانہ رویئے ہے جیسے کہ اپنی کتاب کے ص ۱۷ پر (از اول تا آخر) یہ تسلیم کرنا کہ کتب ظاہر الروایۃ میں اشارہ کا ثبوت اور عدم ثبوت یا نفی کی کوئی عبارت موجود نہیں اور پھر اس قاعدہ کا کہ ''عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں''، غلط فائدہ اٹھایا اور بے جا بکواس کرتے ہوئے ہمیں مہلت دینے کی بات کی حالانکہ ڈاکٹر موصوف نہ میرا خدا ہے اور نہ ہی حاکم کہ مجھے مہلت دینے کی بات کرتا ہے۔(**فياللعجب هذه عادة من المتكبرين والجاهلين**)۔ بقول شاعر:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

آپ نے مذکورہ قاعدہ بیان کر کے تسلیم کیا ہے کہ کتب ظاہر الروایت حالتِ نماز میں تشہد پڑھتے وقت ''اشھد ان لا الہ'' کہتے وقت اشارہ کرنے کے لئے مسبحہ (شہادت والی انگلی) اٹھائی ہے''، ورنہ آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ امید کامل ہے کہ اگر مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سارے علماء وغیرہ سے مدد طلب کرلیں مگر سابقہ طبع شدہ کتابوں سے کسی بھی ظاہر الروایت کتاب میں سے یہ روایت پیش نہیں کرسکو گے۔

اور میں نے جو کچھ کہا ہے وہ کتابوں کے حوالوں سے کہا ہے اور جن کتابوں میں اشارہ معہودہ کے بارے میں جو لکھا ہے وہ عبارتیں پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر مولا بخش سکندری اپنے رسالہ ''مصباح التحقیق''، ص ۱۸ پر تحریر کرتے ہیں : ''فاضل مصنف کا شرح الیاس سے اشارہ بسابہ کو منع کرنے کا دعویٰ کرنا عجیب ہے کیونکہ رسالے پر تقریظ میں جناب پیر سیف الرحمن اخونزادہ صاحب (رحمہ اللہ) نے تو لکھا ہے کہ : (ان کا رسالہ ص ۳۹) جواباً عرض ہے کہ ہمارا رسالہ ص ۹ بار بار مطالعہ کریں، آپ صاحب میرے رسالے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جیسا کہ جامع الرموز، تنویر الابصار اور تمام متون وشروح قدوری، کنز الدقائق، مختصر الوقایہ و فاتح، مستخلص شرح الیاس، شرح وقایہ، ہدایہ، وقاضی خان۔۔۔اھ۔ یہ ان کی ایمانداری کا حال : آئیے شرح الیاس کی عبارت ملاحظہ کریں :**واضعا یدیہ علی فخذیہ موجھا اصابعہ نحو القبلۃ مبسوطۃ وحکی ببعض اصحابنا انہ یعقد الخنصر والبنصر وتحلق الوسطیٰ مع الابھام ویشیر بالسبابۃ ویقیمھا عند قولہٖ لا الہ ویضع عند قولہٖ الا اللہ وھو مذھب الشافعی۔** ج ۱، ص ۵۰۔

اور شرح وقایہ میں ہے :**واضعا یدیہ علی فخذیہ موجھا اصابعہ نحو القبلۃ مبسوطۃ وفیہ خلاف الشافعی فان عندہ یعقد الخنصر التلفظ بالشھادتین۔ ومثل هذا جاء عن علمائنا۔** (شرح وقایہ، ج ۱، ص ۱۵۵، مفتی محمد داؤد پشاور طبع ۱۳۸۰ ھ) **مبسوطۃ: احتراز عن العقد للاشارۃ کما ھو مذھب الشافعی۔**

۲: اس کے تحت لکھتے ہیں :**لکن قال فی المضمرات وفی الولوالجی والخلاصۃ الفتویٰ علی انہ لا یشیر۔ ولا یشیر بالسبابۃ فی التشھد عند قولہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وعلیہ الفتویٰ لانہ علیہ السلام اشار باقسام متعددۃ کما فی المشکوٰۃ ولا نعلم آخر فعلہ ﷺ کیف فعلہ ﷺ فترکنا لئلا نقع فی العمل المنسوخ والعمل بالمنسوخ حرام لان آخر فعلہ ناسخ لأولہ۔۔اھ۔** لہٰذا جب دونوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ مذہب شافعی ہے نہ کہ مذہب حنفی اس لئے میں نے منع ذکر کیا ہے۔ پیر صاحبؒ نے جو کہا کہ ان دونوں میں اشارہ کا ذکر تک نہیں تو اس کا مقصد مذہب حنفی کے مطابق اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے دونوں کے کلام میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں کوئی جانے یا نہ جانے۔

نوٹ : غور کرنے کی بات یہ ہے کہ فقہاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ''عن'' اور ''عند'' میں فرق بیان کیا ہے۔ شرح وقایہ کی عبارت ''عن'' کے ساتھ ہے اور ''عن'' اور ''عند'' میں فرق یہ ہے کہ ''عن'' روایت ہے اور ''عند'' مذہب ہے۔

جیسے : ''**(۱) قبض الاصابع عند الاشارۃ ھو المروی عن محمد علیہ الرحمہ (۲) وکذا**

عن ابی یوسف علیہ الرحمۃ فی الامالی (۳) عن اصحابنا جمیعًا انه سنة اه۔''

اور فقہاء کرامؒ نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ بات جو کلمہ عن کے ساتھ نقل کی جائے ،تو وہ بات اس صاحب کی روایت ہے۔اور اس بات کے مخالف طرف اس صاحب کا مذہب ہے۔جیسے :(۱) **قال فی البدائع وعن ابی یوسف علیہ الرحمۃ عدمه وظاهره ان مذهبه بخلافه بحر۔ لان کلمة عن تفید انه روایة عنه الی قوله در منتقی اه شامی بحث الوضوء ج ۱ ص ۶۶۔ (۲) قال الرملی وذلک لان لفظ عن دالة علی انه روایة عنه لا انه قوله (اقول هذا القول بمعنے المذهب مجازا بقرینة مقابلته بالروایة المذکورة هنا وبقرینة لفظ المذهب صریحا فی عبارة الشامی عن البحر) والا لقال بدل عن عنده اه منحة الخالق وضوء ج ۱ ص ۱۲۔**

تو یہ بات اظہر من الشمس واضح ہوگئی کہ ہمارے اصحاب سے اثباتِ اشارہ روایت ہے نہ کہ مذہب ہے، بلکہ مذہب ائمہ ثلاثہ (امام اعظمؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کا منع اشارہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا کہ ''میں نے حوالہ میں فتاویٰ قاضی خان سراجیہ لکھا ص ۱۱''۔ جس سے ڈاکٹر موصوف نے اپنی عادت کے مطابق دو کتابیں بنا کر اعتراض کر دیا، مگر علماء کرام پر یہ بات مخفی نہیں کہ سراجیہ کے نام سے کئی کتابیں ہیں۔مسائل پر لکھی ہوئی سراجیہ علیحدہ بھی ہے، قاضی خان کے حاشیہ پر بھی ہے اور قاضی خان کے اختتام پر اس کے ساتھ ملی ہوئی بھی ہے۔اس لئے میں نے فتاویٰ قاضی خان سراجیہ ص ۱۱ لکھا تا کہ واضح ہو کہ یہ الگ چھپی ہوئی سراجیہ نہیں اور نہ ہی قاضی خان کے حاشیہ پر لکھی ہوئی سراجیہ ہے بلکہ یہ وہ

سراجیہ جو قاضی خان کے اخیر میں چھپی ہوئی ہے۔**(فافهم فلاتکن من الغافلین)**

ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ یہ ''قاضی خان سراجیہ'' اپنی کتابوں کی تعداد بڑھانے کے لئے لکھا، یہ ڈاکٹر موصوف کا ظن فاسد، حکم الٰہی کی مخالفت اور صریح بہتان ہے۔(حالانکہ قرآن کریم ظن فاسد سے روکتا ہے۔''**ان بعض الظن اثم**''۔

کیونکہ بطور حوالہ جن کتابوں کا ذکر ص ۲۱۔۲۲ پر میں نے کیا ہے تو اس میں ڈاکٹر موصوف فتاویٰ قاضی خان کا نام بتائیں، بار بار اس کا مطالعہ کر کے اس میں یہ نام بتائیں۔یہ ڈاکٹر موصوف کے مغالطوں کی مثال جو وہ سادہ لوح مسلمانوں کو دینا چاہتے ہیں۔

آگے جا کر ڈاکٹر موصوف کا دوسرا مغالطہ ملاحظہ کریں کہ فتاویٰ مجموعہ خانیہ یعنی قاضی خان بنا کر اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے لکھتا ہے : کہ موجودہ مطبوعہ فتاویٰ خانی میں اشارہ سبابہ کا ذکر نہ پا کر ذہن میں ایک ہی بات آتی ہے، وہ یہ کہ مذکورہ تینوں حضرات کے پاس فتاویٰ خانی کے جو نسخے موجود تھے ان میں اشارہ سبابہ کا غیر اختلافی اور احسن ہونا لکھا ہوتا۔۔۔الخ

(مصباح التحقیق ص ۱۹) جواباً عرض یہ ہے کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں : حضرت شیخ علی متقیؒ رسالہ دریں باب نوشتہ جانب عمل را راجح ساختہ اند و در شرح سِفر السعادۃ ازاں نقل کردہ ایم۔(اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۴۲۹، باب التشہد فصل اول) اور شیخ صاحبؒ کی منقولہ عبارت شرح سفر السعادۃ میں ہے : ودر خانی گفتہ است کہ اشارت نزد قول لا الہ الا اللہ احسن است۔(ص ۸۱)

شیخ صاحب نے شرح سفر السعادت میں تقریباً دوصفحات پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور تحریر کیا ہے وہ ڈاکٹر موصوف بتادیں۔

شیخ محدث دہلویؒ نے کہا کہ علی متقی کے نقل کردہ رسالہ میں یہ بات بھی ہے کہ درمنیہ وواقعات وتجنیس ومختار النوازل ومضمرات ووالوالجی وفتاویٰ کبریٰ گفتہ اند کہ فتویٰ برعدم اشارت است۔ ودرخلاصہ وخزانۃ المفتین گفتہ کہ مختار ہمیں ست ودرذخیرہ گفتہ کہ ظاہر روایت ہمیں ست وتعلیل کردہ اند ایں جماعۃ درنفی آنکہ ذرینجا زیادت فعلی ست کہ بداں احتیاج نیست پس ترک آں اولیٰ باشد چہ بنای نماز برسکینہ ووخمارست ودرین فعل موافقت رفضہ است پس اولیٰ ترک آن باشد تحقیقاً للمخالفۃ۔۔۔الخ

خانی کی عبارت منقولہ درشرح سفر السعادت ص ۸۱، اس طرح ہے کہ :اشارت نزد قول لاالہ الااللہ احسن است،، مگرڈاکٹر موصوف نے طیش میں آکر اسے اس طرح عبارت بنادیا :"**الاشارۃ عند قول لا الہ الا اللہ لا خلاف فیہ و ھو حسن**"۔ص ۱۹۔"ببین تفاوت از کجاست تا بکجا"۔بقول شاعر:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(واقول) وھذہ کلھا من قلۃ علمہ وقلۃ دینہ وقلۃ حیائہ وکثرۃ جھلہ واللہ ینتقم منہ بھذا العمل القبیح الذی ھو شعار اھل الضلال۔ نعوذ باللہ من الضلال۔ اورمزید یہ لکھنا موصوف کا کہ شیخ علی متقی ہندی "ملاعلی قاری اورشیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف غلط مسئلہ لکھنے کا انتساب کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ جواب یہ ہے کہ آپ جیسے ناقص علم

والے کا یہ انتساب مبنی برحقیقت ہی ہے کہ آپ نے ان بزرگوں کی طرف غلط انتساب کیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی طرح غلط اور بے بنیاد تاویلات سے محفوظ رکھے (آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم)۔فتاویٰ خانیہ کے لکھے جانے کے وقت سے لے کر ۱۴۰۰ھ تک چھاپ شدہ کسی بھی نسخہ میں آپ تاحیات ثابت نہیں کرسکتے نہ کرسکیں گے۔(ان شاء اللہ) آپ کا مفروضہ شریعت کے اصول وفروع سب کے مخالف ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ دینِ اسلام کا دارومدار مفروضوں پر نہیں ہے۔(بلکہ ٹھوس دلائل اورواضح حقائق پر ہے)

ڈاکٹر صاحب میری اس نقل کردہ عبارت پراعتراض کرتے ہیں کہ خبر واحد علماء اصول کے نزدیک مشروط ہے۔الخ۔اوراپنے رسالہ ص ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ خبر واحد کی کوئی بھی قسم ہو (مشہور،عزیز،غریب) قوت اورضعف کے اعتبار سے دوقسموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ایک مقبول اوردوم مردود۔۔۔الخ۔اس میں محترم ڈاکٹر نے اپنے فاسد خیالات کی طرف جاتے ہوئے اصل مسئلہ پر کلام کرنا چھوڑ کر دوسرے رخ کو اختیار کیا اورخبر واحد مشہور کو بھی دو قسموں میں تقسیم کردیا۔مقبول اورمردود۔میں کہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اپنی کم علمی کے باعث خبر واحد اورمشہور میں فرق کرنے سے قاصر رہے ہیں، کیونکہ اگر آپ علم اصول فقہ کی کتب اصول شاشی سے لے کرآخر تک کی تمام کتابیں دیکھ لیں تو کسی بھی کتاب میں یہ بات (ڈاکٹر موصوف کی تحقیق) دستیاب نہیں ہوگی بلکہ درحقیقت یہ خلاف حقیقت ہے۔اصول شاشی عربی دیکھیں اس میں اصل ثانی "السنۃ" کی بحث ملاحظہ کریں:

صار الخبر علی ثلاثة اقسام :

۱۔قسم صح من رسول اللہ ﷺ وثبت منه بلاشبهة وهو المتواتر۔

۲۔وقسم فيه ضرب شبهة وهو المشهور۔

۳۔وقسم فيه احتمال وشبهة وهو الاحاد۔

جناب والا ڈاکٹر موصوف آپ نے مشہور کو دو (۲) اقسام پر تقسیم کر کے ایک نئے قاعدے کی بنیاد رکھی جسے کوئی بھی اہل علم وفہم تسلیم نہیں کرسکتا۔اصول شاشی میں یہ بھی دیکھئے :

والمشهور يوجب علم الطمانية يكون رده بدعة۔یعنی خبر مشہور کا رد بدعت ہے۔

اس لئے ڈاکٹر موصوف آپ (سخت) مبتدع شخص ہیں۔ اصول شاشی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۷ پر ہے۔**يكون رده بدعة**۔فصول الشاشی اور معدن شرح شاشی ملاحظہ ہو۔

خود ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں   ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ڈاکٹر موصوف نے ص ۲۰ پر ہی امام محمدؒ کی یہ عبارت "**يصنع رسول الله ﷺ۔۔۔الخ**۔ پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے تشہد میں اشارہ ثابت ہوتا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ کاش ڈاکٹر موصوف "ان علماء کرام پر اس مسئلے میں اعتماد نہ کرتے کہ "**المجتهد قد يصيب وقد يخطی**" کے تحت جن سے خطا سرزد ہوئی۔علامہ عبدالحق لکھنوی نے اپنی تصانیف میں تحریر کیا ہے کہ عالم سے غلطی ہوجائے اور دوسرا بھی (بلاتحقیق) اس کی پیروی کرے اس طرح بیس علماء کی بیس کتابوں میں وہ مسئلہ غلط موجود ہوتا ہے۔ڈاکٹر موصوف کو معلوم ہونا چاہئے کہ غلط سنگ بنیاد پر دیوار کھڑی کرنے سے

سخت نقصان ہوتا ہے بلکہ ماہر اور عاقل شخص وہی ہے جو پہلے سنگ بنیاد کو درست کرے۔

ناظرین کرام سے مودبانہ التماس ہے کہ آپ گہری نظر سے حضرت امام محمدؒ کی موطا امام محمد ملاحظہ کریں تو پتہ چلے گا کہ نماز میں کنکریوں سے کھیلنا اور انہیں ہموار کرنا مکروہ ہے اور امام محمدؒ نے اسی لئے مؤطا میں یہ باب باندھا ہے "**باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰة ومايكره من تسويته**"۔

اس لئے اس باب میں جو فتویٰ وحکم امام محمدؒ نے بیان کیا ہے وہ کنکریوں سے نماز میں کھیلنے کے متعلق ہے نہ کہ نماز میں تشہد میں اشارے کے متعلق۔مثال کے طور پر صحیح بخاری میں امام بخاریؒ ایک باب باندھتے ہیں پھر اس کے اثبات کے لئے حدیث نقل کرتے ہیں پھر دوسرا باب باندھتے ہیں اور اس میں دوبارہ وہی حدیث نقل کرتے ہیں یا صرف وہی حصہ نقل کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں احادیث مکرّر آئی ہیں۔تو امام محمدؒ کا یہ لکھنا "**قال محمد علیہ الرحمۃ وبصنيع رسول الله ﷺ نأخذ وهو قول ابی حنيفة علیہ الرحمۃ فاما تسوية الحصیٰ فلا بأس بتسويته مرة واحدة وتركها افضل وهو قول ابی حنيفة علیہ الرحمۃ**"۔

نماز میں کنکریوں کے بارے میں کہ حالت نماز میں کنکریاں برابر کرنا کیسا ہے؟ تو آپ نے فتویٰ حضور اکرم ﷺ کے قول وفعل کے مطابق دیا اور یہ بھی بتایا کہ یہی قول امام ابی حنیفہؒ کا بھی ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔(فافہم)

نوٹ :(**وهو قول ابی حنيفة**) قول بمعنی روایت ہے، بمعنی مذہب نہیں ہے۔جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہے : **القول هو التلفظ بما يفيد ويقال بمعنے المقول**

واللمعنے المتصور فی النفس المعبر عنہ باللفظ واللرایے والمذھب مجازاً۔

اس سے ظاہر ہوا کہ قول بمعنی روایت ہے حقیقتاً اور بمعنی مذہب ہے مجازاً۔

(بحوالہ الاجوبۃ المنیفۃ، ص ۸، بیضاوی ص ۲۸)

ہم نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷، ۸ پر جوبات لکھی باقاعدہ اس کا حوالہ دیا اور علامہ شامیؒ کی عبارت نقل کی مگر ڈاکٹر سکندری صاحب نے اپنے رسالے میں اس کو نقل کرنے سے گریز کیا ہے اس کی وجہ ڈاکٹر کی جہالت، ضلالت، اور علالت (قلبی) ہے یا طریقہ تالیف وتصنیف سے لاعلمی ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم)

ڈاکٹر موصوف کا ایک اور مغالطہ ملاحظہ ہو کہ ”میں نے اپنے رسالے میں اشارے کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہی ایک حدیث ذکر کی ہے (جو موطا امام محمدؒ میں ہے) کسی اور صحابی سے حدیثِ اشارہ کہیں بھی یہ عبارت آپ کو دستیاب نہیں ہوگی۔ میں نے یہ لکھا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے عما ثبت رسول اللہ ﷺ جتنی احادیث اور راوی بھی معترض پیش کرے اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا کیونکہ احادیث کا استخراج کرنا میرا کام نہیں یہ تو مجتہد کا کام ہے۔ بظاہر یہ ایک حدیث شریف جس کے آخر میں ہے :”**وبصنع رسول اللہ ﷺ نأخذ ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ** علیہ الرحمۃ“ جس کے تین وضاحتی جواب ذکر کردیئے گئے ہیں۔

اور چوتھا جواب یہ ہے کہ امام محمدؒ کا اس عبارت سے مروجہ اشارہ نہ مراد ہے اور نہ اس فتویٰ سے حضرات امام محمدؒ کا موجودہ اشارہ پر فتویٰ ہے۔ اگر امام محمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے

ہاں اور مذہب میں اشارہ سنت ہوتا تو ضرور امام محمدؒ اسے ظاہر الروایۃ میں اور خصوصاً کتاب الاصل میں اس کو بیان کرتے بلکہ آپ نے اپنی موجودہ کتاب مؤطا امام محمد میں بھی کوئی باب التشہد فی الصلوٰۃ رکھ کر بھی اشارہ کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ **باب العبث بالحصیٰ فی الصلوۃ ما یکرہ من تسویتہ** میں یہی عبارت لکھی ہے اور اسی کے متعلق فتویٰ بھی دیا ہے۔ آپ موصوف کی مثال تو ایسی ہے۔ (علی اھلھا تجنی براقش)

ڈاکٹر موصوف نے اپنی کتاب ص ۲۱ پر احادیث وآثار کی جو لسٹ دی ہے، اس میں بھی حضرت موصوف نے اپنی عمر کا وقت ہی ضائع کیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا یہ دعویٰ کہ کل ۲۰۴ صحیح اسانید کے ساتھ احادیث وآثار ہیں اور اس سے پہلے ۲۱ ویں سطر پر ۲۵۰ کا دعویٰ ہے اور اسی طرح ۱۷ پر یہ لکھنا کہ ان سے بہت ساری احادیث مسلم شریف میں مذکور ہیں:

جواباً عرض ہے کہ ناظرین صحیح مسلم ج ا باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ ملاحظہ فرمائیں آپ کو پانچ احادیث ملیں گی اور اگر تحویلِ سند کو دو (۲) شمار کریں عام محدثین کرام کے قاعدے کے برخلاف تو پھر بھی صرف چھ (۶) احادیث ہوں گی۔ اس کے لئے بہت سارے زوردار الفاظ استعمال کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ جواب نمبر ۲ یہ ہے کہ اس صفحے کے ساتھ ڈاکٹر موصوف اسی رسالے میں باب دوم میں ص ۲۱۶ سے ۲۳۷ باب سوم تک جتنی بھی احادیث اوران کی سندیں بیان کی ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی بے کار کوشش، وقت کا ضیاع اور عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ اگر اس کے ساتھ ڈاکٹر موصوف یہ بھی لکھیں کہ توریت

،زبور، اورانجیل میں اللہ تعالیٰ نے ساری آیتوں میں اشارہ کا ثبوت دیا ہے پھر بھی اس کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک آپ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ سے یہ ثابت نہ کردیں کہ ہماری بیان کردہ احادیث میں سے کوئی بھی حدیث منسوخ نہیں، نہ قرآن کریم میں سے منسوخ آیتیں ہیں نہ ناسخ اور نہ ہی احادیث رسول اللہ ﷺ منسوخ احادیث ہیں اور نہ ہی ناسخ، تو پھر ڈاکٹر موصوف کے کلام پر غور کیا جائے گا۔ کیونکہ میں نے اپنے رسالے ''مسئلہ الاشارہ بالسبابہ'' میں اشارہ نہ کرنے کے بارے میں جو کچھ لکھا اسے تسلیم کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے مقدمہ مصباح التحقیق ص ۱۳ پر لکھا ہے:

شاہ صاحب کے دو (۲) دعوے ہیں اول یہ کہ ان احادیث میں اضطراب ہے دوم یہ کہ وہ احادیث منسوخ ہیں۔اھ

اور منسوخ پر عمل کرنا حرام وممنوع ہوتا ہے اس لئے میرا مدعا پھر بھی ثابت اور صحیح ہے جیسا کہ توریت شریف بھی اللہ تعالیٰ کی ہی نازل کردہ کتاب ہے اور اسی طرح زبور وانجیل بھی ہیں مگر چونکہ منسوخ ہیں اس لئے ان پر عمل کرنا جائز نہیں صرف ناسخ کتاب وآیات واحادیث پر عمل کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے ثابت شدہ مسائل اپنے اپنے مرتبے کے مطابق مانے اور اسی حیثیت سے ان پر عمل کرے۔

جواب نمبر: ۳ یہ ہے کہ ڈاکٹر موصوف کا نورالعین سطر نمبر ۲۷ کا حوالہ دینا کسی مسلمان کے لئے دلیل نہیں بن سکا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ نورالعین کے مصنف کا مرتبہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے بڑا ہے اور وہ ثقہ ومعتبر ہے اور اسی رسالہ میں صاحب نورالعین نے دلائل

معتبرہ صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ احادیثِ اشارہ میں کوئی بھی حدیث صحیح مرفوع غیر منسوخ موجود نہیں ہے۔

معلوم نہیں ڈاکٹر موصوف کا دعویٰ تحقیق کیسا ہے؟ اور باوجود اس دعویٰ کے مجہول النسب کتاب کا حوالہ دے کر اس کے مقابلے میں قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ مرفوعہ غیر منسوخہ اور فقہ حنفی کو چھوڑ دیا۔ **فیاللعجب! مجہول الحال مصنف** کو مقتدی بنانے پر آپ پر صد افسوس ہے (فافہم)

رہنمائی کا تمہیں شوق مبارک لیکن — تم چلے بھی ہو کسی راہ میں دوگام کہیں؟

آپ کی سوچ اور عمل پر صد افسوس ہے کہ آپ قرآنی آیات کا مقابلہ کررہے ہیں اپنی ناقص عقل وعلم وتحقیق کے ساتھ، ثانیاً یہ کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ ناسخہ کا مقابلہ احادیث موقوفہ منسوخہ سے کررہے ہیں جب کہ دعویٰ یہ ہے کہ مسلمان اور عالم صرف آپ ہی ہیں اور آپ سے زیادہ عالم کوئی اور ہے ہی نہیں ورنہ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو ہرگز ہرگز مصباح التحقیق لکھنے کی جرأت نہیں کرتے۔

۱۔ آیت شریفہ ہے کہ: قال تعالیٰ: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ (البقرۃ: آیت ۲۳۸)

اس آیت کے نزول سے پہلے نماز میں باہم باتیں کرنا، ایک دوسرے کو اشارہ اور سلام کا جواب دینا منع نہ ہوا تھا، مگر اس کے نزول کے بعد نماز کو سکون ووقار سے پڑھنا شروع کیا گیا۔

۲۔قال اللہ تعالیٰ :قد افلح المؤمنون ○الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔
(المؤمنون آیت ۱۔۲، پارہ ۱۸) میں سورہ بقرۃ والی آیت کو مؤکد فرمایا ہے۔(تفصیل دوسرے رسالے میں آئے گی۔ان شاءاللہ)

اور ڈاکٹر موصوف وغیرہ ''نماز میں تشہد کے وقت جب نمازی اشھد ان لاالہ پڑھے تو اس پر مسبحہ انگلی اٹھالے'' کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی دونوں آیتوں کو منسوخ کر رہے ہیں، معلوم نہیں کہ یہ کام وہ دانستہ کر رہے ہیں یا غیر دانستہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا کرے۔ منسوخ احادیث جتنی بھی ہوں اور جتنے صحابہ کرامؓ سے منقول ہوں بہرحال منسوخ ہی ہوں گی۔ ڈاکٹر موصوف اپنے خیال میں احادیث کی تعداد بڑھانے کے لئے ص ۲۲ پر لکھتے ہیں ''امام بخاری ومسلم وغیرہما کے ہاں صحیحین میں پائی جاتی ہیں''۔ عرض یہ ہے کہ آپ عبارت کو بار بار بغور پڑھیں ہم نے اس مسئلہ میں کوئی بحث نہیں۔ دوسری بات کہ ڈاکٹر موصوف نے اپنے بے جا دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی بھی مثال پیش نہیں کی اور اسے مبرھن کرنے سے قاصر وعاجز رہا ہے۔ آگے چل کر ڈاکٹر موصوف نے ''تزین العارۃ لتحسین الاشارہ ص ۶۶ کا حوالہ لکھا ہے''۔ جواباً عرض یہ ہے کہ اس رسالے کے مصنف کا نہ حال معلوم ہے نہ اس کا مذھب معلوم ہے۔ ایسے مجھول الحال اشخاص پر دین کا دارومدار نہیں ہوتا۔ (فافہم ولاتکن من الغافلین) اور نہ ہی ان کے کہنے سے قرآن وسنت اور مذہب حنفی کو چھوڑنا جائز ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا اپنی کتاب کے ص ۲۲ پر سطر ۱۵ سے (دوم یہ کہ) سے لے کر سطر ۲۹ (اب

قاعد) تک''۔ یہ دعویٰ بلا دلیل اور دعویٰ غیب پر مبنی ہے اور توجیہ الکلام بمالا یرضیٰ قائلہ ہے۔

علم اصول فقہ میں ہے :**الواجب علی المجتھد طلب حکم الحادثۃ من کتاب اللہ تعالیٰ ثم من سنۃ رسول اللہ ﷺ بصریح النص دلالتہ علی ما مر ذکر فانہ لا سبیل الی العمل بالرأی مع امکان العمل بالنص۔اھ۔** (اصول شاشی ص ۸۱)

دارالعلوم دیوبند کے مولانا مجیب اللہ گونڈوی صاحب نے ''بیان الحواشی شرح اصول الشاشی'' پر لکھا ہے:

ترجمہ : مجتہد پر مسئلہ کا حکم کتاب اللہ سے پھر سنت رسول اللہ ﷺ سے صریح نص سے یا دلالتِ نص سے معلوم کرنا واجب ہے۔ اس طریقہ پر جس کا ذکر (متعلقات نصوص کے بیان میں) گزر چکا ہے اس لئے کہ نص پر عمل کرنا ممکن ہو تو رائے (اور قیاس) پر عمل کرنے کی گنجائش نہیں۔

مولانا حافظ محمد برکت اللہ لکھنوی فرنگی محلی ''احسن الحواشی علی اصول الشاشی'' پر تحریر کرتے ہیں :حاشیہ نمبر ۶۔ **قولہ الواجب علی المجتھد۔۔۔الخ (القرآن)۔ مقدم علی غیرہ لانہ اقوی الدلائل ولکونہ قطعیاً کلاماً ربانیاً مقدما علی الظنی وھذا ھو الذی عملہ علماء الحنفیۃ۔۔۔۔قد وجدنا ظاھریۃ زماننا وھی طائفۃ قلیلۃ یقال لھا غیر المقلدین والموحّدین وھم فی الحقیقۃ الملحدون الذین یطعنون علی السلف والخلف لسوء عقولھم اولئک کالانعام بل اضل سبیلا انہ یلوح من**

قولهم وعملهم انهم یقدمون من احادیث البخاری والمشکوٰة بل الدار قطنی والبیهقی ایضا علی الآی القرانیة وکثیرا من آیاته ینسخونها احادیث الصحیحین ولو احاداً۔ فالحذر الحذر من اقوالهم وافعالهم۔۔اھ۔

یعنی کتاب اللہ دیگر دلائل پر مقدم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام یقینی اور قطعی ہے اور ظنی پر مقدم ہے۔ اور یہ وہ ہے جس پر علماء احنافؒ عمل پیرا ہیں۔ اور ہم نے اپنے زمانے کے اہل ظواہر کو پایا ہے جو ایک چھوٹا سا فرقہ ہے انہیں غیر مقلدین اور موحّدین کہا جاتا ہے حالانکہ درحقیقت یہ ملحدین (گمراہ) ہیں جو کہ سلف وخلف (صالحین) پر اپنی خراب وکم عقلوں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں۔ یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ ان کے قول اور فعل سے ظاہر ہوتا ہے صحیح بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف کی احادیث قرآن کریم پر مقدم ہیں بلکہ دارقطنی اور بیہقی کی احادیث کو بھی قرآن کریم پر مقدم کرتے ہیں، اور بہت سی آیات یہ لوگ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثوں کی وجہ سے منسوخ کردیتے ہیں اگر وہ احادیث خبر احاد ہی کیوں نہ ہوں۔ تو ان کے اقوال وافعال سے اپنے آپ کو بچائیں۔

ڈاکٹر موصوف کا اپنے رسالہ ص ۲۲ سطر ۱۵ پر یہ لکھنا کہ:

''دوم یہ کہ فاضل مصنف کا یہ کہنا'' سے لے کر ص ۲۳ سطر ۹ تک'' تو پر لکھنا''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میرا مطلب وہ نہیں جو فاضل ڈاکٹر مخالف نے بیان فرمایا ہے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل اور دعویٰ علم غیب پر مبنی ہے اور ''توجیه الکلام بمالا یرضیٰ قائلہ'' ہے۔ اور اسی صفحہ ۲۲ پر یہ لکھنا کہ ''اب قاعدہ یہ ہے کہ۔۔ الخ''، تو جواباً عرض ہے کہ اس

قاعدے کا ماٗخذ آپ نے ذکر نہیں کیا اس لئے قابل قبول ہی نہیں۔ اور ص ۲۳ دیکھئے شرح صحیح مسلم۔ اھ۔ اس کو بھی فاضل جارح نے ظاہر نہیں کیا کہ شرح مسلم سے کون سی شرح مراد ہے، کیونکہ ہمیں تو شرح مسلم نووی میں دستیاب ہوا ہے یہ اور نہ ہی الدیباج شرح مسلم السیوطی میں ملا، باقی رہی ہدایہ کی عبارت تو اس میں صاحب ہدایہ نے بات کو واضح کردیا ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ ہے مذھب نہیں۔

ڈاکٹر موصوف نے اضطراب کے مسئلے کو چھیڑتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو غلط اور خود کو پندرہویں صدی کا ممتاز اور ماہر مجدد ثابت کرنے کی (بے جا اور بے باکانہ) کوشش کی ہے۔ مگر اہل علم حضرات اس سے باخبر ہیں کہ القدیم یترک علی قدمہ اور متاٗخر کے فتویٰ سے متقدم کا فتویٰ متاثر نہیں ہوسکتا۔ اس کی تفصیل کے لئے شرح مجلہ مطالعہ فرمائیں۔

ڈاکٹر موصوف کا یہ دعویٰ ص ۲۳ پر کہ ''یہاں غیر ظاہر الروایۃ کا ظاہر الروایۃ کے ساتھ مقابلہ اور ٹکراؤ ہے ہی نہیں بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ اشارہ معہودہ کا ذکر نہ کتب ظاہر الروایۃ میں اور غیر ظاہر الروایۃ میں''۔

باقی یہ بات کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اضطراب کے لئے جتنی شرائط لکھی ہیں۔۔۔ الخ محدث دہلویؒ کی شرائط یہ ہیں جنہیں آپ نے مضطرب حدیث کے لئے ذکر کی ہیں: **وان وقع فی اسناد او متن اختلاف من الرواۃ بتقدیم وتاخیر او زیادۃ ونقصان او ابدال راوٍ أو متن مکان متن او تصحیف فی اسماء السند او اجزا المتن او**

باختصار او حذف او مثل ذالک فالحدیث مضطرب" کے بارے میں لکھنا کہ ان شرائط میں سے کوئی بھی شرط احادیث اشارہ میں موجود نہیں؛ دعویٰ خلاف حقیقت ہے۔ ص ۳۲ پر فتاویٰ سلطانیہ کے حوالہ سے گزرا : کہ مُسبحہ سے اشارہ دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کے قائم مقام ہے اور یہ بھی مختلف کتب کے حوالے سے کہ مثلاً دعائے تضرع میں **یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الابهام والوسطیٰ ویشیر بالسبابة**، جس کا ذکر احادیث کے علاوہ، مبسوط وعالمگیری، بحر الرائق، وغیرہ سے گزرا ہے، وہاں ملاحظہ ہو۔ اور صحیح بخاری ج ا ص ۱۶۲۔۱۶۵ پر ہے۔

وکان ابوبکر لا یلتفت فی صلاته فلما اکثر الناس التفت فاذا رسول الله ﷺ فاشار الیه رسول الله یأمر ان یصلی فرفع ابوبکر یدیه فحمدالله ورجع القهقریٰ۔۔۔الحدیث : مطلب یہ ہے مذکورہ آیاتِ کریمہ کے نزول سے پہلے نماز میں انگشت مُسبحہ (شہادت والی) اٹھانے یا دونوں ہاتھوں کو اٹھانے سے دعا ہوا کرتی تھی مگر آیاتِ مذکورہ سے منسوخ ہوگئی۔ اگر ہم یہ احادیث بھی لے لیں :**عن عبدالله بن الزبیر قال کان رسول الله اذا قعده یدعو وضع یده الیمنیٰ علیٰ فخذه الیمنیٰ ویده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ۔ واشار بأصبعه السبابة ووضع ابهامه علی اصبعه الوسطیٰ ویلقم کفه الیسریٰ رکبته۔** (رواہ مسلم، ومشکوٰۃ ص ۸۵، (اس میں عقد ثلاث وعشرین ہے)

وعن عبدالله بن الزبیر قال کان النبی ﷺ یشیر بأصبعه اذا دعا

ولا یحرکها۔ (رواه ابوداؤد والنسائی وزاد ابوداؤد ولا یجاوز بصره اشارته۔ **عن عبدالله بن الزبیر قال کان رسول الله اذا قعد فی الصلوٰة جعل قدمه الیسریٰ بین فخذه وساقه وفرش قدمه الیمنیٰ ووضع یده الیسریٰ علی رکبته الیسریٰ ووضع یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ واشاره بأصبعه۔**

(مسلم، ج ا، ص ۲۱۶)

مرقاۃ (جلد ۴ صفحہ ۳۲۸) میں ہے :**ان یضم الابهام الی الوسطیٰ المقبضة کالقابض ثلاث وعشرین۔ فان ابن الزبیر رواه کذالک۔ وایضا حاشیة ابن ماجه، ص ۶۵، حاشیہ نمبر ۸، وطیبی ص ۳۴۸۔**

وعن عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال کان رسول الله ﷺ اذا قعد فی التشهد وضع یده الیسریٰ علی رکبته الیسریٰ ووضع یده الیمنیٰ علی رکبته الیمنیٰ وعقد ثلاثة وخمسین واشار بالسبابة وفی روایة کان اذا جلس فی الصلاة وضع یدیه علی رکبتیه ورفع اصبعه الیمنیٰ التی تلی الابهام یدعو بها ویده الیسریٰ علی رکبته باسطها علیها۔ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ ص ۸۴۔۸۵)

مذکورہ احادیث میں سے حدیث عبداللہ بن زبیر میں ماضی استمراری میں بات ذکر کی گئی ہے تو عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ماضی بعید استعمال ہوا ہے۔ عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں ۲۳ کا نشان بنا ہے جبکہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ۵۳ کا نشان ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن عمر کی حدیث کے پہلے حصے میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ

تشہد میں بیٹھے تو پہلے بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھا اور پھر دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر اور ۵۳ کا نشان بنا کر سبابہ انگلی سے اشارہ کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں بیٹھے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ کر اور وہ انگلی جو کہ انگوٹھے کے ساتھ ہے اس سے دعا کرتے تھے اور بایاں ہاتھ، بائیں گھٹنے پر اس طرح رکھا کہ انگلیاں کشادہ رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے ان احادیث کو مضطرب قرار دیا۔ اگر چمگادڑ کو دن میں سورج نظر نہیں آتا تو یہ سورج کا قصور نہیں بلکہ چمگادڑ کا قصور و کمزوری ہے۔ (تفصیل دوسرے رسالے میں آئے گی۔ ان شاء اللہ)

یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورہ دو (۲) روایات یدعوا اور دعا کرنا اس پر واضح دلیل ہے کہ اشارہ، دعا کرنے کے لئے تھا اور اس سے دعا کی ایک قسم مراد ہے مگر بعد میں نماز میں سکون کے لئے منسوخ ہو گئیں۔ اور لوگوں میں مروجہ اشارہ اس سے ہرگز مراد نہیں۔

عجوبہ! ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں ص ۲۹۶ پر کہ عبداللہ بن زبیرؓ والی حدیث مسلم میں تین سندوں سے مروی ہے۔ پہلی سند بواسطہ عثمان بن حکیم اور دو سندیں بواسطہ ابن عجلان ہیں اور کسی بھی سند میں ۲۳ (تئیس) کا عقد مذکور نہیں''۔

آیئے ناظرین کرام صحیح مسلم میں دیکھیں۔

۱۔ حدثنا محمد بن معمر بن ربعی القیسی قال نا ابوھشام المخزومی عن عبدالواحد وھو ابن زیاد قال نا عثمان بن حکیم قال حدثنی عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ۔۔ الخ

۲۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث عن ابن عجلان ح و حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ و اللفظ لہٗ قال نا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔۔ و اشار باصبعہ السبابۃ و وضع ابھامہ علی اصبعہ الوسطی۔۔۔ الخ۔ اور اس کو سب ماہرین حساب تیئس (۲۳) کا نشان کہہ رہے ہیں مگر ڈاکٹر موصوف نے (محدثین کی اصطلاح کے مطابق ایک سند کو) دو بتا کر ۲ حدیثوں سے تین حدیثیں بنا دی ہیں اور دوسرا تئیس کا انکار کر کے دوسری نمبر حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ یہ کھلی سوفسطائی نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بھی اس کو ایک ہی شمار کیا ہے اور اس کو ۱۲۰۹ نمبر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۶۵، فرید بک اسٹال)

اور صحیح ابن خزیمہ کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا تشھد وضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ و وضع یدہ الیمنیٰ و اشار باصبعہ السبابۃ ولایجاوز بصرہ اشارتہ۔ اگر پہلے ذکر شدہ روایت عبداللہ بن زبیر میں ہے کان۔۔۔۔۔ لا یحرکھا۔ مگر خزیمہ والی حدیث میں یہ لفظ نہیں اور نہ اس میں طریقہ اشارہ بتایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

باب دوم: اس باب میں ہم پہلے ان احادیث میں کچھ ذکر کریں گے جن سے استدلال کرتے وقت پتہ نہیں کسی مجتہد سے غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے آئندہ آنے والوں نے بلا تحقیق ان

کے قدم پر قدم رکھا اور اس سے مروجہ اشارہ قعدہ ثابت کیا۔ عرض یہ ہے کہ صحاح ستہ میں صحیح بخاری میں ہمیں اس نوعیت کی کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے ہم صحیح مسلم سے شروع کرتے ہیں : صحیح مسلم میں باب صفۃ الجلوس فی الصلوٰۃ وکیفیۃ وضع الیدین علی الفخذین میں پانچ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔ حدثنا محمد بن معمر بن ربعی القیسی قال نا ابو ھشام المخزومی عن عبدالواحد وھو ابن زیاد قال نا عثمان بن حکیم قال حدثنی عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ (یعنی عبداللہ) قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قعد فی الصلوٰۃ جعل قدمہ الیسریٰ بین فخذہ وساقہ وفرش قدمہ الیمنیٰ ووضع یدہ الیسریٰ علی رکبتہ الیسریٰ ووضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ واشار باصبعہ۔

۲۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث عن ابن عجلان ح وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ قال نا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قعد یدعو وضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ ووضع الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ واشار باصبعہ السبابۃ ووضع ابہامہ علی اصبعہ الوسطیٰ (اسے تئیس ۲۳ کا نشان کہتے ہیں) ویلقم کفہ الیسریٰ رکبتہ۔

۳۔ وحدثنا محمد بن رافع وعبد بن حمید قال عبد انا وقال ابن رافع نا عبدالرزاق قال نا معمر عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنیٰ التی

تلی الابہام فدعابہا ویدہ الیسریٰ علی رکبتہ باسطہا علیہا (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۱۶)

۴۔ وحدثنا عبد بن حمید قال نا یونس بن محمد قال نا حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسریٰ علی رکبتہ الیسریٰ ووضع یدہ الیمنیٰ علی رکبتہ الیمنیٰ وعقد ثلاثۃ وخمسین اشار بالسبابۃ (نوٹ ابن الزبیر والی حدیث میں ۲۳ کا اور اس میں ۵۳ کا عقد ہے اور دونوں روایات مسلم میں ہیں۔ تو ڈاکٹر موصوف کا انکار ماسوائے جہالت کے اور کیا ہے!)

۵۔ حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالک عن مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن المعاوی انہ قال رانی عبداللہ بن عمر وانا اعبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ فلما انصرف نہانی فقال اصنع کما کان رسول اللہ ﷺ یصنع قلت وکیف کان رسول اللہ ﷺ یصنع قال کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ وقبض اصابعہ کلہا واشار باصبعہ التی تلی الابہام ووضع کفہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ۔

(مسلم ج ۱، ص ۲۱۶) رواہ ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۴۲، باب ۱۱ الاشارۃ فی التشہد)

نوٹ : حدیث نمبر ۳ جو مروی ہے عبداللہ بن عمرؓ سے اس میں ہے وضع یدیہ علی رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنیٰ التی تلی الابہام فدعابہا۔ یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور

دائیں انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اس سے دعا کی۔

حدیث نمبر :۴ جو عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اس میں ہے وعقد ثلاثا وخمسین واشار بالسبابة۔ یعنی ۵۳ کا عقد بنایا اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا۔ حدیث نمبر ۵ : عبداللہ بن عمر سے ہی مروی ہے اس میں ہے :وضع کفیه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام۔اھ۔ یعنی ساری انگلیاں بند کر کے شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا۔ ۱۲۔ اور حدیث نمبر ا صحیح مسلم والی، ابوداؤد، ج ا ص ۱۴۲ باب الاشارہ فی التشہد میں بھی مذکور ہے۔

۶۔ حدثنا ابراهیم بن الحسن الصیصی نا حجاج عن ابن جریج عن زیاده عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبدالله عن عبدالله بن الزبیر انه ذکر ان النبی ﷺ کان یشیر باصبعه اذا دعا ولایحرکها قال ابن جریج وزاد عمرو بن دینار قال اخبرنی عامر عن ابیه انه رأی النبی ﷺ یدعو کذالک ویحملن النبی ﷺ یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ۔

۷۔ حدثنا محمد بن بشار نا یحییٰ نا ابن عجلان عن عامر بن عبدالله ابن الزبیر عن ابیه بهذا الحدیث قال لایجاوزه بصره اشارته۔ وحدیث حجاج اتم۔

۸۔ حدثنا عبدالله بن محمد عن نفیلی نا عثمان یعنی ابن عبدالرحمن نا عصام بن قدامه من بنی عن مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ واضعا ذراعه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ رافعا اصبعه السبابة قدحنا ها شیئا۔ (ابوداؤد،

ج ا، ص ۱۴۲)

۹۔ حدثنا احمد بن محمد بن شبوی ومحمد بن رافع قالا نا عبدالرزاق انا معمر عن الزهری عن انس بن مالک ان النبی ﷺ کان یشیر فی الصلوٰة۔ (ابوداؤد، ج ا، ص ۱۳۶، باب الاشارة فی الصلوٰة)

۱۰۔ اخبرنا محمد بن عبدالله بن یزید المقری قال حدثنا سفیان قال حدثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال اتیت رسول الله ﷺ فرأیته یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة حتی یحاذی الیسریٰ ونصب الیمنیٰ ووضع یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ ونصب اصبعه للدعاء ووضع یده الیسریٰ علی رجله الیسریٰ قال ثم اتیتهم من قابل فرأیتهم یرفعون ایدیهم فی البرانس۔ (نسائی: ج ا، ص ۱۷۳)

باب موضع الیدین عند الجلوس للتشهد الاول:

۱۱۔ اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا اسمٰعیل وهو ابن جعفر عن مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن عن معاوی عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه انه رأی رجلا یحرک الحصیٰ بیده وهو فی الصلوٰة فلما انصرف قال له عبدالله لا تحرک الحصیٰ فانت فی الصلوٰة فان ذلک من الشیطن ولکن اصنع کما کان رسول الله ﷺ یصنع قال وکیف کان یصنع قال فوضع یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ واشار باصبعه التی تلی الابهام فی القبلة ورمیٰ ببصره الیها او نحوها ثم قال هکذا

رأیت رسول اللہ ﷺ یصنع۔ (باب موضع البصر فی التشہد: نسائی، ج ۱، ص ۱۷۳)

۱۲۔ اخبرنی زکریا بن یحییٰ السجزی یعرف بخیاط السنة نزل بدمشق احد الثقاة قال حدثنا الحسن بن عیسیٰ قال اخبرنا ابن المبارک قال حدثنا مخرمة بن بکیر قال اخبرنا عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه قال کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الإثنین او فی الاربع یصنع یدیه علی رکبتیه ثم اشار باصبعه ۔(نسائی، ج ۱، ص ۱۷۳، باب الاشارة بالاصبع فی التشہد الاول)

۱۳۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة نا وکیع عن عصام بن قدامة عن مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ واضعاً یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ فی الصلوٰة ویشیر باصبعه۔

۱۴۔ حدثنا علی بن محمد ثنا عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال رأیت النبی ﷺ قد یحلق الابهام والوسطیٰ ورفع التی تلیها یدعو بها فی التشہد۔

۱۵۔ حدثنا محمد بن یحییٰ والحسن بن علی واسحق بن منصور قالوا ثنا عبدالرزاق انبأ معمر عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنه ان النبی ﷺ کان اذا جلس فی الصلوٰة وضع یدیه علی رکبتیه ورفع اصبعه الیمنیٰ التی تلی الابهام فیدعو بها والیسریٰ علی رکبتیه باسطا علیها۔(ابن ماجه، ج ۱، ص ۶۵، باب

الاشارة فی التشہد، دو حدیثوں میں لفظ دعا ہے)۔

۱۶۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابوبکر نا بندار نا محمد بن جعفر نا شعبة عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی ﷺ فکبر حین دخل فی الصلاة ورفع یدیه وحین أراد أن یرکع رفع یدیه وحین رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه ووضعه کفیه وجافیٰ یعنی فی السجود فرش فخذه الیسریٰ واشار باصبعه السبابة یعنی فی الجلوس فی التشہد۔

۱۷۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابوبکر نا محمد بن یحییٰ نا وهب بن جریر نا شعبة عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر الحضرمی ان رسول اللہ ﷺ رفع یدیه حین رکع وحین رفع رأسه من الرکوع وقال حین سجد هکذا وجافیٰ یدیه عن ابطیه ووضع فخذه الیمنیٰ علی فخذه الیسریٰ وقال هکذا ونصب وهب السبابة وعقد بالوسطیٰ واشار محمد بن یحیی ایضاً بسبابته وحلق بالوسطیٰ والابهام وعقد بالوسطیٰ (صحیح ابن خزیمة ج ۱، ص ۳۶۷، باب وضع الفخذ الیمنیٰ علی الفخذ الیسریٰ فی الجلوس فی التشہد)

۱۸۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابوبکر نا عبدالجبار بن العلاء نا سفیان حدثنی یحییٰ بن سعید عن مسلم ثمّ لقیت مسلما فحدثنی مسلم بن ابی مریم حدثنی علی بن عبدالرحمن المعاوی قال صلیت الظهر الی جنب ابن عمر وحدثنا ابو موسیٰ ویحییٰ بن حکیم وسعید بن عبدالرحمن المعاوی وقال یحییٰ بن حکیم قال

سمعت علی بن عبدالرحمن الانصاری یقول صلیت الی جنب ابن عمر قلبت الحصیٰ فقال لا تقلب الحصیٰ ولکن افعل کما رأیت رسول اللہ ﷺ یفعل قلت وکیف رأیتہ یفعل قال ھکذا فوضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ ویدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ ورفع اصبعہ السبابۃ۔ وزاد یحییٰ ایضاً قال حدثنا سفیان قال کان یحییٰ بن سعید حدثنا بھذا الحدیث عن مسلم بن ابی مریم فلقیت انا مسلما فسألتہ فحدثنی بہ وقال المخزومی فی حدیثہ فوضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ وعقد اصبعین وحلق الوسطیٰ واشار بالتی تلی الابھا ووضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ۔ (صحیح ابن خزیمۃ، ج۲ ص ۳۷۴، ۳۷۵، باب وضع الیدین علی الرکبتین فی التشھد الاول والثانی۔ والاشارۃ بالسبابۃ من الیدالیمنیٰ)

۱۹۔ اخبرنا ابوطاھر نا ابوبکر ھارون بن اسحق نا ابن فضیل وحدثنا الاشج نا ابن ادریس وحدثنا علی بن خشرم اخبر عبداللہ یعنی ابن ادریس وحدثنا عبدالجبار بن السلمیٰ وسعید بن عبدالرحمن قالا حدثنا سفیان کلھم عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر وھذا الفظ حدیث ابن فضیل۔ قال کنت فی من أتیٰ النبی ﷺ فقلت :لأنظرن الی صلاۃ رسول اللہ ﷺ کیف یصلی؟ فلما جلس افترش رجلہ الیسریٰ، ثم وضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ، ثم وضع حد مرفقہ الأیمن علی فخذہ الیمنیٰ، ثم عقد یعنی ثنتین ثم حلق وجعل یشیر بصباحۃ

یدعو۔

وقال ابن خشرم وحلق بالوسطیٰ والابھام ورفع التی بینھا یدعو بھا یعنی المسبحۃ۔ (صحیح ابن خزیمہ، ج ۱، ص ۳۷۵)

۲۰۔ اخبرنا ابوطاھر نا ابوبکر نا محمد بن یحییٰ نا معاویۃ بن عمرو حدثنا زائدۃ نا عاصم بن کلیب الجرمی اخبرنی ابی ان وائل بن جحر اخبرنی قال قلت لانظرنَّ الی صلاۃ رسول اللہ ﷺ کیف یصلی قال فنظرت الیہ یصلی فکبر فذکر بعض الحدیث وقال ثم قعد فافترش رجلہ الیسریٰ ووضع کفہ الیسریٰ علی فخذہ ورکبتیہ الیسریٰ وجعل حد مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنیٰ ثم قبض ثنتین من اصابعہ وحلق حلقۃ ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرکھا یدعو بھا۔ (صحیح ابن خزیمہ، ج ۱، ص ۳۷۶، باب صفۃ وضع الیدین علی رکبتین فی التشھد وتحریک السبابۃ عند الاشارۃ بھا)

۲۱۔ أنا ابوطاھر نا ابوبکر نا ھارون بن اسحق حدثنا ابن بھز عن عصام بن قدامۃ عن مالک الخزاعی عن ابیہ قال رأیت النبی ﷺ فی الصلوٰۃ واضعا یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ وھو یشیر باصبعہ۔ اخبرنا ابوطاھر نا ابوبکر نا محمد بن رافع حدثنا یحییٰ بن آدم عن عصام فذکر الحدیث۔

(ابن خزیمۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۷۶، المکتب الاسلامی)

۲۲۔ اخبرنا ابوطاھر نا ابوبکر ناعبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ نا

الفضل ناعصام بن قدامة الجذلی حدثنی مالک بن نصیر الخزاعی من اهل البصرة ان اباه حدثه انه رأی رسول اللہ ﷺ قاعدا فی الصلوٰۃ واضعا ذراعه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ رافعا اصبعه السبابة قد احناها شیئا وهو یدعو۔

(صحیح ابن خزیمة، ج ۱، ص ۳۷۶، باب حنی السبابة عند الاشارة بها فی التشهد)

۲۳۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابو بکر نا محمد بن یحییٰ نا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیه علی رکبتیه ورفع اصبعه التی تلی الابهام الیمنیٰ فیدعو بها ویده الیسریٰ علی رکبتیه باسطها علیه۔ (ابن خزیمة، ج ۱، ص ۳۷۷، باب بسط ید الیسریٰ عند وضعه علی الرکبة الیسریٰ فی الصلوٰۃ)

۲۴۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابو بکر نا بندار نا یحییٰ بن سعید نا ابن عجلان عن عامر بن عبداللہ بن زبیر عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا تشهد وضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ووضع یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ واشار باصبعه السبابة لایجاوز بصره اشارته (صحیح ابن خزیمة، ج ۱، ص ۳۷۷، باب ان النظر الی السبابة عند الاشارة فی التشهد)

۲۵۔ اخبرنا ابو طاهر نا ابو بکر نا علی بن حجر نا اسمعیل یعنی ابن جعفر نا مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن المعاوی عن عبداللہ بن عمر انه رأی رجلا

یحرک الحصیٰ بیده فهو فی الصلوٰۃ فلما انصرف قال له عبداللہ لا تحرک الحصیٰ وانت فی الصلوٰۃ فان ذلک من الشیطن ولکن اصنع کما کان رسول اللہ ﷺ یصنع قال فوضع یده الیمنیٰ علی فخذه واشار بأصبعه التی تلی الابهام الی القبلة۔ ورمیٰ ببصره الیها او نحوها ثم قال هکذا رأیت رسول اللہ یصنع۔ (صحیح ابن خزیمة، ج ۱، ص ۳۷۷/۳۷۸، باب الاشارة بالسبابة الی القبلة فی التشهد)

اخبرنا عمر بن سعید بن سنان قال اخبرنا احمد بن ابی بکر عن مالک عن مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن المعاوی انه قال رأی ابن عمر وانا اعبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ فلما انصرف نهانی وقال اصنع کما کان رسول اللہ ﷺ یصنع قال کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ووضع کفه الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ۔ (صحیح ابن حبان، ج ۳، ص ۱۵۷، باب ذکر وضع الیدین علی الفخذین فی التشهد للمصلی)

۲۷۔ اخبرنا عمران بن موسیٰ بن مجاشع قال حدثنا عثمان بن ابی شیبة قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه قال کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الرکعتین افترش الیسریٰ ونصب الیمنیٰ ووضع ابهامه علی الوسطیٰ واشار بالسبابة و وضع کفه الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ والقم کفه الیسریٰ رکبته۔ (صحیح ابن حبان، ج ۳، ص ۱۵۷، باب ذکر البیان

بان المصلی فی التشهد للمصلی یجب ان یضع کفه السیریٰ علی فخذه الیسریٰ ورکبته والیمنیٰ علی الیمنیٰ منها)

۲۸۔ اخبرنا عمر بن محمد الاهمز انی قال حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ القطان قال حدثنا ابن عجلان عن عامر بن عبدالله بن الزبیر عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا تشهد وضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ووضع یده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ۔ واشار باصبعه السبابة لایجاوز بصره اشارته۔ (صحیح ابن حبان، ج۳، ص ۱۵۷، باب ذکر وصف مایجعل المرأ أصابعه عندالاشارة فی التشهد)

۲۹۔ اخبرنا محمد بن عمر بن یوسف قال حدثنا سلم بن خیادة قال حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قدمنا المدینة وهم ینفضون ایدیهم من تحت الثیاب فقلت لانظرن الی صلوٰة رسول الله ﷺ قال فکبر حین افتتح الصلوٰة ورفع یدیه حتی رأیت ابهامیه قریباً من اذنیه قال ثم اخذ شماله بیمینهٖ فلما رکع رفع یدیه فلما رفع رأسه بین یدیه فی الموضع من وجهه فلما جلس افترش قدمیه ووضع مرفقه الایمن علی فخذه الیمنیٰ وقبض خنصره والتی تلیها وجمع بین ابهامه والوسطیٰ ورفع التی تلیها یدعوبها۔ (صحیح ابن حبان، ج۳، ص ۱۵۸، باب ذکر العلة التی من اجلها کان یشیر المصطفیٰ ﷺ بالسبابة فی الموضع الذی وصفناه)

۳۰۔ اخبرنا ابویعلی حدثنا مجاهد بن موسیٰ المخرمی حدثنا شعیب بن حرب

المدائنی حدثنا عصام بن قدامة الجدلی اخبرنا مالک بن نمیر الخزاعی ان اباه حدثه انه رأی رسول الله ﷺ فی الصلوٰة واضعا الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ رافعا اصبعه السبابة قدحناه شیئا وهو یدعو۔ (صحیح ابن حبان، ج۳، ص ۱۵۸، باب ذکر مایستحب للمصلی عندالاشارة التی وصفناها ان یحیینا سبابته قلیلا)

۳۱۔ اخبرنا ابن خزیمة قال حدثنا علی بن حجر قال حدثنا اسمعیل بن جعفر قال حدثنا مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن عن معاوی عن ابن عمر انه رأی رجال یحرک الحصیٰ بیده وهو فی الصلوٰة فان ذلک من الشیطن ولکن اصنع کما کان رسول الله یصنع قال فوضع یده الیمنیٰ علی فخذه واشار باصبعهٖ التی تلی الابهام الی القبلة رمی ببصره الیها او نحوها ثم قال هکذا رأیت رسول الله ﷺ یصنع۔ (صحیح ابن حبان، ج۳، ص ۱۵۸ ۔ ۱۵۹، باب ذکر البیان بان الاشارة بالسبابة یجب ان تکون الی القبلة)

۳۲۔ عن علی بن عبدالرحمن المعاوی انه قال رانی عبدالله بن عمر وانا اعبث بالحصیٰ فی الصلوٰة فلما انصرفت نهانی وقال اصنع کما کان رسول الله یصنع فقلت وکیف کان رسول الله یصنع قال کان اذاجلس فی الصلوٰة وضع کفه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ووضع کفه الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ وقال هکذا کان یفعل۔ (مؤطا امام مالک علیه الرحمة، ص ۷۴، باب العمل فی الجلوس فی الصلوٰة)

۳۳۔أخبرنا مالک اخبرنا مسلم بن ابی مریم عن علے ابن عبد الرحمن المعاوی انه قال رانی عبد الله بن عمر وانا اعبث بالحصی فی الصلوة فلما انصرفت نهانی وقال اصنع کما کان رسول الله ﷺ یصنع فقلت کیف کان رسول الله ﷺ اذا جلس فی الصلوٰة وضع کفه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ووضع کفه الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ قال محمد وبصنیع رسول الله ﷺ نأخذ وهو قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ فاما تسویة الحصیٰ فلابأس تسویته مرة واحدة وترکها افضل وهو قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ (مؤطا امام محمد، ص ۱۰۸-۱۰۹، باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰة ومایکره من تسویته)

۳۴۔حدثنا بندار نا ابو عامر العقدی نا فلیح بن سلیمان المدنی نا عباس بن سهل الساعدی قال اجتمع ابو حمید وابو السید وسهل بن سعد ومحمد بن سلمة فذکروا صلوٰة رسول الله ﷺ فقال ابو حمید انا اعلم بصلوٰة رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ جلس یعنی للتشهد فافترش رجله الیسریٰ واقبل بصدر الیمنیٰ علی قبلته ووضع کفه الیمنیٰ علی رکبته الیمنیٰ وکفه الیسریٰ علی رکبته الیسریٰ واشار باصبعه یعنی السبابة قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح وبه یقول بعض اهل العلم وهو قول الشافعی و احمد واسحق۔ (ج ۱، ص ۳۹، ترمذی، باب کیف الجلوس فی التشهد)

مؤطا امام محمدؒ میں نماز میں کنکریوں کو برابر کرنے اور اس کو مکروہ ثابت کرنے کے

لئے مذکورہ حدیث بیان کی اور آخر میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے فعل کے مطابق ہم بھی کرتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ پس ایک بار کنکریاں برابر (درست) کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ کرنا بہتر ہے یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اعلم بمذاہب العلماء ”شرح معانی الآثار“ میں تحریر کرتے ہیں:

۱۔ حدثنا فهد بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید قالا انا یونس بن بکیر قال انا محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عقبه عن ابی غطفان بن طریف عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ التسبیح للرجال والتصفیح للنساء ومن اشار فی صلاته اشارة تفهم منه فلیعدها۔ (معانی الآثار، ج ۱، ۲۹۶، باب الاشارة فی الصلوٰة) یہ حدیث امام ابوداؤد نے اپنی سنن ابی داؤد میں بھی ذکر کی ہے۔

۲۔ حدثنا عبدالله بن سعید نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن یعقوب بن عتبه بن الاخنس عن ابی غطفان عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰة والتصفیق للنساء ومن اشار فی صلوٰته اشارة تفهم عند فلیعدلها یعنی الصلاة۔ (ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۳۶،، باب الاشارة فی الصلوٰة) یعنی کچھ تغیر کے ساتھ سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔

وقد امر رسول الله ﷺ بتسکین الاطراف فی الصلوٰة۔

۳۔ حدثنا بذلک فهد قال ثنا محمد بن سعید قال انا شریک عن الاعمش عن

المسیّب بن رافع عن جابر بن سمرة قال دخل رسول اللہ ﷺ المسجد فرأی قوما یصلون وقد رفعوا ایدیھم فقال مالی اراکم ترفعون ایدیکم کأنھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ۔ فلما امر رسول اللہ ﷺ بالسکون فی الصلوٰۃ وکان رد السلام بالاشارۃ فیه خروج من ذلک لان فیه رفع الید وتحریک الاصابع ثبت بذالک انه قد دخل فیما امر به رسول اللہ ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلوٰۃ وھذا القول الذی بینا فی ھذا الباب قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ وابی یوسف علیہ الرحمۃ ومحمد علیہ الرحمۃ

امام طحاویؒ نے فرمایا : نماز میں رسول اللہ ﷺ نے تمام اعضاء کو ساکن رکھنے کا حکم فرمایا: اس کے بارے میں آپ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ جابر بن سمرہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ مسجد تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے نماز میں ہی ہاتھ اٹھائے تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمھیں نماز میں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں، نماز میں سکون رکھو۔ (یعنی تمام اعضاء کو ساکن رکھو) اور نماز میں اس سے پہلے سلام کا جواب اشارے سے دیا جاتا تھا اس میں اس کا نماز سے خارج ہونا ہے کیونکہ سلام کے جواب میں ہاتھوں کو اٹھانا اور انگلیوں کا ہلنا تھا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہاتھوں اور انگلیوں کا نماز میں ہلانا آپ ﷺ کے حکمِ تسکین میں داخل ہوا جس کا آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ بدن کے اطراف (اعضاء) کو نماز میں مت ہلانا۔ اس کو ہم نے

اس باب میں بیان کیا اور یہ قول امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا ہے۔ (شرح معانی الاثار، ج ۱، ص ۲۹۸)

مندرجہ بالا حدیث شریف کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں بھی ذکر کیا ہے وھو ھذا۔

(۴) حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة وابو کریب قالا نا ابومعاویة عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفه عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کأنھا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ ۔اھ۔ وفی نخب الافکار فی تنقیح مبانی الأخبار فی شرح معانی الآثار ، ج ۹، ص ۱۵۰ ۔ ۱۵۱) سے ماخوذ ہے۔

نتیجہ اور ضروری وضاحت:

درحقیقت جس طرح کتب ظاہر الروایت میں تشہد میں اشھد ان لاالہ پڑھتے وقت اشارہ کرنے کا ثبوت نہیں ایسے ہی نوادر میں بھی نہیں۔ اور موطا امام محمد کی عبارت سے مروجہ اشارہ ثابت نہیں ہوسکتا مگر "**کلم الناس علی قدر عقولھم**" کے مطابق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ کتب ظاہر الروایت کے مقابلے میں نوادر پر عمل نہیں جیسا کہ آپ نے ھدایہ میں نوادر میں سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت نقل کی کہ نوادر میں ہونے کے باوجود اس لئے ماخوذ اور قابل عمل نہیں کہ کتب ظاہر الروایت کے مقابل ہے۔ صاحب ہدایہ نے نوادر اور ہارونیات کی روایت کو اپنے اس قول سے رد کیا۔

وجه الظاهر ان العجز ثابت حقيقة فلا يزول حكمه الا بيقين مسئلة يعنى ظاہر الروایت کو ترجیح دی ہے اور فرمایا کہ ظاہر الروایت کو قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقی طور پر ثابت ہے تو اس کا حکم زائل نہیں ہوسکتا مگر اس سے جو اس کی طرح یقینی ہو۔ (ہدایہ، ص ۵۳)

۵۔ حدثنا يحيىٰ بن سليمان قال حدثنى ابن وهب قال اخبرنى عمرو عن بكير عن كريب ان ابن عباس والمسور بن مخرمه وعبدالرحمن ابن ازهر ارسلوه الى عائشة رضى الله عنهما فقالوا اقرأ عليها السلام منا جميعا وسلها عن الركعتين بعد صلوٰة العصر وقل لها انا اخبرنا انک تصليها وقد بلغنا ان النبى ﷺ نهىٰ عنهما وقال ابن عباس وكنت اضرب الناس مع عمر بن الخطاب عنها قال كريب فدخلت على عائشة رضى الله عنها فبلغتهما فارسلونى فقالت سل ام سلمة فخرجت اليهم فاخبرتهم بقولها فردّونى الى ام سلمة رضی اللہ عنہا بمثل ما ارسلونى به الى عائشة رضی اللہ عنہا فقالت ام سلمة سمعت النبى ﷺ ينهىٰ عنها ثم رأيته يصليهما حين صلى العصر ثم دخل على وعندى نسوة من بنى حرام من الانصار فارسلت اليه الجارية فقلت قومى قولى له تقول لک ام سلمة يا رسول الله ﷺ سمعتک تنهىٰ عن هاتين واراک تصليهما فان اشار بيده فاستأخرى عنه ففعلت الجارية فاشاره بيده فاستخرت عنه فلما انصرف قال بنت ابى امية سالت عن الركعتين بعد العصر وأنه أتانى ناس من عبدالقيس فشغلونى عن الركعتين اللیتن بعد الظهر

فهما هاتان۔ (صحيح البخارى، ج ۱، ص ۱۶۵، ص ۱۶۴، باب اذ كلّم وهو يصلى فاشار بيده واستمع)

۶۔ حدثنا قتيبة ابن سعيد قال حدثنا يعقوب بن عبدالرحمن عن ابى حازم عن سهل ابن سعد الساعدى ان رسول الله ﷺ بلغه ان بنى عمرو بن عوف كان بينهم شئ فخرج رسول الله ﷺ يصلح بينهم فى اناس معه فحبس رسول الله ﷺ وحانت الصلوٰة فجاء بلال رضی اللہ عنہ الى ابى بكر رضی اللہ عنہ فقال يا ابابكر رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قد حبس وقد حانت الصلوٰة فهل لک ان تؤم الناس قال نعم ان شئت فاقام بلال رضی اللہ عنہ وتقدم ابوبكر رضی اللہ عنہ فكبر للناس وجآء رسول الله ﷺ يمشى فى الصفوف حتى قام فى الصف فاخذ الناس فى التصفيق وكان ابوبكر رضی اللہ عنہ لا يلتفت فى صلاته فلما اكثر الناس التفت فاذا رسول الله فاشار اليه رسول الله ﷺ يأمره ان يصلى فرفع ابوبكر رضی اللہ عنہ يديه فحمدالله ورجع القهقرى ورآء ہ حتى قام فى الصف فتقدم رسول الله ﷺ فصلى للناس فلما فرغ اقبل على الناس الخ۔ (صحيح بخارى)

۷۔ حدثنا عبدالله بن مسلمه قال حدثنا عبدالعزيز بن ابى هازم عن ابيه عن سهل بن سعد قال خرج النبى ﷺ يصلح بين بنى عمرو بن عوف وحانت الصلوٰة فجاء بلال ابابكر رضی اللہ عنہ فقال حبس النبى ﷺ فقام الناس قال نعم ان شئتم فاقام بلال الصلوٰة فتقدم ابوبكر فصلى فجاء النبى ﷺ يمشى فى الصفوف يشقها شقا

حتى قام فى الصف الاول واخذ الناس فى التصفيح فقال سهل هل تدرون ما التصفيح هو التصفيق وكان ابوبكر لا يلتفت فى الصلوٰة فلما اكثرو التفت فاذا النبى ﷺ فى الصف فاشار اليه مكانك فرفع ابوبكر يديه فحمدالله ثم رجع ورائه فتقدم رسول الله ﷺ فصلى۔ (صحيح بخارى، ج ۱، ص ۱۶۰، باب ما يجوز من التسبيح والحمد فى الصلوٰة للرجال)

۸۔ حدثنا قتيبة قال حدثنا عبدالعزيز عن ابى حازم عن سهل (وفيه ايضاً فرفع ابوبكر يديه فحمدالله) (صحيح بخارى، ج ۱، ص ۱۶۲، باب رفع الايدى فى الصلوٰة لامر ينزل به)

۹۔ حدثنا يحيىٰ بن سليمان قال حدثنى ابن وهب قال حدثنى الثورى عن هشام عن فاطمة عن اسماء قالت دلت على عائشة رضی اللہ عنہا وهى تصلى قائمة والناس قيام فقلت ما شان الناس فأشارت برأسها الى السماء فقلت اية فاشارت برأسها اى نعم۔ (صحيح بخارى، ج ۱، ص ۱۶۵، باب الاشارة فى الصلوٰة)

اس کے حاشیہ ۷ پر ہے ۱۰ :۔ وهذ الحديث قطعة من حديث سبق فى باب من اجاب الفتيا بإشارة اليد والرأس ص ۱۸، ج ۱)

۱۱۔ وفى باب صلوٰة النساء مع الرجال فى الكسوف (ج ۱، ص ۱۴۴)

۱۲۔ حدثنا اسمعيل قال حدثنا مالك عن هشام عن ابيه عن عائشة زوج النبى ﷺ انها قالت صلى رسول الله ﷺ فى بيته وهو شاك جالسا وصلى وراءه

قوم قياما فاشار اليهم ان اجلسوا فلما انصرف قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركع فاركعوا واذا رفع فارفعوا۔ (صحيح البخارى، ج ۱، ص ۱۶۵)

۱۴۔ وحدثنى يحيىٰ بن يحيىٰ قال قرأت على مالك عن ابى حازم سهل بن سعد الساعدى ان رسول الله ﷺ ذهب الى بنى عمرو بن عوف :الحديث كما مرّ فى البخارى۔ (مسلم، ج ۱، ص ۱۸۹، ۱۷۹، باب تقديم الجماعة من يصلى بهم اذا تاخر الامام ولم يخافوا مفسدة بالتقديم)

۱۵۔ حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا عبدالعزيز يعنى ابى حازم وقال قتيبة ثنا يعقوب وهو ابن عبدالرحمن القارى كلاهما عن ابى حازم فرفع ابوبكر يديه فحمدالله ورجع القهقرىٰ وراءه حتى قام فى الصف۔ (مسلم حق، ص ۱۸۰، باب مذكور)

۱۶۔ محمد بن عبدالله بن بزيع قال انا عبدالله على قال نا عبيدالله عن ابى حازم عن سهل بن سعد الساعدى قال ذهب نبى الله ﷺ يصلح بين بنى عمرو بن عوف الحديث :(صحيح مسلم، ج ۱، ص ۱۸۰)

۱۷۔ حدثنا القعنبى عن مالك عن ابى حازم بن دينار عن سهل بن سعد :الحديث وفيه أيضا رفع ابوبكر رضی اللہ عنہ يديه فى الصلوٰة (ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۳۵، ۱۳۶، باب التصفيق فى الصلوٰة)

۱۸۔ اخبرنا اسمعيل بن مسعود رضی اللہ عنہ قال حدثنى يحيىٰ بن سعيد قال حدثنا اسمعيل بن ابى خالد قال حدثنى الحارث بن سهل عن ابى عمرو الشيبانى عن زيد

بن ارقم کان الرجل یکلم صاحبه فی الصلوٰة بالحاجة علی عهد رسول الله ﷺ حتی نزلت هذه الآیة حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ وقوموا الله قانتین؛ فامرنا بالسکوت (النسائی، ج ا، ص ۱۸۱، باب الکلام فی الصلوٰة، نسائی المجتبیٰ)

۱۹۔ اخبرنی محمد بن عبدالله بن عمار قال حدثنا ابن ابی غنیه واسمهٗ یحییٰ بن عبدالملک والقاسم بن الجرمی عن سفیان عن زبیر بن عدی عن کلثوم عن عبدالله بن مسعود وهذا حدیث القاسم قال کنت اٰتِی النبی ﷺ وهو یصلی فنسلم علیه فیرد علیَّ فاتیته فسلمت علیه وهو یصلی فلم یرد علیّ فلما سلّم اشار الی القوم فقال ان الله عزوجل یعنی احدث فی الصلوٰة ان لاتکلموا الّا بذکر الله وما ینبغی لکم وان تقوموا الله قانتین۔ (نسائی مجتبیٰ، ج ا، ص ۱۸۱)

۲۰۔ اخبرنا الحسین بن جریث قال حدثنا سفیان عن عاصم بن ابی وائل عن ابن مسعود قال کنا نسلم علی النبی ﷺ فیرد علینا السلام حتی قدمناز من ارض الحبشة فسلمت علیه فلم یرد علی فاخذنی ما قرب وما بعد فجلست حتی اذا قضی الصلوٰة قال ان الله یحدث من امره مایشآء وانه قد احدث من امره ان لایتکلم فی الصلوٰة (نسائی مجتبیٰ، ج ا ص ۱۸۱)

۲۱۔ اخبرنا قتیبة بن سعید قال حدثناعبثر عن الاعمش عن المسیّب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ ونحن یعنی رافع

ایدینا فی الصلوٰة فقال مابالهم رافعین ایدیهم فی الصلوٰة کانها اذناب الخیل الشمس اسکنوا فی الصلاة۔ (نسائی، ج ا، ص ۱۷۶، باب السلام بایدی فی الصلاة)

۲۲۔ اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحییٰ بن آدم عن مسعر عن عبیدالله بن القبطی عن جابر بن سمرة قال کنا نصلی خلف النبی ﷺ فنسلم بایدینا فقال ما بال هولآء یسلمون بایدیهم کأنها اذناب خیل شمس اما یکفی احدهم ان یدع یده علی فخذه ثمّ یقول السلام علیکم السلام علیکم۔ (*نوٹ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قعدہ میں ہاتھ یا انگلیاں اٹھانا جائز نہیں، اس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا*) *صحیح مسلم سے اس طرح کی ایک حدیث ہم نے پہلے ذکر کی تھی۔ اب مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں۔*

۲۳: وحدثنی ابو سعید الاشج قال نا وکیع وحدثنا اسحق بن ابراهیم قال اخبرنا عیسیٰ بن یونس قال جمیعا حدثنا الاعمش بهذه الاسناد نحوه۔

۲۴۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا وکیع عن مسعر ح وحدثنا ابو کریب واللفظ له قال انا ابن ابی زائدة عن مسعر قال حدثنی عبیدالله بن القبطیة عن جابر بن سمرة قال کنا اذا صلینا مع رسول الله ﷺ قلنا السلام علیکم ورحمة الله واشار بیده الی الجانبین فقال رسول الله ﷺ علی ماتؤمون بایدیکم کأنها اذناب خیل شمس انمایکفی احدکم ان یدع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه

من علی یمینہٖ وشمالہٖ۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۸۱)

باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ و النھی بالاشارۃ بالید و رفعھا عند السلام۔ (نوٹ: یفید ھذا الحدیث مثل ما افادہ حدیث النسائی المقدم فافھم)

۲۵۔ وحدثنی القاسم بن زکریا قال نا عبیداللہ بن موسیٰ عن اسرائیل عن فرات یعنی القزار عن عبیداللہ عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکنّا اذا سلّمنا قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ماشأنکم تشیرون بأیدیکم کأنھا اذناب خیل شمس اذا سلّم احدکم فلیتفت الی صاحبہ ولا یؤیدہ۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۸۱، باب الامر بالسکون)

۲۶۔ حدثنا ابن نمیر قال حدثنا ابن فضیل قال حدثنا الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نسلّم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو فی الصلاۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوٰۃ شغلاً۔ (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۱۶۵، باب ینھیٰ من الکلام فی الصلوٰۃ)

۲۷۔ حدثنا ابن نمیر قال حدثنا اسحق بن منصور السلولی قال حدثنا ھرین بن سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نحوہ۔

۲۸ حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا عیسیٰ ھو ابن یونس عن اسمعیل عن الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی قال قال لی زید بن ارقم ان کنا نتکلم فی الصلوٰۃ علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکلم احدنا صاحبہ حاجتہ حتی نزلت حافظوا علی

الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین۔ فامرنا بالسکوت۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۰، باب ماینھیٰ من الکلام فی الصلوٰۃ)

۲۹۔ حدثنا عبداللہ بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابن فضیل عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود قال کنت اسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو فی الصلوٰۃ فیردّ علیّ فلما رجعنا سلمت علیہ فلم یرد علیّ وقال ان فی الصلوٰۃ شغلاً۔
(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۲، باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ)

۳۰۔ حدثنا ابو معمر قال حدثنا عبدالوارث قال حدثنا کثیر بن شنظیر عن عطاء بن رباح عن جابر بن عبداللہ قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حاجۃ لہ فانطلقت ثم رجعت وقد قضیتھا فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسلمت علیہ فلم یرد علیّ فوقع فی قلبی ما اللہ بہ اعلم فقلت فی نفسی لعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجد علی انی ابطئت علیہ فرد علی وقال انما منعنی ان ارد علیک انی کنت اصلی وکان علی راحلتہ متوجھاً الی غیر القبلۃ۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۲، باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ)

۳۱۔ حدثنا عبداللہ بن سعید نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحٰق عن یعقوب بن عتبہ بن الاخنس عن ابی غطفان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰۃ والتصفیق للنساء من اشار فی صلاتہ تفھم فلیعد ھا یعنی الصلوٰۃ۔ قال ابو داؤد ھذا الحدیث وھم :(ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۳۶، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

٣٢۔ حدثنا محمد بن عیسیٰ نا ھشیم نا اسمعیل بن ابی خالد عن الحارث بن شھل عن عمرو الشیبانی عن زید بن ارقم قال کان احدنا یکلم الرجل الی جنبہ فی الصلوٰۃ فنزلت وقوموا اللہ قانتین۔ فامرنا بالسکوت ونھانا عن الکلام۔ (ابو داؤد ،ج ١، ص ١٣٧، باب النھی عن الکلام فی الصلوٰۃ)

٣٣۔ حدثنا احمد بن سعید الدارمی ثنا النفر بن شمل ثنا یونس بن ابی اسحق عن ابی الاخوص عن عبداللہ قال کنا نسلّم فی الصلوٰۃ فقیل لنا ان لفی الصلوٰۃ لشغلاً۔ (ابن ماجہ، ص ٧١، باب المصلی یسلّم علیہ کیف یرد)

٣٤۔ حدثنا مسدد ثنا یحییٰ عن حجاج الصواف وثنا عثمان ابن ابی شیبة ثنا اسمعیل یعنی ابراھیم۔ المعنی۔ عن حجاج الصواف ثنا یحییٰ ابن ابی کثیر عن ھلال ابن میمونة عن عطاء بن یسار عن معاویة بن حکم السلمی قال :صلیت مع رسول اللہ ﷺ فعطس رجل من القوم فقلت :یرحمک اللہ ، فرمانی القوم بابصارھم فقلت واثکل أمیاہ ماشأنکم تنظرون الی؟ فجعلوا یقربون أیدیھم علی أفخاذھم فعرفت أنھم یصمتونی قال عثمان: فلما رأیتھم یسکتونی لکنی سکت فلما صلی رسول اللہ ، بابی وامی ماضربنی ولا کھرنی ولا سبنی ثم قال :ان ھذہ الصلاۃ لا یحل فیھا شئ من کلام الناس ھذا، انما ھو التسبیح والکتبیر وقرأۃ القرآن أو کما قال رسول اللہ ﷺ۔۔ذکر الحدیث۔ (الاحکام الشرعیة الکبریٰ لامام عبدالحق بن عبدالرحمن الاشبیلی الشھیر بابن الخراط المتوفیٰ ٥٨١

ھ۔ ج ٢، ص ٢٩١)

٣٥۔ قال ابو داؤد :وثنا موسیٰ بن اسمعیل ثنا ابان ثنا عاصم عن ابی وائل عن عبداللہ قال کنا نسلم فی الصلوٰۃ ونأمر بحاجتنا فقدمت علی رسول اللہ ﷺ وھو یصلی فسلمت علیہ فلم یرد علی السلام فاخذنی ما قدم وماحدث فلما قضیٰ رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ قال ان اللہ یحدث من امرہ ماشاء و ان اللہ عزوجل قد احدث ان لاتکلموا فی الصلوٰۃ فرد علی السلام۔ (ج٢، ص ٢٩١، کتاب مذکور)

٣٦۔ حدثنا یحییٰ بن یحییٰ أنا ھشیم عن اسمعیل ابن ابی خالد عن الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی عن زید بن ارقم قال :کنا نتکلم فی الصلاۃ، یکلم الرجل صاحبہ وھو الی جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت :وقوموا للہ قٰنتین:(البقرۃ : ٢٣٨) فأمرنا بالسکوت ونھینا عن الکلام۔ (الاحکام الشرعیة الکبریٰ ،ج ٢، ص ٢٩١۔٢٩٢، باب النھی عن الکلام فی الصلوٰۃ)

٣٧۔ حدثنا احمد بن منیع نا ھشیم انا اسمعیل بن ابی خالد عن الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم خلف رسول اللہ ﷺ یکلم الرجل منا صاحبہ الی جنبہ حتی نزلت وقوموا اللہ قٰنتین۔ فامرنا بالسکوت ونُھینا عن الکلام۔ وفی الباب عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ومعاویة بن الحکم ۔ قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن أرقم حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اھل

العلم۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۵۴، باب فی نسخ الکلام فی الصلوٰۃ)

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے **غنیۃ المتملی فی شرح منیۃ المصلی المشتھر بشرح الکبیر** میں علامہ شیخ ابراھیم الحلبی الحنفی المتوفیٰ ۹۵۶ھ رقمطراز ہیں:

وفی المبسوط عن محمد بن الحنفیۃ قال الدعاء اربعۃ

۱۔ دعاء رغبۃ ۲۔ ودعاء رھبۃ ۳۔ ودعاء تضرع ۴۔ ودعاء خفیۃ۔ ففی دعاء رغبۃ یجعل بطن کفیہ نحو السماء۔ وفی دعاء الرھبۃ یجعل ظھر کفیہ الی وجھہ کالمستغیث من الشئ وفی دعاء التضرع :یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الابھام والوسطیٰ ویشیر بالسبابۃ وفی دعاء الخفیۃ ما یفعلہ المرأ فی نفسہٖ یعنی لیس فیہ رفع لان فی الرفع اعلانا۔

مقام غور وفکر:

ناظرین کرام کی خدمت میں باادب عرض ہے کہ مذکورہ احادیث شریفہ کو بار بار غور سے ملاحظہ کریں آپ کو معلوم ہوگا ابتدائے اسلام میں نماز میں باتیں بھی جائز تھیں اور سلام و جواب بھی جائز تھا۔ دعائے رغبت ودعائے تضرع ہوتی تھیں۔ اور جیسا کہ گذرا کہ دعائے رغبت میں ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرنے اور دعائے تضرع میں چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرکے اور انگوٹھے کے ساتھ ان کا حلقہ بناکے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے جسے بعض محدثین نے لفظ دعا سے اور بعض نے لفظ اشارہ سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ یہ سب کام منسوخ ہوگئے اور نماز کا دارومدار سکون ووقار پر ہی

بنی رہا۔ مگر بمطابق حدیث کہ مجتہد کبھی حق تک پہنچتا ہے اور کبھی اس سے خطا ہوجاتی ہے۔ پتہ نہیں پہلے کس مجتہد سے خطا ہوئی کہ اس نے اس سے اشارہ تشہد میں اشھد ان لاالہ کہتے وقت مراد لیا، جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے والے بعض علماء ومحدثین نے بغیر تحقیق کے اس بات کی اتباع کی۔ کیونکہ ان تمام مذکورہ بالا احادیث میں کسی بھی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (نماز میں) جب اشھد ان لاالہ پڑھتے تو اس وقت دعا (شہادت) کی انگلی اٹھاتے تھے۔ اگر اشھد ان لاالہ پڑھتے وقت نماز میں (جب کہ نماز کا دارومدار سکون و وقار پر ہے) یہ انگلی اٹھانا مراد ہوتا تو یہ فعل اذان اور اقامت جس کا دارومدار وقار وسکون پر نہیں، بطریقہ اولیٰ کرنا (مستحب) ہوتا جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ **(فافھم ولا تکن من الھالکین الجاھلین)** ورنہ خسر الدنیا والآخرۃ ہی ہوگا۔ الامان والحفیظ

شریعت مطہرہ کا قاعدہ تو یہ ہے کہ مجتہد پر لازم ہے کہ کسی مسئلے کا حکم پہلے کتاب اللہ سے تلاش کرے اگر کتاب اللہ میں نہ پائے تو پھر رسول اللہ ﷺ سنت میں تلاش کرے اور ان دونوں (کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ) سے بطریقہ صریح النص یا دلالت النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص سے تلاش کرے جن کی تفصیل کتب اصول الفقہ میں مذکور ہے۔ پھر اس کے بعد اجماع، پھر قیاس شرعی سے تلاش کرے۔ قرآن کریم سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطراف (اعضاء) بدن کو نہ ہلایا جائے اور احادیث صحیحہ کثیرہ (ناسخہ) سے بھی یہی ثابت ہوا اس لئے اب فعلی احادیث منسوخہ کی آڑ لینا کیونکر جائز ہوگا؟!

مذکورہ تفصیلی ووضاحتی بیان کے بعد شریعت کے پیروکاروں کے لئے لکھنے کی ضرورت تو نہیں

رہتی مگر پھر بھی بدقسمت ڈاکٹر مولابخش سکندری کے اعتراضات کے جوابات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں جس کی تفصیل باب سوم میں ملاحظہ فرمائیں:

باب سوم

مولابخش سکندری نے مصباح التحقیق (جو درحقیقت اطفاء التحقیق ہے) کے ص ۲۲، ۲۳ پر لفظ تعارض کو چھیڑا ہے۔ اگرچہ حکم الٰہی ہے۔ **ولاتقف مالیس لک به علم**۔ مگر شاید چونکہ مولابخش صاحب ''ڈاکٹر'' ہیں اس لئے قرآن کریم پر عمل کرنے میں اسے عار محسوس ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف ہے :**عن عبداللہ بن مسعود قال ایها الناس من علم شیئا فلیقل به و من لم یعلم فلیقل اللہ اعلم فان من العلم ان تقول لما لاتعلم اللہ اعلم۔ قال اللہ تعالیٰ لنبیه قل مااسئلکم علیه من اجر و ماانا من المتکلفین۔** (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۳۷) مگر چونکہ مولابخش سکندری پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں عالم نہیں ہے اس لئے کیسے یہ جرأت کرسکتا ہے کہ اپنی کم علمی کو محسوس کرے۔! بقول شاعر:

نہ تم صدمے دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے　　　نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آمدم برسرِ مقصد:

علماء علم اصول فقہ کے ہاں تقابل کی چار (۴) اقسام ہیں : حسامی میں ہے :

ان التقابل علی اربعة اقسام :الاول تقابل متناقضین کالانسان ولا انسان، والثانی تقابل ضدین وهو امران وجودیان یمتنع اجتماعها فی محل واحد کسواد والبیاض والثالث تقابل المتضائفین وهو تقابل الاب والابن والرابع تقابل ملکه

والعدم۔ تقابل الحرکة والسکون، ففی اصطلاح الفقهاء قد یطلق اسم الضد علی کل واحد من المقابلات الاربعة۔ (حسامی مع شرح مسمی بالنامی، ص ۱۷۔۱۸)

اس لئے ڈاکٹر موصوف کا نوادر غیر ظاہر الروایۃ اور ظاہر الروایۃ میں موجود تعارض کو تسلیم نہ کرنا بعید از قیاس ہے۔ اور ص ۲۵ میں تئیس (۲۳) کے عدد (کے عقد) کا مسلم شریف میں موجود ہونے سے انکار کرنا بھی اس کی کم علمی ہی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی روایت میں ۵۳ کا عقد مذکور ہے تو صحیح مسلم ہی میں دوسری حدیث شریف جس میں تحویل احادیث منقولہ سے ایک حدیث عبداللہ بن جبیرؓ کی مروی حدیث میں تئیس (۲۳) کے عدد (کے عقد) کا ذکر موجود ہے۔ اس سے انکار کرنا بھی ڈاکٹر موصوف کی کھلی سوفسطائیت ہے۔ اور ''لانسلم'' کہ میں نہیں مانتا، اس کا کیا علاج ہے؟

کیونکہ میں نے لکھا ہے کہ عقد ثلاثہ وعشرین بالمعنی ہے۔

علامہ ملاعلی قاریؒ طیبیؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

والثانی ان یضم الابهام الی الوسطیٰ المبقوضه کالقابض ثلاثة وعشرین فان ابن زبیر رضی اللہ عنہ رواه کذلک۔

یعنی ابن زبیرؓ نے اس طرح روایت کی ہے۔ (۲۳ کا عقد ہے) (مرقاۃ، ج ۲، ص ۳۲۸)

ڈاکٹر موصوف کا یہ دعویٰ کہ ظاہر الروایات اور کتب نوادر میں اشارہ تشہد میں مخصوص مقام پر

مانتے والوں کے مقابلہ اور ٹکراؤ بالکل ہی موجود ہے۔ مگر بنا بر تحقیق کہ نہ کتب ظاہر الروایہ اور نہ کتب نوادر میں مروجہ اشارہ موجود ہیں۔ بلکہ ان دونوں قسم کی کتابوں میں اشارہ مروجہ عندالبعض موجود نہیں۔ اسی لئے دونوں قسم کی کتابوں میں کوئی تعارض اور مقابلہ نہیں۔

باقی رہی اضطراب کی بات تو اس کے متعلق میں نے اس رسالہ میں گذشتہ صفحات پر مختصر بیان کیا ہے اور مزید تفصیل میرے دوسرے رسالے میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ انتظار کیجئے۔ اور میں نے مکتوبات شریف میں سے مکتوب نمبر ۳۱۲ ص ۷۴۴، عربی دارالکتب علمیہ بیروت اور فارسی دفتر اول حصہ پنجم ص ۱۶۲ **الاضطراب الحاصل من کثرۃ اختلاف الروایۃ انتھیٰ**

یعنی روایت میں کثرت اختلاف کی وجہ سے اضطراب پیدا ہوا ہے اگر ڈاکٹر صاحب خود کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے زیادہ محقق، عالم، متقی جانتا ہے شاید تو اس پرفتن دور میں ایسے اشخاص سے کچھ بعید نہیں۔ مگر ڈاکٹر موصوف کے لئے یہ شعر موزوں ہوگا :

ابتداء یہ تھی کہ میں تھا اور دعویٰ علم کا   انتہاء یہ تھی کہ اس دعوے سے شرمایا بہت

اضطراب حاصلہ صرف وائل بن حجرؓ کی روایت کی وجہ سے نہیں کہ ہم یہ کوشش کریں کہ وائل بن حجرؓ (۵۷) بلکہ ۵۷ سوسند سے آیا ہو تو اس سے اضطراب رفع نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالہ ص ۳۵ پر لکھا ہے ''یعنی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ علیہ السلام کا یہ فعل مبارک مختلف صورتوں سے ہوتا تھا لہٰذا جس صورت سے بھی اشارہ کیا جائے اس کے لئے کافی ہے''۔

جواباً عرض ہے کہ ڈاکٹر موصوف کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی نماز کی کوئی متعین صورت نہیں تھی؟ یا نماز کو ایک کھیل سمجھا جاتا تھا؟ (العیاذ باللہ) یہ ایک طرف تو توہین رسالت ہے جب کہ دوسری طرف امتِ مسلمہ کو اختلافات کی راہ پر ڈالنا ہے اور دین اسلام کی توہین بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسے نظریہ اور عقیدے سے محفوظ رکھے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم ﷺ

جناب ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے ص ۳۶ خلاصہ جواب تا ص ۳۸ تک جو کچھ لکھا ہے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنی کم علمی کی وجہ سے اختلاف و اضطراب میں فرق کرنے سے قاصر رہا ہے۔

دوسرا جواب یہ کہ محدثین کرام نے جو شرائط و قواعد بیان کئے ہیں وہ ڈاکٹر موصوف کے ہاں سب کے سب غلط و بے بنیاد ہیں اور انہیں احکام و اعمال شرعی سے چھٹکارا دینے کے مترادف ہے۔

نہ رفع یدین کی روایت میں محدثین و مجتہدین کے نزدیک اضطراب ہے اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ نے یہ کہا کہ ایک وقت کی نماز میں رفع یدین کریں اور ایک نماز میں نہ کریں، اسی طرح احناف کے مذہب میں یہ بھی نہیں کہ کبھی ایک تشہد پڑھیں اور کبھی دوسرا تشہد پڑھیں اور کبھی تیسرا تشہد پڑھیں تا کہ سب روایات معمول بہا رہیں (یعنی سب روایات پر عمل ہوتا رہے) اور اسی طرح یہ بھی ہمارے امام کے مذہب میں نہیں کہ پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھیں اور کبھی پاؤں باہر نکال کر سُرین پر بیٹھیں، اور کبھی سورہ فاتحہ پڑھیں اور کبھی نہ پڑھیں تا کہ

سب روایات پر عمل ہوجائے۔ اسی طرح وتر کو لے لیں اس کے متعلق بھی یہ نہیں کہا گیا کہ کبھی ایک رکعت پڑھو اور کبھی تین رکعات پڑھو تا کہ تمام روایات پر عمل ہوجائے، اسی طرح دعائے قنوت کے بارے میں بھی مذھب کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ کبھی رکوع سے پہلے پڑھو اور کبھی رکوع کے بعد پڑھو تا کہ ہر حدیث پر باری باری عمل ہوجائے۔ سلام کے بارے میں شریعت نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ کبھی ایک طرف سلام پھیریں اور کبھی دونوں طرف اور کبھی سامنے کی طرف رخ کر کے سلام پھیریں۔ اختلاف روایات کی وجہ سے مذھب نے یہ تعلیم نہیں دی کہ یہ کام نہ کرو۔ سبحان اللہ ڈاکٹر موصوف مضطرب اور اختلاف روایات کو ایک جیسا سمجھتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ص ۳۸ سے ص ۴۰ ہم بھی یہ کہتے ہیں تک اور پھر اضطراب پر بحث کی ہے اور بے جا اپنا وقت ضائع کیا کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کئی وجوہات اور شرائط (جو محدثین نے اضطراب کے لئے بیان کی ہیں)

بیان کر کے احادیث اشارہ کو مضطرب کہا ہے، اپنے خیالات اور اپنی صوابدید کی وجہ سے مضطرب نہیں کہا، اگر ڈاکٹر موصوف کسی نشہ کی وجہ سے اس کی حقیقت تک نہ پہنچ پایا تو یہ ڈاکٹر موصوف کی اپنی کمزوری ہے۔ (اضطراب کے متعلق گذشتہ صفحات میں مختصر لکھا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دوسرے رسالے کا انتظار فرمائیے۔

ڈاکٹر موصوف نے جتنی احادیث جمع کی ہیں۔ ایک تو یہ وہ سب کی سب فعلی احادیث ہیں۔ ان میں ایک حدیث شریف بھی قولی نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس میں اشارہ مروجہ پر ایک بھی

حدیث موجود نہیں۔ تیسرا یہ کہ قرآن کریم کے حکم نماز میں خشوع اور سکون کا حکم موجود ہوتے ہوئے ان احادیث مبارکہ میں قوی اور غیر قوی بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مگر ڈاکٹر موصوف نے اپنی عادت کے مطابق ''خوئی بد بہانہ بسیار'' کے تحت واقدی کو ضعیف بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ (ص ۴۰ سے ۴۳ کے آخر تک) لہذ ہمیں مجبوراً اس کے متعلق بھی لکھنا ضروری ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ احناف کے ہاں واقدی ثقہ اور قوی ہے :**محمد بن عمر الواقدی وقال ابن ولد واقدي ۱۳۰ھ ومات فی الحجة ۲۰۷ھ ۔ ذکر الاستاذ الکبیر امام العصر للعلماء الدیوبند الشیخ محمد انور شاہ الکشمیری الدیوبندی المتوفیٰ ۱۳۵۳ھ ۔ فائدہ مهمة :واعلم انهم تکلموا فی الواقدی وامره عندی انه حاطب لیل یجمع بین رجل وخیل فیاتی کل رطب ویابس، صحیح وسقیم، ولیس بکذاب وهو متقدم عن أحمد واکبر منه سنّا، ولکنه أضاعه فقدان الرفقة وقلة ناصره فتکلم فیه من شاء واما الدار القطنی فانه وان اتی بکل نحو من الحدیث لکنه شافعي المذهب فکثرت حماته فاشتهر اشتهار الشمس فی رابعة النهار وبقی الواقدی مجروحا لایذب عنه احد فذالک عندی من امر الواقدی أما جمعه بین الضعاف والصحاح فذالک امر لم ینفرد به هو بل فعله آخرون ایضا۔'' والاذواق فیه مختلفة فمنهم من یسیر سیرة منهم من یکرهه فلایاتی الا بالمعتبرات انتهیٰ۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۴، ص ۱۲۶، اور**

ج ۲، ص ۱۷۷، پر تحریر ھے:

نقله عن الواقدی وھو أعلم بھذه الأشیاء (فیض الباری، ج ۲، ص ۱۷۷)

وھذا تقوم به الحجة عندنا اذا او ثقنا الواقدی

فتح القدیر ج ۱، ص ۶۹، للعلامه ابن الھمام۔

ترجمہ: ایک اہم فائدہ جان لو کہ لوگوں نے علامہ واقدی کے متعلق مختلف باتیں کہی ہیں۔ میری رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ وہ صحیح وضعیف احادیث نقل کرتے ہیں لیکن کذاب (یعنی دروغ گو، جھوٹے) نہیں ہیں۔ وہ امام احمدؒ سے زمانہ کے اعتبار سے مقدم (پہلے) ہیں۔ اور عمر کے لحاظ سے بڑے ہیں۔ اور امام دارقطنی نے اگرچہ ہر قسم کی احادیث مثلاً صحیح وضعیف نقل کی ہیں لیکن (چونکہ) وہ شافعی المذھب تھے لہذا ان کے حامی اور مددگار بہت تھے۔ دوپہر کے سورج کی روشنی کی طرح مشہور ہوئے اور علامہ واقدی کے ساتھی نہ تھے بلکہ ان کے مددگار بھی کم تھے۔ اور جیسی مرضی تھی ان کے متعلق لوگوں نے باتیں کیں۔ اسی وجہ سے واقدی مجروح ہوئے، کسی نے ان کی مدافعت نہ کی بس میری رائے علامہ واقدی کے متعلق یہ ہے۔ حدیث ضعیف وصحیح کو جمع کرنے میں علامہ واقدی منفرد نہیں۔ دیگر محدثین نے بھی اس طرح احادیث جمع کی ہیں تو پھر کیوں صرف واقدی کو ہی مجروح وداغدار کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری، ج ۴، ص ۱۲۶)

''یہ حضرت واقدی سے منقول ہے اور وہ ان چیزوں میں سب سے زیادہ عالم ہے (فیض الباری، ج ۲، ص ۱۷۷) اور علامہ ابن ھمامؒ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ان کا قول حجت

ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کی ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۶۹) یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن ھمامؒ نے متعدد مقامات پر امام واقدیؒ کے قول کو قبول کیا ہے مثلاً فتح القدیر ج ۲، ص ۸۱، ص ۹۵، ص ۲۷۳۔ ھلم جرّا

وقال سعد الزبیری ھو ثقة مأمون واللہ مارأینا مثلہٗ قط و کذالک قال یزید بن ھارون الواقدی ثقة و کذالک قال ابو عبید وقال مجاھد بن موسیٰ ما کتبت عن احد قط احفظ منه وقال عباس العنبری الواقدی احب الیّ من عبدالرزاق کان ابراھیم الحربی معجباً به یقول الواقدی امن الناس علی اھل الاسلام واعلم ناس بامر الاسلام او فقھا ابو عبید من کتب الواقدی قال الضیعی وحدثنی محمد بن خلّاد قال سمعت محمد بن سلام الجمعی یقول محمد بن عمر الواقدی عالم دھرہٖ وقال الداروردی ذاک امیر المؤمنین فی الحدیث۔ (المنظم، باب ذکر من توفیٰ ھذہ السنة من الاکابر ج ۳، ص ۲۶۵)

ترجمہ: علامہ سعد زبیری نے فرمایا کہ قسم بخدا کہ میں نے ان کے جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ واقدی ثقہ اور ماٴمون ہے۔ اس طرح یزید بن ھارون نے فرمایا کہ واقدریؒ ثقہ ہے اور اسی طرح ابوعبیدہ نے بھی فرمایا ہے اور مجاہد بن موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے واقدیؒ سے زیادہ حافظ الحدیث کسی کو نہ پایا اور عباس عنبری نے کہا کہ علامہ عبدالرزاق سے زیادہ مجھے واقدیؒ عزیز ہے۔

ابراھیم حربی واقدیؒ پر تعجب کرتے تھے اور فرماتے کہ واقدی اھل اسلام پر کئی لوگوں سے

زیادہ امین ہیں اوراسلام کے بہت بڑے عالم ہیں۔ابوعبیدہ، واقدی کی کتابوں کی وجہ سے زیادہ بنے۔اورالضبعی نے فرمایا کہ مجھے محمد بن خلّاد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سلام الجمعی سے سنا کہ محمد بن عمرالواقدی اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے اورالدراوردی نے فرمایا کہ واقدی حدیث میں امیرالمؤمنین ہیں۔(ماٴخوذازالمنتظم)

وعن یعقوب بن شیبة حدثنی بعض اصحابنا سمعت ابا عامر العقدی یقول نحن نسأل عن الواقدی وانما یسأل الواقدی عنا فما کان یفیدنا الشیوخ والاحادیث الاالواقدی وقال ابن ابی حاتم حدثنی ابی ثنا معاویة بن صالح سمعت سنید بن داؤ دیقول کناعندهشیم فدخل الواقدای فسأله هشیم عن باب ما یحفظ فیه فقال ما عندک یاابامعاویة فذکر خمسة او ستة فحدثه الواقدی بثلاثین حدیثا ثم قال وسألت مالک وسألت ابن ابی ذئب وسألت وسألت قال فرأیت وجه هشیم متغیّر۔(تهذیب التهذیب، ج ۹، ص ۳۲۵)

قال ابراهیم بن جابر الفقیه سمعت ابابکر الصاغانی وذکر الواقدی فقال واللّٰه لو لا انه عندی ثقة ماحدثت عنه قد حدّث عنه ابوبکر بن ابی شیبة وابوعبید وقال ابراهیم الحربی سمعت مصعب بن عبداللّٰه یقول واقدی علیہ الرحمۃ ثقة مأمون وسئل معن بن عیسیٰ عن الواقدی فقال انا اسأل عن الواقدی، الواقدی سئل عنی وروی جابر بن کردی عن یزید بن هارون قال الواقدی ثقة۔(سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۴۶۱)

ترجمہ : یعقوب بن شیبہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اباعامرالعقدی سے سنا کہ فرماتے تھے واقدی سے میں پوچھتا تھا اور واقدی مجھ سے پوچھتے تھے۔ہمیں اساتذہ اور احادیث سے اتنافائدہ نہ ملا جتنا کہ واقدی سے ملا۔ ابوحاتم نے فرمایا کہ میں نے سنید بن داؤد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ھشیم وہاں تھے کہ واقدی بھی آگئے تو ھشیم نے واقدیؒ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھا جوانھیں یاد تھیں تو واقدی نے فرمایا۔اے ابومعاویہ آپ کے پاس اس بارے میں کیا ہے؟ تو ابومعاویہ نے پانچ یا چھ احادیث ذکر کیں تو واقدیؒ نے انہیں تیس (۳۰) احادیث بیان کیں۔ابوحاتم فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے پوچھااور ابن ابی ذئبؒ سے پوچھااور پوچھا ابراھیم حربیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مصعب بن عبداللہ کوفرماتے ہوئے کہ واقدیؒ ثقہ اور مامون ہیں۔(یعنی احادیث کے محافظ ہیں)

اورمعن بن عیسیٰ سے واقدی کے بارے میں پوچھا گیا توانہوں نے کہا کہ واقدی مجھ سے پوچھتے ہیں اور میں واقدی سے پوچھتا ہوں اور جابر بن کردی نے یزید بن ھارون سے روایت کیا ہے کہ واقدی ثقہ ہیں۔واقدیؒ کے بارے میں مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کیجئے: (۱) تھذیب الکمال جزء ۲۶،ص ۱۹۲، میزان الاعتدال جزء ۳،ص ۶۶۵، (۳) تاریخ دمشق باب محمد بن عمر بن واقدابوعبداللہ۔() تاریخ بغداد، ذکر من اسمہٖ محمدواسم ابیہ عمر، جز۱،ص ۴۸۷)(۵) تاریخ الاسلام الذھبی باب طرف میم جز۴(۶) التحفۃ اللطیفۃ فی التاریخ المدینۃ الشریفۃ باب حرف عین المھملہ جز۱،ص ۳۳۶۔(۷) معجم الادباء

باب محمد بن واقد، جز ۲، ص ۴۱۹۔

حضرت علامہ شیخ ابراہیم الحلبیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

والصحیح فی الواقدی التوثیق :قال الشیخ تقی الدین بن دقیق العید فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبة عما قیل فیہ۔

ترجمہ :واقدیؒ کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے۔ شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام میں فرمایا کہ ہمارے شیخ ابوالفتح الحافظ نے اپنی کتاب ''المغازی والسیر'' کی ابتداء میں ان علماء کی رائے کو جمع کیا جنہوں نے واقدی کی تضعیف کی اور جنہوں نے واقدی کی توثیق کی اور پھر واقدی کی توثیق کو ترجیح دی اور جو کچھ آپ کے بارے میں کہا گیا ہے اس کے جوابات کے ذکر کئے ہیں:

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی صدر مدرس دیوبند نے اپنی کتاب ''**عرف الشذی شرح ترمذی**'' میں ذکر کیا ہے :**ان الواقدی کذّاب وانہ ضعیف عندالکل فی ابتداء عیون الاثر لابی الفتح ابن سید الناس الیعمری انہ قوی والظاہر انہ لیس بکذاب۔اھ۔(ص ۱۰)**

یعنی کہا گیا ہے کہ واقدی جھوٹا ہے اور وہ ضعیف ہے سب کے ہاں۔عیون الاثر جو ابوالفتح ابن سیدالناس الیعمر ی کی تصنیف ہے اس کی ابتداء میں ہے کہ واقدیؒ قوی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ واقدی کذاب نہیں۔اھ۔

جب سابقہ دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ واقدیؒ کے بارے میں یہ راجح ہے کہ آپ ثقہ ہیں اب جب کہ ان علماء کے قول پر فتویٰ دیا جائے کہ واقدی کذاب اور غیر ثقہ ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے فتویٰ مرجوح پر دیا ہے اور صاحب متانہ فرماتے ہیں :

والحکم والفتویٰ بالمرجوح فخلاف الاجماع (ص ۸۵)

اور علامہ شیخ علاء الدین الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے تحریر فرمایا ہے :**ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۱۵)**

اور ردالمحتار میں ہے :**وکذا العمل لنفسہ۔۔۔مذہب الحنفیة المنع عن المرجوح حتی لنفسہ لکون المرجوح منسوخا۔اھ** یعنی مرجوح پر حکم وفتویٰ دینا اور عمل کرنا جائز نہیں۔ مذہب حنفیہ یہ ہے کہ اپنے لئے بھی مرجوح پر عمل جائز نہیں کیونکہ مرجوح منسوخ ہوتا ہے۔**(شامی، ج ۱ ص ۵۵)**

امام کبیر علی بن عمر الدارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے حضرت علامہ واقدیؒ سے مروی احادیث کو مقبول کہا ہے اور اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے۔**نا احمد بن کامل نا احمد بن سعید بن شاہین نا محمد بن سعد نا الواقدی نا سفیان الثوری عند محمد بن اسحٰق بہذہ الاسناد نحوہ۔(دار قطنی، ج ۱، ص ۲۱، رقم الحدیث ۱۶، واشار فیہ رقم الحدیث ۱۵)**

اور اسی طرح فقیہ محدث سورتیؒ نے بھی واقدیؒ کی روایت قبول کر کے تحریر فرمایا ہے:

الصحیح فی الواقدی التوثیق قال الشیخ تقی الدین ابن دقیق العید فی الامام جمع

شیخی ابو الفتح الحافظ فی اول کتاب المغازی و السیر من ضعفه ، و من وثقه ، ورجح توثیقه ، وذکر الاجوبة عما قیل فیه ۔انتھیٰ۔ (التعلیق الجلی، ص۶۷، حاشیہ ۱)

اوراسی عبارت کوص ۱۲۷ حاشیہ ۳، پرذکر کیا ہے۔اورتنسیق النظام علی مسند الامام الاعظمؒ ص ۲۴ حاشیہ ۵، پرعلامہ محمد حسن السنبلی نے فرمایا :

واخرج الدار القطنی من وجہ آخر فیہ الواقدی۔اھ۔

آپ نے یہ بھی لکھا :**ان توثیق البعض یکفی فی الاحتجاج عندنا۔**

یعنی علامہ دارقطنیؒ نے بھی اپنی تصنیف میں واقدی کوثقہ مانتے ہوئے آپ کی سند سے حدیث نقل کی ہے۔اورعلامہ وصی احمد السورتی نے بھی فرمایا ہے کہ صحیح بات واقدی کا ثقہ ہونا ہے کیونکہ الشیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے ''الامام'' میں لکھا ہے کہ میرے شیخ ابوالفتح الحافظ نے کتاب المغازی والسیر کے اول میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے۔جنہوں نے واقدی کی تضعیف کی یا توثیق کی۔پھرواقدی کی توثیق کوترجیح دی اور جوکچھ واقدی کے بارے میں کہا گیااس کے جوابات بھی دیئے ہیں۔محمد بن حسن سنبلی نے ایک اورطریق سے روایت لی جس میں (بھی) واقدیؒ ہے۔اوریہ بھی لکھا ہے کہ : ہمارے نزدیک بعض لوگوں کی توثیق کرنا بھی احتجاج (حجت کے لئے) کافی ہے''۔

شیخ علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینیؒ رقمطراز ہیں:

قداخرج ابن سعد ھذہ الطرق کلھا من روایة الواقدی وھو لیس بحجة (قلت)

ماللواقدی وقدروی عنه الشافعی علیه الرحمة وابوبکر بن ابی شیبة علیه الرحمة وابوعبید علیه الرحمة وابوخیثمة علیه الرحمة و عن مصعب الزبیری ثقة مامون وکذا قال المسیبی وقال ابوعبید ثقة وعن الداروردی :الواقدی امیر المؤمنین فی الحدیث۔اھ۔ (عمدة القاری، ج ۱۴، ص ۱۰ ، ملتان) باب کثرة النساء۔ (ونسخه دیگر، ج ۲۰، ص ۶۹، بیروت)

یعنی علامہ بدرالدین عینیؒ نے فرمایا اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ابن سعد کے یہ طرق حدیث واقدی کی روایت ہے اورواقدی حجت نہیں (یعنی اس کا قول دلیل نہیں) میں کہتا ہوں کہ واقدی کو کیا ہوا؟ یعنی اس میں کوئی عیب نہیں تو کیوں وہ قابل روایت اورمقبول نہیں حالانکہ) امام شافعیؒ نے یقیناً آپ سے روایت کی اورابوبکر بن ابی شیبۃ نے بھی، ابوعبید نے بھی، ابوخیثمہ نے بھی روایت کی ہے۔اورمصعب الزبیری سے مروی ہے کہ واقدی ثقہ اور مأمون ہے اور اسی طرح مسیبی نے بھی کہا ہے اور ابوعبید نے فرمایا کہ ثقہ ہے۔ اور داروردی سے روایت ہے کہ واقدی حدیث میں امیرالمؤمنین ہیں۔(فافہم)

اس مقام پرواقدیؒ کا ذکر طرداًللباب کے کیا گیا ہے تا کہ اھل اسلام واھل سنت کومعلوم ہوجائے کہ ڈاکٹر موصوف نہ حنفی المذھب ہےاور نہ ہی اھل سنت ورنہ واقدیؒ پرہرگز ہرگز (معاندانہ) لب کشائی نہ کرتا۔اس تحقیق سے پتہ چلا اورثابت ہوا کہ حدیث بالکل صحیح ہے لہذا حدیث حضرت ابن زبیرؓ کی تحریک سے نفی والی حدیث کے ساتھ برابر ہی ہے کوئی بھی حق شناس عالم اس کی مخالفت نہیں کرسکتا۔(**فافھم ولاتکن من العمیان فتکون من**

الخاسرین والغافلین فی الدنیا والآخرۃ)

☆انکشاف مغالطہ عظمیٰ ڈاکٹر مولا بخش سکندری:

ناظرین کرام سے باادب عرض ہے کہ سکندری صاحب کے رسالے ''مصباح التحقیق'' از ص ۴۴ تا ص ۸۷ : آپ نے کتب حدیث سے وائل بن حجرؓ کی حدیث کو مختلف اسناد سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث بہت سی سندوں سے مختلف کتب حدیث کے حوالے سے منقول ہے۔ میں یہ حدیث ان کے حوالوں کے ساتھ بعض سندوں سے پیش کرتا ہوں پھر ناظرین کرام خود فیصلہ کریں کہ ڈاکٹر صاحب شاید نشے میں مبتلا ہو کر یہ کام کرتے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

حضرت وائل بن حجرؓ کی ''**فرأیتہ یحرکھا یدعوبھا**'' والی حدیث حضرت وائلؓ سے دو افراد نے روایت کی۔

ا۔کلیب بن شہاب اور (۲) ام یحییٰ (وائل کی زوجہ) نے پھر کلیب سے ان کے بیٹے عاصم نے اور عاصم سے اس حدیث کو متعدد لوگوں نے روایت کیا ہے۔ ان متعدد لوگوں کی تفصیل اس طرح ہے : سنن دارقطنی، ص ۲۹۰۔۲۹۱، باب ذکر التکبیر الخ۔ دارقطنی کی سند اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا الحسن بن اسماعيل ثنا على بن شعيب ثنا سفيان بن عيينة عن عاصم بن كليب عن ابيه (يعنى) كليب عن وائل بن حجر قال رأيت النبى ﷺ اذا افتتح

الصلاة رفع يديه حتى حاذتا منكبيه وحين أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ووضع يده اليمنىٰ على فخذه الأيمن ويده اليسرىٰ على فخذه الأيسر وحلق حلقة و دعاهكذا أشار سفيان بأصبعه السبابة قال :وأتيتهم يعنى أصحاب رسول الله ﷺ فرأيتهم يرفعون أيديهم فى برانسهم فى الشتاء۔ (دار القطنى، ج ا، ص ۲۹۰۔۲۹۱) باب ذكر التكبير ورفع اليدين عندالافتتاح والركوع والرفع منه الخ)

ڈاکٹر موصوف کے حوالوں میں سے ایک حوالہ نسائی ج ا،ص ۱۷۳، باب موضع الیدین کی سند سے یہ ہے:

اخبرنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقرى قال حدثنا سفيان قال حدثنا عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال اتيت رسول الله ﷺ فرأيت يرفع يديه اذا فتتح الصلوٰة حتى يحاذى منكبيه واذا ارادأن يركع واذا جلس فى الركعة اضجع اليسرىٰ ونصب اليمنىٰ ووضع يده اليمنىٰ على فخذه اليمنىٰ ونصب إصبعه للدعاء ووضع يده اليسرىٰ على رجله اليسرىٰ قال ثم اتيتهم من قابل فرأيتهم يرفعون ايديهم فى البرانس۔

ایک اور حوالہ مصنف عبدالرزاق کا دیا ہے :سفیان ثوریؒ : مصنف عبدالرزاق ج ۲،ص ۶۸ ، باب تکبیر الافتتاح ورفع الیدین سے ایک سند یہ ہے۔ سند مکمل ملاحظہ فرمائیں:

عبدالرزاق عن الثورى عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال :رأيت

النبی ﷺ فرفع یدیه فی الصلاة حین کبر ثم حین کبر رفع یدیه ثم اذا قال سمع الله لمن حمده ورفع قال ثم جلس فافترش رجله الیسریٰ ثم وضع یده الیسریٰ علی رکبته الیسریٰ وذراعه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ ثم اشار بسبابته ووضع الابهام علی الوسطیٰ حلق بها وقبض سائر أصابعه ثم سجد فکان یداه حذو أذنیه۔

ڈاکٹر موصوف نے نسائی کا ایک حوالہ اور بھی دیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں :اخبرنا محمد بن علی بن میمون الرقی قال حدثنی محمد بن یوسف الفریابی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر انہ رأی النبی ﷺ جلس فی الصلوٰة ففرش رجله الیسریٰ ووضع ذراعیه علی فخذیه واشار بالسبابة یدعو بها۔اھ۔ *(نسائی، ج۱، ص۱۸۶، باب موضع الذراعین) ڈاکٹر کا دیا ہوا حوالہ سنن ابی داؤد سے ملاحظہ کیجئے:*

حدثنا مسدد نا بشر بن المفضل عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قلت لأنظرن الی صلوٰة رسول الله ﷺ کیف یصلی قال فقام رسول الله ﷺ فاستقبل القبلة فکبر فرفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم اخذ شماله بیمینه فلما اراد أن یرکع رفعهما مثل ذلک ثم وضع یدیه علی رکبتیه فلما رفع رأسه من الرکوع رفعهما مثل ذالک فلما سجد وضع رأسه بذلک المنزل من بین یدیه ثم جلس فافترش رجله الیسریٰ ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ وحد مرفقه الأیمن علی فخذه الیمنیٰ وقبض ثنتین وحلّق حلقة فرأیته یقول ھکذا وحلق یشیر

الابهام والوسطیٰ واشار بالسبابة۔ (ابو داؤد ج۱، ص۱۰۵، باب رفع الیدین)

اسی طرح ابو داؤد ص۱۳۸، ج۱، باب کیف الجلوس فی التشهد میں ہے:

أن یرکع رفعهما مثل ذالک قال ثم جلس فافترش رجله الیسریٰ ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ وحدّ مرفقه الیمنیٰ وقبض ثنتین وحلق حلقة ورأیته یقول ھکذا۔۔۔الخ۔ *دونوں روایتوں میں کچھ فرق ہے آپ معلوم کریں۔ اس کے بعد پھر ڈاکٹر موصوف نے ایک حوالہ نسائی کا دیا ہے، ملاحظہ کریں :*

اخبرنا محمد بن علی بن میمون الرقی قال حدثنی محمد بن یوسف الفریابی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر انه رأی النبی ﷺ جلس فی الصلوٰة ففرش رجله الیسریٰ ووضع ذراعیه علی فخذیه واشار بالسبابة یدعو بها۔ موضع المرفقین :موضع حد المرفق الایمن (نسائی، ج۱، ص۱۸۶، باب موضع الذراعین) اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال قلت لانظرنّ الی صلوٰة رسول الله ﷺ کیف یصلی فقام رسول الله ﷺ فاستقبل القبلة فرفع یدیه حتی حاذتا اذنیه ثم اخذ شماله بیمینه فلما اراد ان یرکع رفعهما مثل ذالک ووضع یدیه علی رکبتیه فلما رفع رأسه من الرکوع رفعهما مثل ذلک فلما سجد وضع رأسه بذالک المنزل من یدیه حاذی باذنیه ثم جلس فافترش رجله الیسریٰ ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ وحدّ مرفقه الایمن علی فخذه الیمنیٰ

وقبض ثنتين وحلّق ورأيته يقول هكذا واشار بشرٌ بالسبابة من اليمنىٰ وحلّق الابهام والوسطیٰ۔ (سنن نسائی، ج۱،ص۱۸۶) (باقی احادیث پر ان شاء اللہ دوسرے رسالے میں روشنی ڈالوں گا)

تمام علماء ماہرین علم حدیث سے یہ طریقہ صدرِ اسلام سے آج تک چل رہا ہے کہ سند میں سے پہلے محدث کا نام لیتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں محدث سے مروی ہے یا سند کے آخری محدث، خواہ وہ صحابیؓ ہو یا تابعیؒ یا تبع تابعیؒ ہو، کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ حدیث فلاں سے منقول ہے مگر ڈاکٹر موصوف پتہ نہیں کس وجہ سے علماء کرام کے مذکورہ اجماعی طریقۂ کار سے پہلوتہی کر کے سند کے درمیان میں سے ایک محدث کا نام منتخب کر کے اس کی طرف اس حدیث کو منسوب کرتا ہے اور اس نئے طریقہ اجتہاد کو نکال کر خود کو اس وعید کا مستحق ثابت کر رہا ہے۔

من شذ شذ فی النار (ترمذی، ثم مشکوٰۃ، ص۳۰، عن ابن عمرؓ)

دوسری بات یہ ہے کہ ان سب محدثین مذکور نے وائل بن حجرؓ کی جو حدیث نقل کی ہے، دار قطنی کی سند میں کلیب پانچویں نمبر پر ہے اور اس کے بعد وائل بن حجر ہے۔

دوسری حدیث نسائی سے منقول ہے اس میں کلیب چوتھے نمبر پر ہے۔(۱) محمد (۲) سفیان (۳) عاصم (۴) کلیب اور تیسری حدیث میں چوتھے نمبر ہے (۱) عبدالرزاق (۲) الثوری (۳) عاصم (۴) کلیب

پانچویں حدیث میں ہے: (۱) مسدد (۲) بشر (۳) عاصم (۴) کلیب۔

چھٹی حدیث میں ہے: (۱) مسدد (۲) بشر (۳) عاصم (۴) کلیب۔

ساتویں میں ہے: (۱) مسدد (۲) بشر (۳) عاصم (۴) کلیب۔

آٹھویں میں ہے: (۱) محمد (۲) محمد (۳) سفیان (۴) عاصم (۵) کلیب۔

نویں میں ہے: (۱) اسماعیل (۲) بشر (۳) عاصم (۴) کلیب۔

مذکورہ احادیث میں حجر منفرد ہے۔ کلیب منفرد ہے۔ ان تینوں نے انفرادی طور پر یہ حدیث نقل کی ہے کوئی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں، ایسی احادیثِ (خبر واحد) کو خبر مشہور یا متواتر کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ ان مذکورہ احادیث پر بار بار غور سے نظر ڈالئے ان سب میں انتقالات کے دوران رفع یدین مذکور ہوا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف ان احادیث پر عمل کرتے ہوئے انتقالات میں رفع یدین کرتا ہے یا نہیں؟ اگر کرتا ہے تو ڈاکٹر مذہب حنفی کو نہیں مانتا اور نہ ہی مسلکِ بریلوی کو مانتا ہے اگر رفع یدین نہیں کرتا اور اشارہ کرتا ہے تو یہ مطلب ہوا کہ ڈاکٹر ایک ہی حدیث کے ایک جز کو مانتا ہے اور دوسرے جز کو نہیں مانتا اس طریقے سے وہ اہل کتاب کی متابعت کرتا ہے کہ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ" فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (بقرۃ ۸۵:)

ترجمہ: تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں سے

ایسا کرے اس کا بدلہ کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں۔ (کنز الایمان)

ہم محترم ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں کہ (۱) یہ قاعدہ کہاں اور کس معتبر کتاب میں مذکور ہے کہ ان اخبار احاد فعلی کی وجہ سے خبر قولی ناسخ کو منسوخ کرنا جائز قرار دیا ہو؟

(۲) وہ کون سا قاعدہ ہے اور کس اہل حق کی کتاب میں ہے کہ حدیث کی وجہ سے قرآن کو منسوخ کرنا جائز ہو جبکہ وہ خود ناسخ ہے؟

(۳) کیا اس کی نقل کردہ احادیث میں کوئی حدیث قولی بھی موجود ہے؟

(۴) جب حدیث قولی اور فعلی میں تعارض آجائے تو کس پر عمل کرنا ہوگا؟ حدیث قولی پر یا فعلی پر؟

آئیے ایک بار پھر ان کا حوالہ ملاحظہ ہو کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اضطراب کو بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالحق کی عبارت دوبارہ ملاحظہ ہو:

مضطرب: وان وقع فی اسناد او متن اختلاف من الرواۃ بتقدیم و تاخیر او زیادۃ و نقصان او ابدال راوٍ مکان راوٍ آخر او متن مکان متن او تصحیف فی اسماء السند او اجزاء المتن او باختصار او حذف او مثل ذلک فالحدیث مضطرب۔

ہم مثال کے لئے دارقطنی اور نسائی کی حدیثیں پیش کرتے ہیں:

دارقطنی کی حدیث میں ہے کہ وائل بن حجر نے فرمایا: رأیت النبی ﷺ نسائی میں ہے کہ وائل بن حجر نے فرمایا:

أتيت رسول الله ﷺ فرأيته يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة۔ دار قطنی میں ھے اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه، ان دونوں روایتوں میں تقدیم و تاخیر ہے یا نہیں؟

دارقطنی میں ہے: حتی حاذ تا منکبیه اور نسائی میں ہے حتی یحاذی منکبیه یعنی دارقطنی کی روایت میں لفظ ماضی ہے جب کہ نسائی میں مضارع ہے، کیا دونوں زمانوں میں کوئی فرق نہیں؟

دارقطنی میں **وحین اراد أن یرکع** اور نسائی میں ہے **واذا اراد ان یرکع**۔ کیا حین اور اذا میں کوئی فرق نہیں؟ دارقطنی میں اس کے بعد "**وبعدما یرفع رأسه من الرکوع** اور نسائی میں ہے ان یرکع کے بعد **واذا جلس فی الرکعتین اضجعد الیسریٰ و نصب الیمنیٰ**۔ اور دارقطنی میں ہے: **بعدما یرفع رأسه من الرکوع و وضع یده الیمنیٰ علی فخذه الایمن و یده الیسریٰ علی فخذه الأیسر**۔ یعنی جب رکوع سے اٹھے تو یہ کیا! جس سے ظاہراً یہ ثابت ہوتا ہے کہ قومہ کی حالت میں اس طرح کیا۔ اور نسائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قعدہ میں اس طرح کیا۔ تو سوال یہ ہے کہ دونوں کا مقصد ایک دوسرے کے خلاف ہے یا نہیں؟ اضجعد کے بعد ہے: **ووضع یده الیمنیٰ علی فخذ الیمنیٰ و نصب اصبعه للدعا** اور دارقطنی میں ہے: **علی فخذه الایسر** کے بعد حلق حلقۃ ودعا۔ دونوں عبارتوں میں فرق بالکل واضح ہے۔

اس کے بعد دارقطنی میں ہے وأشار باصبعه السبابة۔ تو سوال یہ ہے کہ حدیث شریف کے راوی وائل بن حجرؓ اور وائل کے شاگرد کلیب اور اور کلیب کے شاگرد عاصم اور عاصم کے شاگرد سفیان ہیں۔ وائل کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد آنے والے سفیان سے

اشارے کی حکایت کرتا ہے کہ ''**واشار سفیان بأصبعه السبابة**'' اس کے باوجود فرمارہے ہیں کہ ''**رأیت النبی** ﷺ کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا اور خود اشارہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر سفیان کا حوالہ (جوشاگرد کے شاگرد کے شاگرد) دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اشارہ کیا۔ مزید آگے دارقطنی میں ہے **قال رأیتھم یعنی اصحاب رسول اللہ** ﷺ **فرأیتھم یرفعون أیدیھم فی برانسھم فی الشتاء**۔ جب کہ نسائی میں عبارت اس طرح ہے :**ثم أتیتھم من قابل فرأیتھم یرفعون ایدیھم فی البرانس**

سوال یہ ہے کہ دارقطنی میں واو آیا اور نسائی میں ثم آیا ہے۔ کیا دونوں کے مصداق میں لغت عربی میں کوئی فرق نہیں ہے؟

لفظ ''من قابل'' دارقطنی میں نہیں ہے مگر نسائی میں موجود ہے!

کیا اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک میں یہ لفظ حذف کیا گیا ہے اور دوسری میں نہیں حذف ہوا حالانکہ حدیث کا راوی ایک ہی ہے وہ ہے وائل بن حجرؓ۔ دارقطنی میں لفظ ''فی الشتاء'' موجود ہے مگر نسائی میں نہیں۔ اس طرح لفظ ''برانس'' دارقطنی میں نکرہ مضاف مذکر ہے جب کہ نسائی میں معرفہ غیر مضاف مذکور ہے۔ یہ تو ہوا ایک ہی روایت میں دو کتابوں کے حوالے سے اختلاف۔ اسی طرح دیگر کتابوں کے حوالے سے ذکر شدہ روایت کا بھی اس سے موازنہ کریں۔ آپ پر واضح ہوجائے گا کہ جو کچھ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے وہ بے جا نہیں۔ ڈاکٹر موصوف صرف وائل بن حجرؓ کو دیکھ کر حدیثوں کا انبار لگاتا ہے مگر متن احادیث پر بالکل نظر نہیں ڈالتا! یہ تحقیق کا کون سا معیار ہے؟ یہ جہالتی طرز ڈاکٹر

موصوف کو ہی مبارک ہو۔ مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈاکٹر موصوف کا ص ۱۵۱ پر یہ لکھنا ''**لایحرکھا**'' والی ابن زبیرؓ کی حدیث کو ''**یحرکھا**'' والی وائل بن حجرؓ کی حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور ناقابل قبول ہے کیونکہ **یحرکھا یدعو بھا** کا معنی یہ ہوا (**ای یشیر بھا**) تو عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث (**لایحرکھا**) کا معنی یہ ہوا (**لایشیر بھا**) کیونکہ ایک حدیث میں ایک لفظ کا جو معنی ہو دوسری حدیث میں بھی وہی معنی ہوگا۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث اس طرح بیان کی ہے:

عن عبداللہ بن زبیر قال کان النبی ﷺ **یشیر باصبعه اذا دعا ولا یحرکھا** :رواہ ابوداؤد والنسائی وزاد ابوداؤد ولایجاوز بصرہ اشارتہ۔ اس لئے کہ شیخ عبدالحق دہلویؒ سے مضطرب کی جو تعریف منقول ہے اس میں ہے کہ ''متن حدیث میں زیادتی یا نقصان ہو تو وہ حدیث مضطرب ہوگی۔ اور وہ یہاں زیادہ متحقق ہے۔ نیز نافع کی مروی حدیث میں **واتبعھا بصرہ**۔ مشکوٰۃ ص ۸۵۔ اور نسائی کی عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کردہ حدیث میں **ورفع اصبعه التی تلیھا الابھام فدعابھا بمقابلة واشار بالسبابة**۔ دونوں عبارتوں میں فرق واضح ہے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن زبیرؓ کی ایک روایت میں ہے :**وفرش قدمه الیمنیٰ۔۔۔ ووضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ واشار باصبعه** اور دوسری روایت میں ہے :**واشار باصبعه السبابة ووضع ابھامه علی اصبعه الوسطیٰ** یعنی (۲۳ کا نشان بنایا) **ویلقم کفه الیسریٰ رکبته** اور یہ الفاظ اس کی پہلی حدیث میں نہیں ہے۔ اسی طرح ابن عمرؓ کی ایک حدیث میں ہے :**وضع یدیه علی رکبتیه ورفع اصبعه الیمنیٰ**

التی تلی الابھام فدعابھا ، جب کہ ان کی دوسری حدیث میں ہے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھ کر ۵۳ کا نشان بنایا اور سبابہ سے اشارہ کیا اور عبداللہ بن عمرؓ کی تیسری روایت میں ہے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھ کر اور ساری انگلیوں کو بند کر کے اس انگلی کے ساتھ (جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہے) یعنی سبابہ سے اشارہ کیا۔ ان وجوہات کی وجہ سے احادیث مضطرب ہیں اور ان میں ترجیح یا تطبیق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ ترجیح غلط اور بے بنیاد ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا ص ۵۱ پر یہ بیان کرنا کہ فقہاء کا نظریہ، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تحریک والی روایت پر عمل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا ابطال آپ کی ص ۵۱ پر یہ عبارت خود کر رہی ہے کہ "التحیات کے آغاز سے آخر تک مسلسل حرکت دیتے رہنا چاہئے، حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاھب الفقہاء ج ۲، ص ۱۲۶ یہ کہ مسلسل حرکت نہیں دینی چاہئے یعنی صرف تشہد میں **اشھدان لا الہ الا اللہ** کے دوران حرکت دینی چاہئے اس کے بعد نہیں: **الفھم لما اشکل من تلخیص، کتاب مسلم**، ج ۲، ص ۲۰۲، لکھ کر ترجیح کے قول کو خود باطل اور پاش پاش کر دیا ہے۔ فافہم

امام ابوحنیفہؒ کے ہاں **اشھد ان لا الہ الا اللہ** یا **اشھد ان لا الہ** پر انگشت اٹھانا کسی بھی کتاب میں صریحاً مذکور نہیں، نہ ظاہر الروایات میں اور نہ ہی غیر ظاہر الروایات میں۔ شرح معانی الآثار میں ہے: **فلما امر رسول اللہ ﷺ بالسکون فی الصلوٰۃ و کان رد السلام بالاشارۃ فیہ خروج من ذلک لانہ فیہ رفع الید و تحریک الاصابع ثبت بذالک**

انہ قد دخل فیما امر بہ رسول اللہ ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلوٰۃ وھذ القول الذی بینا فی ھذا الباب قول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ **و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالیٰ** (معانی الآثار، ج ۱، ص ۲۹۸)

ترجمہ: جب حضور ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم دیا اور نماز میں (اس سے پہلے) اشارے سے سلام کا جواب (جائز) تھا۔ نماز میں اشارہ کرنے سے اس (سکون سے) خروج یعنی نکلنا (لازم آتا)۔ کیونکہ اشارہ کرنے میں ہاتھ اٹھانا اور انگلی کا ہلنا ہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس بات کا حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا اس میں (یہ خروج اشارہ) داخل ہے کہ نماز میں اطراف (اعضاء) کا ساکن کرنا اور نہ ہلانا ہے اور یہ بات ہم نے بیان کی ہے کہ (نماز میں ہاتھ اٹھانا اور اشارہ کرنا درست نہیں ہے) اس باب میں یہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔ امام طحاویؒ نے فرمایا کہ ہمارے مذہب کے آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز میں اشارہ کرنا نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق تسکین الاطراف یعنی ہاتھوں اور انگلیوں کو ہلانا منع ہے۔ اور علامہ بدر الدین عینیؒ، حضرت امام طحاویؒ کے متعلق تحریر کرتے ہیں: **کان بحراً فی الحدیث و الفقہ و التاریخ۔۔۔ بارعاً فی الموازنۃ بین ادلۃ المسائل الخلافیۃ عند فقھاء الامصار و اسع الاطلاع علی مذاھب سلف الأمۃ وآراء الائمۃ مشاھیرھا وشواذھا ۔ اھ۔** (مقدمہ نخب الافکار، ج ۱، ص ۱۸، دالسیر، دار المنھاج) اور علامہ عبدالحی لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے: **کان الطحاوی کو فی المذھب عالما بجمیع مذاھب العلماء۔ انتھی۔** (الفوائد

البھیۃ ،ص ۳۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی) علامہ محمد بدرعالم میرٹھی (استاذ محمد بداجھیل) رقمطراز ہیں :ان الطحاوی أعلم بمذاھب المالکیۃ والشافعیۃ من انفسھم والطحاوی فقیہ النفس لایبلغ مبلغ کلامہ الافقیہ۔ (بدرالساری علی فیض الباری، ج۱،ص۳۱۶)

علامہ عبدالحی لکھنوی مزید لکھتے ہیں: أنہ مؤتمن لا متھم مع غزارۃ علمہ واجتھادہ وورعہ وتقدمہ فی معرفۃ المذاھب وغیرہ (الفوائدالبھیۃ ،ص ۳۴)

محدث محمد ایوب المظاہری سہارنپوری مقدمہ حاشیہ طحاوی، ج۱،ص۶ ، پر رقمطراز ہیں :ثم ان من المجتھدین الذین ذھبوا الی مایذھبہ الامام الھمام (یعنی ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ) وسلموا لہ الاصول۔ وقلّدوہ فی الاحکام ھذا المصنف المنصف العلامۃ الحجۃ ھادی الناس الی الحجۃ قامع الھویٰ والبدعۃ الجامع بین التحدیث والفقاھۃ الجلیل قدرہٗ و الجمیل ذکرہ عظیم الشان قوی البرھان عالم القرآن حافظ احادیث الرسول الی الانس والجان الذی سلّم لہٗ الفقھاء والمحدثون أجمعون

اورعلامہ ابن کثیر نے لکھاہے :ابوجعفر الطحاوی ۔۔۔۔الفقیہ الحنفی صاحب المصنفات المفیدۃ والفوائد العزیزۃ :وھو أحد الثقات والحفاظ الجھانبذہ۔اھ۔ (البدایۃ والنھایۃ، ج۱۱،ص۱۶۹)

اورعلامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی نے لکھاہے :واعلم اول من دوّن مذاھب الصحابۃ رضی اللہ عنہ الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (فیض الباری ج ۲،ص۴۰۱)

ترجمہ :بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ حدیث، فقہ، تاریخ اورعربیت میں بحر (ذخار) تھے۔ احکام کی احادیث حفظ کی نشانی تھے اوراس کی سندوں اورمتنوں کے نشانی تھے۔ تمام شہروں کے فقہاء کرام کے مسائل اختلافیہ (کے سمجھنے اورحل کرنے میں) کے ماہر تھے۔ مشہور و بڑے اور غیر مشہور علماء و آئمہ کی آراء پر (گہری) اطلاع رکھنے والے (حنفی المذھب) ایسے عالم تھے جوتمام مذاہب کوجاننے والے تھے۔

بدرعالم میرٹھی نے لکھا کہ علامہ طحاویؒ مالکیوں اورشوافع سے زیادہ ان کے مذاہب کو جاننے والے تھے۔ طحاویؒ فقیہ النفس تھے اوران کے کلام کوصرف فقیہ ہی سمجھ سکتا ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا کہ امام طحاویؒ اپنے علم کی وسعت و کثرت ، اپنی اجتہادی صلاحیت، اپنے تقویٰ وپاکدامنی، اورمذاھب کی معرفت کے ساتھ، ان کی امت کے لئے مؤتمن تھے۔ علامہ سہارنپوری نے لکھاہے کہ امام طحاویؒ ان مجتہدین میں سے تھے کہ جن مسائل اوران کے اصول کی طرف امام ابوحنیفہؒ گئے تھے آپ بھی اسی طرف گئے۔ اوراحکام میں آپ کی تقلید کی، یہ منصف مزاج مصنف، حجت کی نشانی، لوگوں کے لئے حجت، رہبری کرنے والے، ہواپرستی اور بدعت کوجڑ سے ختم کرنے والے، احادیث اورفقاہت کے جامع، ان کی قدروعظمت بہت بڑی، ان کا ذکرجمیل وعظیم الشان اورقوی البرھان ہے، قرآن کے عالم، اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث کے حافظ، انس وجن کو پہچاننے والے، جن کو تمام فقہاء ومحدثین نے مانا تھا۔ علامہ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ ابوجعفر طحاویؒ حنفی فقیہ ہیں، مفید تصانیف والے، بہت فوائد (دینے) والے ہیں، کھرے وکھوٹے میں فرق کرنے

والے حفاظِ حدیث میں سے تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ جان لو! مذاھب صحابہ کرامؓ کو سب سے پہلے مدون کرنے والے امام طحاویؒ ہیں۔ جب مجتہد اور فقیہ النفس امام طحاویؒ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے ارشاد اسکنوا فی الصلوٰۃ سے ثابت ہوا کہ نماز میں اطراف یعنی ہاتھوں اور انگلیوں کو ساکن رکھنا ہے اور یہی مذھب امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد (یعنی قول) سے تمام فعلی احادیث (جو رفع سبابہ پر دلالت کرتی ہیں) منسوخ ہوگئیں۔

اسی طرح امام ابی بکر الرازی الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مختصر الطحاوی (جلد ا صفحہ ۲۲۸، فصل کیفیۃ الجلوس للتشھد) میں نقل کیا ہے: ''قال أبو جعفر: (ویستقبل بأصابع رجلہ الیمنی القبلۃ، کما یفعل فسی السجود، ثم یبسط کفیہ علی رکبتیہ وینشر أصابعہ، ولا یشیر بشئ منھا۔

وذلک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ لما جلس افترش رجلہ الیسری، ووضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ، ویدہ الیمنی علی فخذہ الیمنیٰ۔

وینشر أصابعہ کما ینشرھا فی السجود والرکوع، ولا یشیر بشئ منھا، لقولہ ﷺ: کفوا أیدیکم فی الصلاۃ، واسکنوا فی الصلاۃ۔''

تو اب ڈاکٹر موصوف جتنی بھی احادیث فعلی منسوخہ جمع کرلے، نہ اسے کچھ فائدہ ملے گا نہ اور کسی کو جو قرآن وسنت کو ماننے والا ہے، فائدہ دے سکتا ہے۔ یہ کوشش لاحاصل ہے۔

ڈاکٹر موصوف اپنے اس عمل کی وجہ سے ص ۱۶ سے لے کر ص ۲۴ تک تقریباً ۳۱ آیات قرآنی کا منکر اور ان میں مذکورہ وعیدات کا مصداق ہے اور حدیث قولی (جو کہ آپ علیہ السلام کا قول مبارک ہے'' کا مخالف بھی ان وعیدات کا مصداق ہے۔ اب ڈاکٹر موصوف اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے جنگ کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو غلط ثابت کرنے کے در پے ہے۔ (العیاذ باللہ) آفرین بسر غلام جان! یہ بھی ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ یا امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے کسی قول یا تحریر سے اشارہ ثابت کرنے والے بھی لاعلمی کا شکار ہیں۔ اللہ ہمیں امان عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

کم علم ڈاکٹر موصوف نے خبر واحد کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

ا۔ مشہور، ۲۔ عزیز، ۳۔ غریب

مگر شاید اسے یہ علم نہیں کہ یہ تین اقسام جو اس نے کی ہیں وہ حدیث قولی کی ہیں یا فعلی کی یا دونوں کی؟ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر موصوف کو اسلامی ایمانی سوچ عنایت کرے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب کے رسالے ص ۸۷ سے ص ۱۰۰ تک کے بارے میں عرض ہے کہ یہ میرا ذاتی تاثر نہیں لیکن جیسا کہ گذر چکا کہ فقیہ النفس مجتہد عظیم اور حنفی مذھب کے تینوں آئمہ کرام کا مذھب ہے۔ پھر جن علمائے کرام نے اشارہ نہ کرنے کا فتویٰ دیا ہے درحقیقت وہ قرآن و سنت ومذھب کے صحیح ماننے والے اور صواب پر ہیں اور جو علماء کرام اشارہ کے قائل ہیں، مذکورہ تفصیلی بیان سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے اجتہاد میں خطاء پر ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

آئیے ایک بار پھر کلام اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (البقرۃ ۲۳۸:)

ترجمہ: نگہبانی کروسب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور میں ادب سے۔ (کنزالایمان)

أخرج سعيد بن منصور وعبد بن حميد عن محمد بن كعب قال: قدم رسول الله ﷺ المدينة والناس يتكلمون فى الصلوٰة فى حوائجهم كما تكلم أهل الكتاب فى الصلوٰة فى حوائجهم حتى نزلت هذه الآية "وقوموا الله قٰنتين"۔ فتركوا الكلام۔

(۲) وأخرج عبدبن حميد عن عطية قال كانوا يأمرون فى الصلاة بحوائجهم حتى أنزلت "وقوموا الله قانتين" فتركوا الكلام فى الصلاة۔

(۳) وأخرج عبدالرزاق فى المصنف وعبدبن حميد وابن جرير وابن المنذر عن مجاهد قال: كانوا يتكلمون فى الصلاة، وكان الرجل يأمر أخاه بالحاجة، فأنزل الله (وقوموا الله قٰنتين) فقطعوا الكلام، فالقنوت السكوت والقنوت الطاعة۔

(۴) واخرج الطبرانى عن ابن عباس قوله تعالىٰ (وقوموا لله قٰنتين) قال كانوا يتكلمون فى الصلوٰة يجيئ خادم الرجل اليه وهو فى الصلوٰة فيكلمه بحاجته فنهوا عن الكلام۔ یہ چاروں احادیث تفسیر درمنثور، ج۱، ص ۵۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت سے نقل کی گئی ہیں۔

(۵) وقوموا لله قٰنتين (أى فى الصلاة) قانتين: أى مطيعين كما هو أصل معنى القنوت عند بعض فهو المروى عن ابن عباس رضى الله عنهما وفسّره البخارى فى صحيحه بساكتين بما أخرج هو و مسلم۔ وأبو داؤد و جماعة عن زيد بن أرقم قال: كنا نتكلم على عهد رسول الله ﷺ فى الصلاة يكلم الرجل مناصاحبه وهو الى جنبه فى الصلاة حتى نزلت "وقوموا الله قٰنتين" فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام ولايخفىٰ انه ليس بنص فى المقصود، ولعل الأوضع منه ماأخرجه، ابن جرير عن ابن مسعود رضى الله عنه قال: أتيت النبى ﷺ وهويصلى فسلمت عليه فلم يرد علىّ فلما قضىٰ الصلاة قال: انه لم يمنعنى ان ارد عليک السلام الاانا أمرنا أن نقوم "قانتين" لانتكلم فى الصلاة۔اھ۔ (تفسیر روح المعانی، ص ۲۳۷، ج۱، مکتبہ حقانیہ، ملتان)

قيل: القنوت السكوت عما لايجوز التكلم به فى الصلاة۔ أخبرنا أبو عثمان سعيد بن اسماعيل الضبى أنا ابو محمد عبدالجبار بن محمد الجراحى أنا ابو العباس محمد بن احمد المحجوبى أنا ابو محمد عيسىٰ الترمذى أنا احمد بن منيع انا حيثم انا اسمعيل بن ابى خالد عن الحارث بن شبيل، عن ابى عمرو الشيبانى عن زيد بن ارقم قال: كنا نتكلم خلف رسول الله ﷺ فى الصلوٰة يكلم الرجل منا صاحبه، حتى نزلت "وقوموا الله قٰنتين" فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام۔اھ۔ (تفسیر البغوی المسمیٰ، معالم التنزیل، ج۱، ص ۱۶۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وقال السدی ”قانتین“ ساکتین ۔ دلیلہ ان الآیۃ نزلت فی المنع من الکلام فی الصلوٰۃ وکان ذلک مباحاً فی صدر الاسلام وھذا ھو الصحیح لما رواہ مسلم وغیرہ عن عبداللہؓ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال :کنانسلم علی رسول اللہ ﷺ وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینافلمارجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا فقلنا :یارسول اللہ کنانسلم علیک فی الصلوٰۃ فترد علینا؟فقال :ان فی الصلوٰۃ شغلاً، وروی زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال کنانتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہ وھو الی جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت ”وقوموا اللہ قانتین“ فأمرنا بالسکوت ونُھینا عن الکلام (غیر ذالک) (احکام القرآن للقرطبی، ج ۳،ص ۲۱۴، داراحیاء التراث)

”القول الثالث“ قانتین، ساکتین، وھوقول ابن مسعودؓ وزیدبن ارقمؓ کنا نتکلم فی الصلوٰۃ فیسلم الرجل فیردون علیہ، ویسألھم کم صلّتیم؟ کفعل اھل الکتاب فنزل قولہ تعالیٰ :”وقوموا للہ قانتین“فأمرنا بالسکوت ونُھینا عن الکلام۔

القول الرابع :وھو قول مجاھد علیہ الرحمۃ القنوت عبارۃ عن الخشوع وخفض الجناح وسکون الأطراف وترک الالتفات من ھیبۃ اللہ تعالیٰ۔ وکان أحدھم اذا قام الی الصلوٰۃ ،یھاب ربہ فلایلتفت ولایقلب الحصیٰ ولایعبث بشئ من جسدہ ولاحدث نفسہ شیئ من الدنیا حتی ینصرف (تفسیر کبیر، ج۵، ص ۱۶۳)

(باب قولہ ”قوموا اللہ قانتین“ مطیعین) :حدثنا مسدد ناحدثنا یحییٰ عن اسمٰعیل

بن ابی خالدعن الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی عن زید بن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم أحدنا أخاہ فی حاجتہ حتی نزلت ھذہ الآیۃ :”حافظوا علی الصلوات و الصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا اللہ قانتین“ فأمرنا بالسکوت۔(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۵۰)بابماینھیٰ من الکلام فی الصلوٰۃ۔

(۱) حدثنا ابن نمیر قال حدثنا ابن فضیل قال حدثنا الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ قال کنا نسلم علی النبی ﷺ وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوٰۃ شغلاً۔

(۲) (وقال) حدثنا ابن نمیر قال حدثنا اسحق بن منصور السلولی حدثناھریم بن سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن النبی ﷺ نحوہ۔

(۳) (وقال) حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا عیسیٰ ابن یونس عن اسمٰعیل عن الحارث بن شبیل عن ابی عمرو الشیبانی قال قال لی زیدبن أرقم کنانتکلم فی الصلوٰۃ علی عھد النبی ﷺ یکلم احدنا صاحبہ بحاجتہ حتی نزلت حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا اللہ قٰنتین ”فأمرنا بالسکوت۔(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۶۰)

آیت :۲ قال اللہ عزوجل: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْن (سورۃ المؤمنون ۱ :۔۲)

ترجمہ :بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں۔

(کنزالایمان)

ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اعضاء ساکن ہوتے ہیں۔۔۔الخ

(خزائن العرفان) خائفون بالقلب ساكنون بالجوارح۔ (تفسیر مدارک، ج ۳، ص ۱۱۳)

اسی طرح تحفة الفقهاء میں امام علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۹ھ) باب ما يستحب في الصلاة ومايكره فيها میں ارشادفرماتے ہیں :قال :

ينبغي للرجل اذادخل في صلاته أن يخشع فيها۔

ويكون منتهى بصره، الى موضع سجوده في قيامه، والى اطراف أصابع رجليه في ركوعه، والى أرنبة أنفه في سجوده، والى حجره في قعوده، ولا يرفع رأسه الى السماء ولا يطاطئه۔

ولا يشغل بشيء غير صلاته، من عبث بثيابه أو جسده أو لحيته، قال الله تعالىٰ : {لقد أفلح المؤمنون، الذين هم في صلاتهم خاشعون} وروى أن النبي عليه السلام رأى رجلا يعبث بلحيته في الصلاة، فقال :"أما هذا لو خشع قلبه، لخشعت جوارحه۔"(جلد ۱، صفحه ۱۴۱)

(ف) فائدہ اولیٰ :خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب (دل) بھی خیالات غیر کو بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح (اعضاء) سے عبث (بے کار) حرکتیں نہ کرے۔ (تفسیر بیان القرآن لمولوی اشرف علی تھانوی)

واختلف اهل التاويل في الذي عنى به في هذا الموضع من الخشوع فقال بعضهم عنى به سكون الاطراف في الصلوٰة (ذكر من قال ذلك)

تفسیر طبری میں ہے :حدثنا ابن بشار قال :ثنا عبدالرحمن قال ثنا سفيان عن منصور عن مجاهد "الذين هم في صلاتهم خاشعون" قال :السكون فيها۔ حدثنا ابن عبدالأعلى قال :ثنا ابن ثور عن معمر عن الزهري "الذين هم في صلاتهم خاشعون" قال سكون المرء في صلاته۔

وحدثنا علي قال ثنا عبدالله قال ثني معاوية عن علي عن ابن عباس في قوله "الذين هم في صلاتهم خاشعون" يقول خائفون ساكنون (ارقام الاحاديث :۵۲۴۱۸، ۲۵۴۱۹، ۲۵۴۲۸، تفسير طبرى، ج۹، ص ۱۹۷۔۱۹۸ دارالكتب العلميه بيروت)

قال ابوبكر الخشوع ينتظم هذا المعاني كلها من السكون في الصلوٰة والتذلل وترك الالتفات والحركة والخوف من الله تعالىٰ وقد روى عن النبي ﷺ أنه قال :اسكنوا في الصلوٰة وكُفُّوا أيديكم في الصلوٰة۔ ص ۳۲۹، وروى ابو مجلز عن ابي عبيدة قال: كان ابن مسعود اذا قام الى الصلوٰة خفض فيها صوته وبدنه وبصره وروى علي بن صالح عن زبير اليامي قال كان اذا اراد أن يصلي كأنه خشبة۔" (من احكام القرآن للجصاص ،المتوفى ۳۷۵ھ، ج۳، ص ۳۳۰، بيروت) والخشوع محله القلب۔ فاذا خشع خشعت الجوارح كلها لخشوعه

۔(تفسیر قرطبی، ج ۱۲، ص ۱۰۳، دارالاحیاء بیروت)
تو انگلی سے اشارہ کرنا یہ خشوع کے خلاف ہے۔

وعن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأی رجلا یعبث بلحیته فی الصلوٰة فقال لو خشع قلب هذ الخشعت جوارحه۔(رواه الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول بسندضعیف)

عن اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان قالت رأنی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۔۔قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اذاقام احدکم فی الصلوٰة فلیسکن اطرافه لایتمیل تمیل الیهود فان سکون الاطراف فی الصلوٰة من تمام الصلوٰة۔(ازالۃ الخفاء، فیہ تفسیر مظہری، ج ٦، ص ۳٦۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

★السکون فی الصلوٰة مأموربه:۔

(۱) حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة و ابو کریب قالانا ابومعاویة عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة۔۔۔الخ۔

(۲) وحدثنی ابو سعید الاشج قال نا وکیع وحدثنا اسحق بن ابراهیم قال اخبرنا عیسیٰ بن یونس قال جمیعا حدثنا الاعمش بهذه الاسناد نحوه۔

(۳)۔حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا وکیع عن مسعر وحدثنا ابو کریب واللفظ

له قال انا ابن ابی زائدة عن مسعر قال حدثنی عبیدالله بن القبیطة عن جابر بن سمرة قال کنا اذا صلینا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلنا السلام علیکم ورحمة الله واشار بیده الی الجانبین فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی تؤمون بایدیکم کأنها اذناب خیل شمس انمایکفی احدکم ان یدع یده علی فخذه ثم یسلم علی اخیه من علی یمینهٖ وشمالهٖ۔

(۴)۔وحدثنی القاسم بن زکریا قال نا عبیدالله بن موسیٰ عن اسرائیل عن فرات یعنی القزار عن عبیدالله عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکنّا اذا سلّمنا قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم فنظر الینا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ماشأنکم تشیرون بأیدیکم کأنها اذناب خیل شمس اذا سلّم احدکم فلیتفت الی صاحبه ولا یؤمی بیده۔(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۸۱، باب الامر بالسکون فی الصلوٰة۔۔الخ)وقد امر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتسکین الأطراف فی الصلوٰة۔

حدثنا بذلک فهد قال حدثنا محمد بن سعید قال انا شریک عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن جابر بن سمرة قال دخل رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المسجد فرأی قوماً یصلون وقد رفعوا أیدیهم فقال مالی اراکم ترفعون أیدیکم اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة فلما امر رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالسکون فی الصلوٰة وکان رد السلام بالاشارة فیه خروج من ذلک لان فیه رفع الیدین وتحریک الأصابع ثبت بذلک انه قد دخل فیما امر به رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تسکین الاطراف فی

الصلوٰۃ وھذا القول الذی بیّنا فی ھذا الباب قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالیٰ۔(شرح المعانی الآثار، ج ۱، ص ۲۹۸)

حدثنا عبداللہ بن سعید نا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحق عن یعقوب بن عتبة بن الاخنس عن ابی غطفان عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰۃ و التصفیق للنساء، من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم عنه فلیعدلھا یعنی الصلوٰۃ (ابو داؤد، ج ۱، ص ۱۳۶، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

روی صاحب کنز العمال:

ماشأنکم تشیرون بأیدیکم کأنھا اذناب خیل شمس؟ اذا سلم أحدکم فلیلتفت الی أصحابه ولا یؤمی بیده۔(م،ن،عن جابر بن سمرۃ) م۔مسلم ن نسائی۔کنز العمال، ج۷، ص ۴۸۔۴۸۲۔(۱۹۸۸۲)۱۹۸۸۳۔

مالی أراکم رافعی أیدیکم کأنھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔(مم۔م د ش عن جابر بن سمرۃ۔کنز العمال، ج۷، ص ۴۸۲،م ۔ مسلم، حم۔ احمد فی مسندہ۔(د) ابو داؤد۔(ش) ابن ابی شیبة)

حدثنا فھد بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید قالا انا یونس بن بکیر قال انا محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عقبه عن ابی غطفان بن طریف عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال و التصفیح للنساء و من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم منه فلیعدھا۔(معانی الآثار، ج ۱، ۲۹۶)

اور ڈاکٹر موصوف کا اپنے رسالے ص ۹۲ پر اس بحث کو چھیڑنا کہ اجماع سے نسخ نہیں ہوتا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ڈاکٹر موصوف کی بدحواسی کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔کیونکہ بحث نماز میں تشہد کے وقت اَن لا الہ پر انگلی اٹھانے کی ہے جس کے ثبوت سے ڈاکٹر حقیقتاً قاصر رہا ہے۔اور صرف ان فعلی احادیث کا سہارا لیا ہے جس میں اس مخصوص وقت بھی انگلی (شہادت والی) اٹھانے کا اور وہ بھی صرف فعلی احادیث جب کہ ہم نے ان فعلی احادیث کی منسوخیت پر قرآن و سنتِ قولی سے ثبوت مہیا کئے ہیں اور ساتھ ہی ڈاکٹر موصوف کے استدلالات کو مضطرب ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر نے امام محمدؒ کے قول کی غلط تشریح کی ہے۔ہم نے ایک مجتہد کبیر، محدث بے مثال، حضرت امام طحاویؒ کی پیش کردہ احادیث سے ثابت کیا ہے کہ امام ابی حنیفۃؒ امام ابی یوسفؒ اور امام محمدؒ تینوں آئمہ کرام نماز میں سکون اطراف (اعضاء) اور انگلیوں کے سکون کے قائل ہیں اور یہی مذہب (حنفی) ہے۔اور رسول اللہ ﷺ حکم ''اسکنوا''، جصاص، صحیح مسلم اور شرح معانی الاثار کے حوالوں سے پیش کیا ہے جو کہ واضح طور پر (دیگر احادیث قولی گذشتہ مذکورہ کے ساتھ) احادیث فعلی (مستدلات خصم) کے نسخ پر دلالت کرتا ہے۔اور ابوداؤد و شرح معانی الآثار کے حوالے سے وہ حدیث بھی پیش کی گئی جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے غیر سہواً یعنی (جان بوجھ کر) اشارہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

اجماع : علماء علم اصول فقہ اور علماء حدیث دونوں یہ مانتے ہیں کہ شریعت کے دلائل میں اجماع تیسرے درجہ پر ہے۔

النامی مع الحسامی میں ہے : ان اصول الشرع ثلٰثة الكتاب والسنة واجماع الأمة والاصل الرابع القياس المستنبط من هذه الاصول۔اھ۔ (ص ۴)

صاحب کتاب وجہ ضبط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجه الضبط فی الأربعة هو ان الدليل الشرعی اما وحی او غيره والأول ان كان متلوا يتعلق بنظمه الاعجاز ويجوز به الصلوٰة فكتاب والا فسنة۔ والثانی ان كان قول كل الأمة من عصر فإجماع والا فقياس۔ واما شرائع ماقبلنا فملحقة بالكتاب والسنة وتعامل الناس ملحق بالاجماع وقول الصحابی ان كان فيما يعقل فملحق بالقياس والا فبالسنة۔ (النامی مع الحسامی، ص ۵)

وأما استمداده فمن الاصول الأربعة۔ الكتاب والسنة والاجماع والقياس المستنبط من هذه الثلاثة وأما شرائع من قبلنا فتابعة للكتاب وأما أقوال الصحابة فتابعة للسنة وأما تعامل الناس فتابع للإجماع وأما التحری واستصحاب الحال فتابعان للقياس انتهیٰ۔ (بحر الرائق، ج ۱، ص ۷، قبيل كتاب الطهارة)

والصحيح عندنا ان إجماع كل عصر من اهل العدالة والاجتهاد حجة ولاعبرة لقلة العلماء وكثرتهم ولا بالثبات على ذالك حتى يموتوا۔

(حسامی مع النامی، ص ۱۹۷)

اور مولوی شرح خیالی میں ھے کہ "اجماع کا منکر کافر ھے۔ اور مولانا محمد برخوردار حاشیہ نبراس میں تحریر کرتے ھیں:

الاجماع حجة قطعية ذهب اليه من الحنفية الديوسی وشمس الائمة وانه يقدم على الأربعة كلها ويكفر مخالفهٗ او يضلل۔۔الخ مختصراً۔ (نبراس، ص ۲۳، حاشیہ نمبر ۵)

حجة الاسلام امام ابی بكر احمد بن علی الرازی الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ تحریر فرماتے ہیں:

مطلب يستحيل وجود النسخ بعد النبی ﷺ۔ يستحيل وجود النسخ بعد النبی ﷺ فيترك حكمه من طريق النسخ۔ فدل ذالك على أن الاجماع فی أی حال حصل من الأمة فهو حجة الله عز وجل غير سائغ لأحد تركهٗ ولا الخروج عنه ومن حيث دلت الآية على صحة اجماع الصدر الاول فهی دالة على صحة اجماع أهل الاعصار ، إذ لم يخصص بذلك أهل عصر دون عصر ولو جاز الاقتصار بحكم الآية على إجماع الصدر الأول دون أهل سائر الاعصار لجاز الاقتصارُ به على إجماع اهل سائر الاعصار دون الصدر الاول۔ (احكام القرآن للجصاص، ج ۱، ص ۱۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

مطلب :لايجوز الاعتراض على حكم القرآن بأخبار الآحاد

وقوله :اتبعوا ماأنزل اليكم من ربكم" دليل على وجوب اتباع القرآن فی كل حال وأنه غير جائز الاعتراض على حكمه بأخبار الآحاد :لأن الأمر باتباعه قد ثبت بنص التنزيل، وقبول خبر الواحد غير ثابت بنص التنزيل فغير جائز لان لزوم

اتباع القرآن قد ثبت من طریق یوجب العلم وخبر الواحد یوجب العمل فلا یجوز ترکه ولا اعتراض به علیه وهذا یدل علی صحة قول أصحابنا فی أن قول من خالف القرآن فی أخبار الأحاد غیر مقبول :وقد روی عن النبی ﷺ أنه قال :ماجاءکم منی فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق کتاب الله فهو عنی وماخالف کتاب الله فلیس عنی۔ فلهذا عندنا فیما کان وردوہٗ من طریق الأحاد۔اه۔(تفسیر احکام القرآن للجصاص، ج۳، ص ۳۷۔۳۸)

جب حدیث قولی کا یہ حکم ہے تو حدیث فعلی کا یہ حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

وحکمه فی الاصل ان یثبت المراد به شرعا علی سبیل الیقین یعنی ان الإجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین والقطعیة فیکفر جاحدہٗ۔ (نورالانوار، ص ۲۲۱)

چوتھا باب

اہل علم اور ماہرین فن پر مخفی نہ ہوگا کہ یہاں تک ڈاکٹر موصوف کے سارے کے سارے اعتراضات وشکوک وشبہات کے مفصل ومدلل جوابات دیئے جا چکے ہیں کوئی ایسا اعتراض نہیں رہا جس کا جواب نہ دیا گیا ہو اگرچہ درحقیقت میں نے اپنا رسالہ (تشہد میں اشارہ کے مسئلے پر جو لکھا تھا) وہ ڈاکٹر موصوف کے خلاف نہیں لکھا تھا مگر معلوم نہیں کہ اس رسالے کو دیکھ کر ڈاکٹر موصوف کیوں اتنا سیخ پا ہوا کہ اس کے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ کبھی مجتہد بن کر احادیث کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور کبھی مقلد بن کر فقہاء وعلماء کے اقوال کے درپے ہوتا ہے

اور (خاص کر) ان فقہاء وعلماء جنہوں نے ''اشارہ فی التشہد'' ثابت کرنے کی کوشش کی؛ جس کی تصریح میں نے اپنے رسالے ص ۶ پر ان الفاظ سے کی: جاننا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں علماء اس مسئلہ ''اشارہ'' میں مختلف ہیں، بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اشارہ سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے''۔ اور ص ۷ پر لکھا ہے کہ عمّا ثبت رسول اللہ ﷺ سے (اشارہ) ثابت ہے''۔ اس بارے میں نے لکھا ''یہ کام مجتہد کا ہے اور ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں۔۔۔۔ مجتہد کی دلیل کتاب، سنت، اجماع صحابہ اور قیاس ہے اور جو مقلد ہے دلیل اس کی مجتہد کا قول ہے۔ انتہیٰ۔ اور ص ۹ پر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے اس کو مذہب امام ابوحنیفہؒ میں حرام اور منع لکھا ہے۔ ص ۱۱، پر مجدد الف ثانیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اشارہ بسبابہ کی تمام احادیث مضطرب ہیں۔ مکتوبات : کیونکہ آخری فعل رسول ﷺ کسی کو معلوم نہیں ہوسکا تو اس وجہ سے فقہاء اور اکابرین کے درمیان اشارہ کے متعلق اختلاف ہے۔ (ص ۱۲)

ص ۱۴ پر خلاصہ کیدانی کے حوالہ سے آپ نے لکھا کہ اشارہ کرنا اہل حدیث کے طور حرام ہے۔ اور خلاصہ کیدانی کو مانیں یا نہ مانیں مگر یہ کتاب احنافؒ کے درمیان متداول رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر سید السند الجرجانی اور علامہ تفتازانی نے شرح لکھی مگر ان میں سے کسی نے بھی صاحب خلاصہ کیدانی کے قول کا رد نہیں کیا۔ اس لئے بعد میں آنے والے علماء کو یہ حق نہیں کہ وہ صاحب خلاصہ کی گرفت کر کے اس قول کو غلط ثابت کریں۔

(۳) ص ۱۶ پر واقعات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صاحب واقعات نے لکھا ہے:

"ان الاشارۃ حرام" اور لکھا ہے "**وعلیه الفتوی**" کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

(۴) ص ۱۷ پر غرائب کے حوالے سے لکھا ہے کہ "**والصحیح ان الاشارہ حرام**" صحیح یہ ہے کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔

(۵) ص ۱۹ پر اخون درویزہ بابا نے فخر الاسلام **باب المحرمات** سے نقل کیا ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

(۶) اسی صفحہ پر میں نے فوائد شریعت کے حوالہ سے تحریر کیا کہ اشارہ حرام ہے۔

ص ۲۱ پر لکھا کہ ہم چند کتابیں بطورِ حوالہ ذکر کرتے ہیں جن میں اشارہ کو حرام یا مکروہ کہا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، ص ۳۴۔ برجندی ج ۱، ص ۵۸۔ زیلعی، ج ۱، ص ۱۲۱۔ فتح القدیر، ج، ص ۱۲۹۔ بحر الرائق، ج ۱، ص ۳۲۴۔ مجموعہ خانی، ص ۶۵۔ تنویر الابصار، ص ۲۴۲۔ مکتوبات امام ربانیؒ، ص ۳۱۲۔ شامی، ج ۱، ص ۳۴۲۔ لباب القدوری، ص ۵۴۔ فتویٰ مالابُد منہ، ص ۴۶۔ خلاصہ کیدانی، خلاصہ مزیل الشبہات فی تبطیل الاشارات، ص ۲۔ فتاویٰ برہنہ، ص ۱۷۔ تنبیہ الضمائر علی رد الذخائر، ص ۸۔ (الحجۃ المنذرۃ فی الاسئلۃ المبتدرہ لمولانا العلامہ المفتی شائستہ گل، ص ۲ تا ص ۵)

ص ۲۷ آخری نوٹ میں یہ لکھا ہے کہ "میں کہتا ہوں کہ جب ثابت ہوا کہ اشارہ کرنا منع ہے، حدیث اور مذہب (حنفی) کی رو سے تو اس سے دور نہیں بھاگنا چاہئے اور مقلد کے لئے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں کیونکہ اشارہ کی ممانعت حنفی مقلد کے لئے متعین ہے۔ (ختم شد)

اس لئے کہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جس نے خود کو مشتبہات سے بچایا تو یقیناً اس نے اپنا دین محفوظ رکھا۔ جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ گھمنڈ نہ کریں کہ میرا جواب دینے والا کوئی نہیں جس کی تصریح ڈاکٹر کے رسالے میں ہے۔ یہ خیال مت کریں کہ جنگل خالی ہے۔

؎ شاید نہنگ خفتہ باشد

ہم کچھ مختصر تحقیق پیش کرتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ میرا رسالہ امت محمدی ﷺ خیر وبھلائی کے لئے ہے یا نہیں؟ علامہ عبدالحی لکھنوی نے طبقات حنفیہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

قسموا اصحابنا الحنفیة علی ست طبقات: الاول طبقة المجتهدین فی المذهب کأبی یوسف ومحمد وغیرهما من اصحاب أبی حنیفة القادرین علی استخراج الأحکام من القواعد التی قررها الامام۔ والثانیة طبقة المجتهدین فی المسائل التی لا روایة فیها عن صاحب المذهب کالخصاف، والطحاوی والکرخی والسرخسی والحلوانی والبزدوری وغیرهم لایقدرون علی مخالفة امامهم فی الفروع والاصول لکنهم یستنبطون الاحکام التی لاروایة فیها علی حسب الاصول والثالث طبقة اصحاب التخریج القادرون علی تفصیل قول مجمل وتکمیل قول محتمل من دون قدرة علی الاجتهاد والرابعة طبقة أصحاب الترجیح کالقدوری وصاحب الهدایة القادرون علی تفصیل بعض الروایات

على بعض بحسب الدراية والخامسة طبقة المقلدين القادرين على التميز بين القوى والضعيف والمرجح والسخيف كأصحاب المتون الأربعه المعتبرة والسادسة من دونهم لايفرقون بين الغث والسمين والشمال واليمين۔ (الفوائد البھیۃ، ص٦۔٧)

عرض یہ ہے کہ دوسرے طبقے کے مجتہد علامہ طحاویؒ کا قول آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ”نماز میں عدم اشارہ اور سکون الاطراف والاعضاء امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ کا قول ومذہب ہے“۔ تو امام محمدؒ کی مؤطا میں منقول حدیث کا غلط مطلب بیان کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

طبقہ رابعہ کے مجتہد اور مشہور عالم شیخ الاسلام برھان الدین مرغینانیؒ متوفی ۵۹۳ھ تحریر فرماتے ہیں:

ووضع يديه على فخذيه وبسط أصابعه وتشهد روى ذلك فى حديث وائل بن حجر رضى الله عنه ولأن فيه توجيه أصابع يديه الى القبلة۔ يشير الى انه لايحلق شيئا۔ یہاں پر مزید تحقیق سے قبل ایک عام قاعدہ ذکر کرنا مناسب ہے:

قاعده :الاصل بقاء ما كان على ما كان قوله الاصل بقاء ما كان على ما كان لأن الاصل فى الاشياء البقاء والعدم طار۔اه۔ حموى شرح الاشباه والنظائر۔ص ٥٥

القاعدة الاولى: الاجتهاد لاينقض بالاجتهاد دليلها الإجماع وقد حكم ابوبكر رضى الله عنه فى مسائل وخالفه عمر رضى الله عنه فيها ولم ينقض حكمه۔ حموى ص ٨٦۔ ان العمل بما أمضى واجب لايجوز نقضهٗ مجتهدا كان أو مقلداً

لأن المقلد متعبد بالتقليد كما ان المجتهد متعبد بالاجتهاد ثم لم يجز للمجتهد نقض ما أمضاه فكذا لايجوز ذلك للمقلد۔اه۔ (بدائع الصنائع، ج١، ص٦، ایچ ایم سعید کراچی)

مزید تفصیل مجلہ اور اس کی تین اقسام کی شروح سے دوسرے رسالے میں کریں گے۔ (انشاء اللہ)

قاعدہ یہ ہے کہ چیز اور حکم اپنے ابتدائی حال پر ہوگا کیونکہ اصل اشیاء میں اپنے حال پر باقی رہنا ہے اور عدم (نہ ہونا/غیر موجود) یہ بعد میں طاری ہوتا ہے، جو اجنبی اور نقلی ہوتا ہے۔

پہلے اجتہاد کو دوسرے سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی دلیل اجماع ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل کا حکم دیا تھا اور آپ سے ان مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا مگر اس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حکم معطل نہیں ہوا۔ (صحابہ کرام میں سے کسی کا اس کی مخالفت کرنا منقول نہیں)

گذرے ہوئے حکم پر عمل کرنا واجب ہے اس کا توڑنا (یعنی اس کے خلاف عمل کرنا) جائز نہیں نہ مجتہد کے لئے اور نہ ہی مقلد کے لئے کیونکہ مقلد کے لئے تقلید کرنا لازم ہے جیسا کہ مجتہد کے لئے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا (لازم) ہے۔ پھر کسی مجتہد کے لئے اس سے پہلے کا حکم توڑنا جائز نہیں، اسی طرح مقلد کو بھی (جائز نہیں) (حموی شرح اشباہ اور بدائع الصنائع)

اس قاعدے کی توثیق کے لئے قرآنی حکم سماعت فرمائیں :**اهدنا الصراط المستقيم**

صراط الذین انعمت علیھم (سورہ فاتحہ، ۵۔۶)

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تونے احسان کیا (کنز الایمان)

اخرج ابن جریر عن ابن عباس ﷺ قولہ "صراط الذین انعمت علیھم۔۔الخ قال: المؤمنین واخرج ابن جریر عن ابی زید فی قولہٖ (صراط الذین) قال النبی ﷺ ومن معہ۔

(تفسیر الدرالمنثور للسیوطی، ج ۱، ص ۳۱۰، دارالکتب بیروت) (تفسیر طبری لابن جریر الطبری، متوفیٰ ۳۱۰، ج ۱، ص ۱۰۶، دارالکتب بیروت) ایضا قال حدثنا القاسم قال حدثنا الحسین قال: قال وکیع (انعمت علیھم) المسلمین

قرآن کریم نے مزید فرمایا: یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللہ علیم حکیم (النساء: ۲۶)

قال ابو جعفر: یعنی جل ثنائہ بقولہ " یرید اللہ لیبین لکم" حلالہٗ وحرامہٗ (ویھدیکم سنن الذین من قبلکم) یقول یسدد کم (سنن الذین من قبلکم) یعنی سبل من قبلکم من أھل الایمان باللہ وأنبیائہ مناھجھم۔۔الخ (تفسیر طبری، ج ۴، ص ۲۹)

عبداللہ بن مبارک یقول علی رؤ الناس دعوا حدیث عمرو بن ثابت فانہ کان یسب السلف یعنی عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مراد "ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے احسان

کیا" سابقہ مؤمنون کا راستہ ہے اور ابوزید نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول "صراط الذین" سے مراد نبی کریم ﷺ اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء ۲۶: میں امت محمدی ﷺ احسان فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں تمھیں گذرے ہوئے اہل ایمان کا راستہ بتاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام پر ایمان لائے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ عام مجلس میں فرماتے تھے کہ عمرو بن ثابت آپ کو احادیث بیان کرتا ہے مگر اسے چھوڑ دو کیونکہ وہ گذرے ہوئے مسلمانوں (یعنی سلف صالحین) کو برا بھلا کہتا ہے۔

صاحب ہدایہ متوفی ۵۹۳ھ نے لکھا ہے کہ قعدہ میں دونوں ہاتھوں کو دونوں زانوں پر رکھ کر انگلیوں کو پھیلا دیں پھر تشہد پڑھیں اور آگے جا کر اپنے اس مسئلے کو دلیل نقلی اور عقلی سے مدلل ومنور کیا ہے کہ حدیث وائل بن حجرؓ میں اس طرح آیا ہے اور اس میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا قبلہ رخ کرنا ہے۔ اور یہی عبارت قدوری کی بھی ہے جو احناف کے ہاں عرب وعجم میں کتب متداولہ میں سے ہے۔ صاحب قدوری نے فرمایا:

ووضع یدیہ علی فخذیہ ویبسط اصابعہ ثم یتشھد یعنی دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھ کر انگلیوں کو پھیلائے۔ (ص ۱۲۴)

لأحمد بن محمود بن جعفی البغدادیؒ المتوفیٰ ۴۲۸ھ، وولادتہ ۳۶۲ھ من الفوائد البھیۃ) اور الجوھرۃ النیرۃ شرح قدوری میں ہے:

قولہ ویوجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ، وکذالک اصابع یدیہ (ج ۱، ص ۶۹)

وقوله ووضع يديه على فخذيه لانه اسلم من العبث فى الصلوٰة (قوله)وبسط اصابعها نحو القبلة ويفرق بين اصابعه ثم هذه الكيفية سنة لوتركها جازت صلاته ويكره ان يتركها متعمدا فان تركها ساهيا وجب عليه سجود السهو۔ (ص ۷۰)

اور کنز الدقائق ج ۱ ص ۲۶، پر ہے:

ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ اور مستخلص الحقائق شرح کنز میں ہے:

ووضع يديه على فخذيه وبسط اصابعه هكذا وصفت عائشة رضی اللہ عنہا قعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فى الصلوٰة كذا فى الهداية (ج ۱، ص ۱۸۹) اورمختصر الوقايه میں ھے:

واضعاً يديه على فخذيه متوجها اصابعه مبسطة۔ اور اسى طرح التسهيل الضرورى لمسائل القدورى (لمحمد عاشق الٰهى برنى) میں ہے :ووضع يده اليمنىٰ على فخذه واليد اليسرىٰ على الفخذ اليسرىٰ باسطاً اصابعه عليها۔اه۔

(ج ۱، ص ۴۶) اورتنوير الابصار متن درمختار ميں ھے :ويفتح يمناه على فخذه اليمنىٰ ويسراه على اليسرىٰ ويبسط اصابعه (مفرجة قليلاً) عند ركبتيه۔ ولايشير بسبابته عند الشهادة وعليه الفتوىٰ وفى الدرالمختار كما فى الولوالجيه و التجنيس وعمدة المفتى وعامة الفتاوىٰ۔اه۔

(درمختار، ج ۱، ص ۷۷)

ووضع يديه على فخذيه وبسط اصابعه موجهة نحو القبلة۔اه۔

(حاشیہ ملتقی ص ۳۰) مذکورہ آٹھ عدد کتب کا بیان آپ نے ملاحظہ فرمایا اس کے علاوہ

دوسری کتب کے مزید حوالے دوسرے رسالے میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ)

گذشتہ کتابوں کی تائید اللہ تعالیٰ کی کتاب سے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرۃ ۱۴۴:)

واخرج عبدبن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابى حاتم والدينورى فى المجالسة والحاكم وصححه والبيهقى فى سننهٖ عن على رضی اللہ عنہ فى قوله "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" قال شطره قبله واخرج ابو داؤد فى ناسخه وابن جرير البيهقى عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال :شطره نحوه، واخرج آدم والدينورى فى المجالسة والبيهقى عن مجاهد فى قولهٖ "شطره" يعنى نحوه واخرج وكيع وسفيان بن عيينه وابن ابى شيبة وعبدبن حميد وابن جرير والدينورى عن ابى الجاثية فى قولهٖ "شطر المسجد الحرام :قال تلقاءه (تفسير الدر المنثور، ج ۱، ص ۲۷۰، دار الكتب العلميه بيروت) اور تفسير طبرى ميں حواله جات :عن ابى العالية ص ۲۳، ابن عباس ص ۲۴، مجاهد ص ۲۴، عن قتادة ص ۲۴، (واطلب التفصيل فيه)

(صاحب هداية متوفىٰ ۵۹۳ھ، ابن الهمام متوفىٰ ۸۶۱ھ، ولد فى ۷۹۱ھ، صاحب عنايه اكمل الدين محمد بن محمود البابرتى علیہ الرحمۃ متوفى ۷۸۶ھ فتح القدير كے ص ۱ پر بحواله كشف الظنون منقول ھے :قال فى كشف الظنون:

ان الهدایة کالقرآن "فی النسخ" نسخت

ماصنفوا قبلها فی الشرع

من کتب فاحفظ قواعدها و اسلک مسالکها

یسلم مقالک من زیغ و من کذب۔

اب کچھ تعارف ہم صاحب ہدایہ کا پیش کرتے ہیں : صاحب ھدایہ کا نام علی کنیت ابوالحسن لقب برھان الدین علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل المرغینانی الفرغانی المنفردؒ ہے۔آپ کی ولادت شریفہ ۵۱۱ھ میں ہوئی آپ کا وطن مرغینان ہے اس لئے آپ کو مرغینانی کہا جاتا اور مرغینان فرغان کا مشہور شہر ہے جو ملک فارس میں واقع ہے۔اس وجہ سے آپ کو مرغینانی اور فرغانی نسبتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔صاحب ھدایہ نے اپنے زمانے کے اعلامِ مشاہیر سے علم کی تحصیل کی جو اپنے زمانے کے ماہرین فن تھے مثلاً علامہ نجم الدین ابوحفص عمر النسفیؒ صدر الشہیدؒ اور ابوعمرو عثمان البیکندی ،تلمیذ رشید شمس الائمۃ السرخسیؒ وغیرھم۔کسی شخص کے بارے میں اس کے ہم عصر حضرات کی تعریف بہت اہمیت و قدر رکھتی ہے۔کیونکہ آدمی اپنے استاذ کی دل کھول کر تعریف کرتا ہے اسی طرح استاد اپنے شاگرد کے اظہار کمال کو اپنے لئے سرمایہ فخر و شرف تصور کرتا ہے۔مگر انسان بہت ہی کم اپنے ہم عصر کے فضل و کمال کا قائل ہوتا ہے۔اسی وجہ سے علماء "اصول حدیث" کے نزدیک ایک معاصر کی دوسرے معاصر پر جرح عموماً قابل اعتبار نہیں ہے۔کیونکہ اکثر ان کی بنیاد معاصرانہ تعصب اور حسد پر ہوتی ہے۔مگر صاحب ھدایہ کی نرالی شان دیکھئے کہ دیگر ائمہ اعلام کے علاوہ ان کے اپنے

معاصرین علماء و فضلاء مثلاً امام قاضی خانؒ، علامہ ظہیر الدین البخاریؒ، "صاحب فتاوی ظہیریہ" وغیرہ نے بھی آپ کے فضل و تقدم کا کھلے دل سے اقرار کیا ہے۔علامہ عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں : **واقرّ له (لصاحب هداية) بالفضل والتقدم اهل عصره كالامام فخر الدين قاضی خان وصاحب "المحيط" وصاحب "الفتاویٰ الظهيرية" وغيرهم۔** اور علامہ لکھنوی نے خود بھی آپ کا محیر العقول علم و فضل ، بے نظیر عبقریت و جامعیت اور جلالت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے : **علی بن ابی بکر بن عبدالجليل المرغينانی صاحب الهداية كان اماما فقيها حافظا محدثا مفسرا جامعا للعلوم ضابطا للفنون متقنا محققا نظارا مدققا زاهدا وبارعا فاضلا ماهرا أصوليا أديبا شاعرا لم تر العيون مثله فی العلم والادب وله اليد الباسطة فی الخلاف والباع المعت فی المذهب "(الفوائدالبهية، ص ۱۴۱)**

اس نقشہ بے مثال میں آپ کے چہرہ فضل و کمال کا ایک ایک خدوخال نمایاں ہوجاتا ہے۔

حافظ عبدالقادر قریشی نے جواھر المضیۃ میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں : علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی ، شیخ الاسلام برھان الدین المرغینانی العلامۃ المحقق ،صاحب الھدایۃ۔

صاحب ھدایہ کی ذات گرامی صرف فقہ کی امام نہیں بلکہ فن حدیث کی بھی امام ہے۔آپ جلیل القدر محدث اور حافظ حدیث تھے۔آپ کے حافظ حدیث ہونے کی منہ بولتی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی تصانیف خصوصاً "ہدایہ" میں کثرت سے حدیثیں روایات فرمائی ہیں ، علامہ حافظ زیلعی حنفیؒ نے "نصب الرایہ" میں ان احادیث کی تخریج کی ہے۔پھر حافظ ابن حجر

عسقلانیؒ شافعیؒ نے ''الدرایہ'' میں اس کو ملخص کیا ہے۔(مقدمہ نصب الرایہ، ج ا،ص ۱۳)

اعلام الاخیار میں علامہ محمود بن سلیمان کفوی نے لکھا ہے:

''کان صاحب الهداية اماما فقيها حافظا محدثا مفسرا

ان مندرجہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ صاحب ھدایہ جہاں امام فقہ ہیں وہیں عظیم محدث وحافظ حدیث ہیں۔بعض کوتاہ نظر ومتعصب حضرات کی نظر سے حنفیہ کے اس جلیل القدر امام کے علم وفضل کا درخشاں پہلو اوجھل ہے جس کی وجہ سے ان کو حنفیہ بالخصوص ہدایہ اور صاحب ہدایہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ہوئیں۔ابن کمال پاشا نے صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح سے شمار کیا ہے اور بعض نے اصحاب التخریج سے شمار کیا ہے۔

علامہ لکھنوی تحریر کرتے ہیں کہ آپ مجتہدین فی المذھب میں سے ہیں۔(مقدمہ نصب الرایہ، ج ا،س ۱۴)

امت محمدیہ ﷺ کے اہل قلم وعلم میں صاحب ہدایہ منفرد ومخصوص مقام کے مالک ہیں۔اللہ تعالیٰ کے آخری دین کے تحفظ و بقاء ونشر و اشاعت کے لئے آپ نے بڑی گرانقدر تصانیف چھوڑی ہیں۔چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

مناسک الحج ، کتاب المنتفی، نشر المذهب ، مختارات النوازل، مختارات الفتاویٰ، الكفاية، الهداية وغيرها۔(الفوائد البھیۃ،ص ۱۴۱)

صاحب ہدایہ نے اپنی تصنیف ہدایہ کے شروع میں لکھا ہے : ابتدا سے ہی مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ فقہ (حنفی) میں کوئی ایسی کتاب لکھی جانی چاہئے جو **صغیر الحجم** ہونے کے

ساتھ ساتھ ہر قسم کے مسائل و احکام کا احاطہ کرنے والی ہو۔حسن اتفاق کہ میں نے امام قدوریؒ کی ''مختصر'' کو پایا کہ وہ بہت عمدہ کتاب ہے اور ادھر زمانے کے اکابر علماء کو دیکھا کہ وہ امام محمد بن حسنؒ کی ''جامع صغیر'' کو حفظ کرنے کی ترغیب لوگوں کو دے رہے ہیں۔

پس میں نے ان دونوں کتابوں کا انتخاب کرکے ''بدایۃ المبتدی'' کے نام سے جامع صغیر کی ترتیب پر ایک کتاب لکھی اور اس کتاب میں ضرورت کے پیش نظر ''مختصر القدوری'' اور ''جامع صغیر'' پر بعض مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔اور اگر توفیق ایزدی شامل ہوئی تو آئندہ میں اس کتاب ''بدایۃ المبتدی'' کی ایک شرح بھی لکھوں گا جس کا نام ''کفایۃ المنتہی'' ہوگا۔

(انتہیٰ قول المصنف فی اول البدایۃ)

اللہ تعالیٰ نے مصنف کو توفیق دی اور آپؒ نے اسی جلدوں میں اس کی عظیم الشان و بے نظیر شرح لکھی جس کا نام کفایۃ المنتھی ہے۔پھر مصنف نے خود ہی اس ''کفایۃ'' کو چار جلدوں میں مختصر وملخص کرکے اس کا نام ''الھدایۃ'' رکھا (الفوائد البھیۃ ،ص ۱۴۱)

(مقدمہ نصب الرایہ ج ا،ص ۱۴، کشف الظنون اور ہدایہ اول کا دیباچہ)

علامہ مرغینانیؒ نے ہدایہ کو ۱۳ سال کی مدت میں پوری یکسوئی لگن، عرق ریزی اور جانفشانی سے تصنیف کیا۔اس کتاب کی تصنیف میں آپ کے اخلاص، ذوق عبادت، تصور آخرت، روحانی طاقت اور تعلق مع اللہ کا یہ عالم تھا کہ مسلسل تیرا سال کے اس طویل زمانے میں آپ روزہ دار رہے اور آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ اس کی کسی کو خبر بھی نہ ہو۔

صاحب ہدایہ کے اخلاص و کوشش کو اللہ کی بارگاہ میں جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ کم ہی

لوگوں کونصیب ہوتی ہے۔ ہدایہ کووہ قبولیت نصیب ہوئی جس سے زیادہ کاانسانی ذخیرہ کتب میں تصورنہیں کیا جاسکتا چنانچہ قرآن کریم کے بعد جو کتابیں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی ہیں ان چند کتابوں میں ''ہدایہ'' بھی ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری کی زینت ہے اور سال ہا سال سے مدارس اسلامیہ کے نصاب کا جزولاینفک ہے۔ ھدایہ صرف فقہ کی کتاب ہی نہیں بلکہ حدیث وفقہ یا بعنوان دیگر عقل ونقل کی جامع کتاب ہے۔ عقل سلیم اور نقل صحیح (قرآن و سنت) کی روشنی میں اسلام اور تعلیمات نبوی ﷺ ایک مربوط الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہدایہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ ھدایہ نے قانون سازی کی ایک نئے اسلوب وفکر کی بنیاد ڈالی ہے۔ جو نہ صرف اسلامی آئین بورڈ کے لئے بلکہ بین الاقوامی آئین بورڈ کے لئے بھی بڑی حد تک مفید اور بہترین رہنما ہے۔ ویسے تو ہدایہ فقہ کی کتاب ہے مگر اسے ''فن دانشمندی'' کی کتاب (بھی) کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کتاب کی سطر سطر میں عقل ودانش بھری ہوئی ہے۔ یہ بات پورے شرح صدر کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ہدایہ کے ایک صفحہ کی عقل وحکمت ''قاضی'' (حکمت کی ایک کتاب) کے سینکڑوں صفحات میں نہیں مل سکتی۔ ٹھیک اسی طرح ارسطو کی پوری زندگی کی عقل امام ابوحنیفہؒ کے ایک دن کی عقل کی ہمسری نہیں کرسکتی۔

مدارس دینیہ کے نصاب میں بہت سی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جو دماغ کی ورزش اور ذہنوں کو تیز کرنے کے لئے مفید ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ہدایہ کی عجیب وغریب وفصیح وبلیغ عبارتوں سے ذہن جتنے تیز ہوتے ہیں یا دماغ کی جتنی ورزش ہوتی ہے کوئی کتاب اس کی ہمسری نہیں

کرسکتی۔ مشکل سے مشکل کتابوں اور دقیق سے دقیق مسئلوں اور بحثوں کو سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کرسکتی ہے دوسری کتابوں میں شاید اس کی نظیر نہ مل سکے۔ اس کتاب کے سمجھنے کے بعد مشکل ترین مباحث (چاہے کسی بھی فن کے ہوں) حل کرنے کی عجیب سی ہمت پیدا ہوجاتی ہے۔ کوئی بھی سلیم الفکر شخص جو ہدایہ کو سمجھتا ہو اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ کسی شاعر نے خوب کہا:

ان الهداية كالقرآن قد نسخت

ماصنفوا قبلها في الشرع من كتب

فاحفظ قواعدها واسلک مسالکها

يسلم مقالک من زيغ ومن كذب

علامہ انورشاہ کشمیری دیوبندی نے بھی ہدایہ کی تعریف میں لکھا ہے:

تلخیص اقوال، حسن تعبیر اور فقہ کے اہم مسائل کے جمع کرنے میں مذاہب اربعہ میں ہدایہ بے مثال کتاب ہے۔ مزید بیان کیا کہ ''صاحب ہدایہ کی ہمسری کوئی نہیں کرسکتا، ایک صاحب ہدایہ کی فقاہت میں صاحب درمختار علامہ علاء الدین حصکفیؒ جیسے ہزار فقیہ سمائے ہوئے ہیں۔ اور صاحب ھدایہ فقیہ النفس تھے۔ ان کا علم سینہ کا علم ہے اور صاحب درمختار کا علم صحیفہ وسفینہ کا علم ہے۔ (**وان البون بينهما البعيد**) ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

صاحب ہدایہ نے جس کثرت سے ہدایہ میں احادیث وآثار ذکر کئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کا ایک بڑا عمدہ حدیثی کارنامہ (بھی) ہے۔ جو تمام فقہی مذاہب کے

لئے عام طور پر اور فقہ حنفی کے لئے خصوصاً بے حد نافع ہے۔ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں احادیث بلا حوالہ وسند ذکر کی ہیں جس کی وجہ سے بعض (کم فہم) حضرات کو آپ کے متعلق قلت حدیث اور ان احادیث کے ضعیف ہونے کا شبہ ہونے لگا۔ (حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے) اور تعجب یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی (شرح سفر السعادۃ) میں اس شبہ کا اظہار کیا ہے اس شبہ کو تقویت اس سے بھی ملی کہ حافظ جمال الدین زیلعیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جنہوں نے احادیث ہدایہ کی تخریج کی ہے، متعدد احادیث کے بارے میں بصراحت لکھا ہے کہ وہ ان کو نہ مل سکیں۔

حالانکہ صاحب ہدایہ نہ تو علم حدیث میں کم شغل رکھتے تھے اور نہ جو احادیث انہوں نے نقل کی ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ یہ سب احادیث آپ نے اگلے آئمہ کی کتابوں سے نقل کی ہیں اگرچہ بعض احادیث میں کچھ ضعف ہے مگر ایسا نہیں کہ وہ حدیث متفقہ طور پر قابل استدلال نہ ہو۔ (اور ایسی بعض احادیث تو صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں) اور آپؒ خود بھی حافظ الحدیث تھے۔ آپؒ کا احادیث کا ذکر کرنا اور ان کی سند اور حوالہ نہ لکھنا، اس کی وجہ اختصار تھی جیسا کہ امام بغویؒ اور دیگر محدثین کی عادت تھی۔ ایک اہم وجہ یہ ہے کہ درحقیقت آپ نے ان احادیث کے بارے میں اپنے پیش رو آئمہ (امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ) پر اور ان کی کتابوں پر مکمل اعتماد کیا ہے اس لئے احادیث ذکر کرنے میں سند اور حوالہ ذکر کرنا آپؒ نے ضروری نہ سمجھا۔

اس بات کو قاسم بن قطلو بغا نے اپنی کتاب ''منیۃ الالمعی'' میں اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کو اپنے آئمہ کی کتابوں پر ایسا ہی اعتماد تھا جو محدث بغویؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو صحاح ستہ پر تھا۔ جس طرح امام بغویؒ نے مصابیح السنۃ اور امام شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان کی روایات کو بلا حوالہ وسند درج کر دیا ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نے اپنے آئمہ کی کتابوں پر اعتماد کی وجہ سے ان کی روایات کو بلا حوالہ وسند کے ذکر کیا ہے۔ ہر صاحب فہم وعقل فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ کوئی عیب وجرم نہیں۔ رہی یہ بات کہ زیلعی وعسقلانی جیسے حفاظ احادیث کو ہدایہ کی بعض احادیث کیوں نہیں مل سکیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صاحب ہدایہ نے ان احادیث کو بلا سند وحوالہ نقل کیا ہے مگر جب بعد میں فتنہ تاتار (ساتویں صدی ہجری) میں اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور علمی مراکز تباہ ہو گئے تو اس میں متقدمین کا بہت سا علمی سرمایہ ضائع ہو گیا جو کتب پہلے متداول تھیں وہ معدوم ہو گئیں اس وجہ سے بعض متاخرین محدثین (زیلعیؒ اور عسقلانیؒ) جنہوں نے احادیث ہدایہ کی تخریج کی ہے انہیں تصریح کرنی پڑی کہ یہ روایت ان لفظوں میں ہمیں نہ مل سکی۔ (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں نہ مل سکی تو کسی اور کو بھی نہ ملی ہوں۔ فافہم)

اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان ارباب تخریج نے ان احادیث کو متقدمین احنافؒ کی کتابوں کے بجائے ان محدثین کی کتابوں میں تلاش کیا جو ان کے اپنے زمانے میں متداول تھیں۔ تو جب ان کتابوں میں نہ مل سکی تو ان محدثین نے کہا کہ ہمیں ان میں یہ احادیث نہ مل سکی۔ کیونکہ ان محدثین نے تمام احادیث کا استقصاء نہیں کیا تھا۔ حالانکہ متقدمین احنافؒ کی

تصانیف (مثلاً کتاب الخراج، کتاب الامالی، کتاب الآثار، لابی یوسفؒ کتاب الآثار لمحمدؒ، اورمعانی الآثار للطحاویؒ وغیرہ) ہیں بکثرت موجود ہیں۔

ہدایہ کی اہمیت اور معتمد بہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر دور میں علماء امت نے اس کی بہت سی شروحات، حواشی اور تجریدات لکھی ہیں۔ نیز اس کی احادیث کی تخریج پر بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً ''النھایۃ'' تالیف تلمیذ صاحب الھدایہؒ، امام حسام الدین المعروف بالصغنانی الحنفیؒ متوفی ۷۱۰ھ۔

نهاية الكفاية فى دراية الهداية، تاليف الامام تاج الشريعه عمر بن صدر الشريعه الاول عبيدالله المحبوبى الحنفى رحمۃ اللہ علیہ متوفى ۶۷۲ھ

العناية تاليف شيخ اكمل الدين محمد بن محمود البابرتى الحنفى متوفى ۷۸۶ھ

النهاية: تاليف الحافظ بدر الدين العينى الحنفى رحمۃ اللہ علیہ متوفى ۸۵۵ھ

فتح القدير للعاجز الفقير: تاليف الشيخ الامام كما ل الدين محمد بن عبدالواحد السواسى بابن الهمام رحمۃ اللہ علیہ، متوفى ۸۶۱ھ

الكفاية تاليف العلامه السيد جلال الدين الكرلانى متوفى ۷۶۷ھ

شرح الهداية: تاليف علامه علاء الدين المعروف بابن التركمانى متوفى ۷۵۰ھ

نصب الرايه لاحاديث الهدايه، تاليف حافظ جمال الدين زيلعى متوفى ۷۶۲ھ

الدرايه فى منتخب تخريج احاديث الهدايه، تاليف حافظ علامه ابن حجر عسقلانى رحمۃ اللہ علیہ شافعى رحمۃ اللہ علیہ متوفى ۸۵۲ھ

حاشيه هدايه، علامه عبدالحى لكهنوى رحمۃ اللہ علیہ متوفى ۱۳۰۴ھ

سبحان الله لايعرف الدكتور مولا بخش السكندرى القرآن والحديث والفقه خاصة الهداية فهيهات ايها الدكتور وادعت لنفسک أنت من اصحاب الاجتهاد فدعواک باطل غير حق وكذب غير صدق وعمى عن الكتاب والسنة والفقه وحينئذ يتحكم بما ترى وان خالف الدين ويبيع وتنشر كل ماتحب وان كان على غير سبيل المؤمنين۔

اور امام ابن الهمام نے فرمايا: وفى مسلم كان ﷺ اذا جلس فى الصلوٰة وضع كفه اليسرىٰ على فخذه اليسرىٰ ولا شک ان وضع الكف مع قبض الاصابع لا يتحقق فالمراد والله اعلم وضع الكف ثم قبض الاصابع بعد ذلک عند الاشارة "وهو المروى عن محمد فى كيفية الاشارة قال يقبض خنصره و التى تليها ويتحلق الوسطىٰ والابهام يقيم المسبحة۔ وكذا عن ابى يوسف رحمۃ اللہ علیہ فى الامالى (کتب غیر ظاہر الروایۃ میں مذکور مسئلے کی نسبت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی طرف کرنا جائز نہیں۔ **كماسيأتى**)

وهذا فروع تصحيح الاشارة وعن كثير من المشائخ لايشير اصلا وهو خلاف الدرايه والرواية۔ فعن محمد ان ماذكرنا فى كيفية الاشارة مما قلناه قول ابى

حنیفۃ علیہ الرحمۃ ویکرہ أن یشیر بمسبحۃ وعن الحلوانی یقیم الاصبع عند لاالہ ویضعھا عند الا اللہ لیکون الرفع للنفی والضع لاثبات وینبغی أن یکون أطراف الاصابع علی حرف الرکبۃ لامباعدۃ عنھا۔ (فتح القدیر، ج۱،ص ۲۷۱۔۲۷۲)

اس کا جواب تحقیقاً پہلے گذر چکا ہے اور یہ بھی گذرا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث شریف میں بیان شدہ طریقہ جو حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اور امام سغناقی ،فتاویٰ سلطانیہ وعالمگیری مجموع الفتاویٰ ،مبسوط السرخسی وغیرھا سے بیان ہوا کہ یہ طریقہ دعا کرنے کا ہے جس کو دعا تضرع اور دعائے اخلاص کہا گیا ہے۔مگر اب حالت نماز میں منسوخ ہے اور عام حالات میں اب بھی کیا جاسکتا ہے۔اوریہی امام محمدؒ کے قول کا مصداق ہے اوراشارہ مروجہ (جو بعض لوگوں میں ہے) اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ تین آیات کریمہ، حدیث رسول مقبول ﷺ ''اسکنوا'' کے حکم اور ابوداؤد، شرح معانی الآثار میں حضرت ابوھریرۃؓ کی روایت کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں اس طرح اشارہ کیا جس سے اسے معلوم ہوا کہ میں نے اشارہ کیا (یعنی مفہوم سمجھ میں آیا) تو وہ اپنی نماز کو دوبارہ لوٹائے۔ یہ سب دلائل اس (اشارہ) کے نہ کرنے پر دلالت کرنے کا ثبوت ہیں۔ جو ذی عقل وفہم عالم پر مخفی نہیں۔ اس لئے کہ اشارہ نہ کرنے کا ثبوت روایت اور درایت سے ہوا تو صاحب فتح القدیر اور دیگر شراح ہدایہ وغیرہ کی اس عبارت ''بہت سے مشائخ فرماتے ہیں کہ اصلا اشارہ نہ کرے'' کو خلاف روایت و درایت کہنا، یہ درحقیقت خود خلاف روایت و درایت ہے۔ اور عقل کے خلاف ہے۔اور یہ حدیث شریف بھی ہمارے مدعیٰ پر صریح دلیل ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال ان رجلا کان یدعو بأصبعیہ فقال رسول اللہ ﷺ احّد احّد۔ (رواہ الترمذی والبیھقی فی الدعوات الکبیر ثم مشکوۃ، ص ۸۵)

یعنی ایک شخص دعا تضرع کرتے وقت دو انگلیاں اٹھائے ہوئے تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا تضرع ایک انگلی سے کرو۔ ایک صحابی رسول ﷺ کہ خود عربی ہیں اس سے کس طرح متوقع ہے کہ وہ کلمہ شہادت کے وقت جب اشھد ان لاالہ کہتے تو دو انگلیاں اٹھاتے ہوئے اشارہ کرتے۔ یہ ایک موحد صحابیؓ کے بارے میں آپ کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توہین صحابہ کرامؓ سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ محدث اعظم احمد بن حجر ہیتمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

قد قال امام عصرہ ابو زرعہ الرازی من اجل شیوخ مسلم :اذا رأیت الرجل ینقص أحدا من أصحاب رسول اللہ ﷺ فاعلم انہ زندیق و ذالک ان الرسول ﷺ حق و القرآن حق و ما جآء بہ حق و انما أری الینا ذلک کلہ الصحابۃ فمن جرحھم انما اراد ابطال الکتاب و السنۃ، فیکون الجرح بہ ألصق و الحکم علیہ بالزندقۃ و الضلالۃ و الکذب و الفساد ھو الأقوم الأحق۔ (الصواعق المحرقۃ،ص ۲۹۹۔۳۰۰، الفیہ لاہور)

ترجمہ :امام مسلمؒ کے اکابر شیوخ میں سے ابوزرعہ الرازیؒ (جو اپنے زمانے کے امام تھے) نے کہا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اصحاب الرسول ﷺ سے کسی کی تنقیص (توھین) کرتا ہے تو سمجھ لینا کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم ﷺ لے کر آئے قرآن پاک اور حدیث مبارکہ اور جو کچھ اس میں بیان ہوا، سب برحق ہیں اور یہ سب ہم تک صحابہ

کرامؓ کے ذریعے سے پہنچا ہے پس جو صحابہ کرامؓ پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دیتا ہے۔ تو ایسے شخص پر جرح کرنا، اس پر ضلالت، زندقت اور کذب وفساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے۔ انتہٰی

اخرجه الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انه ﷺ قال :اذا اظهرت الفتن أو قال البدع وسب أصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذلک فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۴)

ترجمہ: خطیب بغدادی نے الجامع میں (اور دوسرے حضرات نے بھی) بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "جب فتنے یا بدعتیں پھیل جائیں اور میرے اصحاب کو برا بھلا کہا جانے لگے تو عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا چاہئے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت ومعاوضہ (یعنی فرض ونفل) قبول نہ فرمائے گا۔

تو ایک صحابی سے یہ کیسے ممکن اور جائز ہے کہ وہ نفی کے لئے دو انگلیاں اٹھائے کیونکہ الہ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے، تو بالکل یقیناً غیر معقول اور بے بنیاد بات ہے۔ حق اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے دعا تضرع کے لئے دو انگلیاں اٹھائی تھیں مگر آپ علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر حکم فرمایا کہ ایک انگلی سے دعا کرو۔

یہی وجہ ہے کہ فتح القدیر کے سرورق پر کشف الظنون کے حوالے سے یہ عبارت لکھی ہے کہ ہدایہ سے پہلے جو کتب فقہ تصنیف ہوئی تھی ہدایہ نے انہیں منسوخ کر دیا۔ اس لئے ہدایہ سے

پہلے کتابوں میں ہدایہ کے خلاف مسئلہ قابل قبول نہیں اور بعد میں آنے والی کتابیں خواہ کسی کی بھی ہوں اس میں ہدایہ کے خلاف مسئلہ قبول نہیں۔ (یہاں حموی کی عبارت ملحوظ نظر رہے)

اسلام کے ہر حکم کو ماننا اور ہر عضو کو ظاہراً و باطناً قرآن وسنت کا پابند کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یا ایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة۔ (البقرۃ ۲۰۸ :)

ادخلوا فی شرائع دین محمد ولا تدعوا منها شیئا۔ (تفسیر درمنثور، ج۱، ص ۴۳۳، دار الکتب بیروت)

ادخلوا فی جمیع شرائع الاسلام اعتقاداً وعملاً (تفسیر کبیر، ج ۴، ص ۲۲۶)

قال ابو جعفر والصواب من القول فی ذالک عندی أن یقال :ان الله جل ثناءہ امر الذین امنوا بالدخول فی العمل بشرائع الاسلام کلها۔

انهم امروا کلهم أن یعملوا بجمیع شعب الایمان و شرائع الاسلام اه۔ (تفسیر طبری، ج ۲، ص ۳۳۷، مطبوعہ بیروت)

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ (تبیان القرآن، ج ۱، ص ۷۵۲)

تو اگر ہم حالت تشہد میں انگلیوں کو قبلہ رخ نہ کریں تو "**فولوا وجوهکم شطرہ**" پر مکمل عمل نہ ہوا بلکہ جزوی طور پر عمل ہوا جو کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں شیطان کے قدموں پر

چلنا ہے۔ فافہم

فصل : علماء متقدمین نے کتب متون میں لکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیوں کا رخ گھٹنوں کی طرف ہو۔ اس بارے میں صاحب تنویر الابصارؒ رقمطراز ہیں:

ولایشیر بسبابته عندالشهادة و علیه الفتویٰ۔ علامہ علاء الدین حصکفیؒ اس کی شرح درمختار میں لکھ رہے ہیں کمافی الولوالجیہ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاویٰ۔ جب علامہ حصکفیؒ نے یہ تسلیم کیا کہ علماء متقدمین کے ہاں مفتیٰ بہ یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔ تو گزشتہ تفصیلات کے مطابق متاخرین کا فتویٰ اشارہ کرنے کا غیر معتبر ہوا۔ جس کی وجہ سے متقدمین کا فتویٰ ہی قابل عمل ہے نہ کہ متاخرین کا۔ حضرت علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری نے لکھا ہے : **واذا انتهیٰ الی قوله اشهد ان لااله الاالله یشیر بالمسبحة والمختار لایشیر۔اھ۔** (ج۱،ص۵۵،خلاصۃ الفتاویٰ)

علامہ عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البہیۃ ص ۸۴ پر رقمطراز ہیں:

صاحب خلاصة الفتاویٰ والنصاب كان عديم النظير فی زمانه فريد ائمة الدهر شيخ الحنفية بما وراء النهر۔ وهو (ای خلاصۃ الفتاویٰ) **كتاب معتبر عند العلماء معتمد عند الفقهاء۔ (الفوائد البهية، ص ۸۴)**

شامی ،ج۱،ص ۵۳، میں ہے : **الحکم بما فی المتون۔۔صرحوا به من أن ما فی المتون مقدم علی مافی الشروح۔**

خصوصاً صاحب ہدایہ نے اپنے قول کو عقلی ونقلی دلائل سے مؤید ومؤکد کردیا تو اب اس کے خلاف فتویٰ نہ دے۔ اسی طرح شامی میں ہے:

اذا اختلف التصحيح والفتویٰ فالعمل بما وافق المتون الاولیٰ۔

صاحب برجندی نے لکھا ہے : **قد جاء عن علماء نا فی بعض الروایات انه يفعل كمايفعل الشافعی علیہ الرحمۃ وهوان يعقد الخنصر والبنصر ويحلق بين الوسطیٰ والابهام براسها ويشير بالسبابة عند التلفظ بالشهادتين هكذا ذكر فی الذخيرة** (یعنی ہمارے مذھب کے یہ علماء اپنے مذھب حنفی کے خلاف مذھب شافعی پر عمل پیرا ہیں)

وذكر فی الزاهدی انه اتفق الروايات عن اصحابنا ان الاشارة بالمسبحة سنة (گذشتہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علامہ زاھدی کا قول باطل بالبداھت ہے اور اسی میں متقدمین علماء احنافؒ اور متاخرین کا اختلاف متعدد کتابوں میں بیان ہوا ہے اس لئے ایسی کتاب کیونکر معمول بہا ہوسکتی ہے۔ (فافہم)

وفی المتقط عن ابی نصر بن سلام ليس فی الاشارة اختلاف فی العلماء انه يفعلها۔

یہ دعویٰ بھی خلاف الاصل وخلاف حقیقت ہے جیسے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے اس لئے صاحب برجندی علامہ عبدالعلی البرجندی مذکورہ اقوال کو باطل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمضمرات والخلاصة والمختار انه لايشير۔اھ۔ (برجندی،ج۱،ص۱۰۹)

اسی طرح صاحب کبیری شرح منیہ میں تحریر کرتے ہیں:

ويضع يديه حال التشهد على فخذيه يفرج اصابعه لا كل التفريج هذا عندنا وعندالشافعی يبسط و اشار بالسبابة ولناما روى الترمذی من حديث وائل ۔۔۔ من غير زيادة (یعنی اس حدیث میں عند الاصابع اوراشار بالسبابۃ ہے ہی نہیں) ۔۔۔وهذافرع تصحيح الاشارة یعنی امام محمداور امام ابی یوسفؒ سے عقد کا منسوب باب تصحیح الاشارہ کی فرع ہے یعنی درحقیقت اشارہ کرنا صحیح نہیں اگر صحیح ہو بھی جائے تو اس مذکور منسوب امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے طور پر کرے۔۔مگر (وعن كثير من المشائخ لايشير اصلاً وصححه فی الخلاصة وهو خلاف الدراية و الرواية، تحقیق مذکور تفصیل سے گذری یہ دعویٰ ہی خلاف الدرایۃ والروایۃ ہے۔ اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

نجم الدین الزاھدی کے بارے میں فوائدالبھیۃ میں ہے:

صرح ابن وهبان وغيره انه معتزلی الاعتقاد وحنفی الفروع وتصانيفه غير معتبرة مالم يوجد مطابقها لغيرها لكونها جامعة للرطب واليابس (ص ۳۱۳)

القنية وغيرها كالمجتبیٰ وهو ايضا للعلامة مختار بن محمود الزاهدی صاحب القنية وكتاب القنية مشهور بضعف الرواية۔اھ۔(شامی، ج۱،ص۵۹،طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام ابراہیم الحلبی کبیری کی طرح صغیری میں بھی لکھتے ہیں:

ويضع يديه حال التشهد على فخذيه ويفرج اصابعه مبسطة لا كل

التفريج هذا عندنا وعندالشافعی ۔۔۔هل يشير عند الشهادة عندنافيه اختلاف صحح فی الخلاصة والبزازی انه لايشير وصحح فی شرح الهداية انه يشير۔اھ۔(صغیری وکبیری،ص۲۸۹)

عالمگیری میں ہے: واذا انتهىٰ الى قوله أشهد ان لااله الاالله يشير بالمسبحة والمختار انه لايشير كذا فی الخلاصة وعليه الفتوىٰ، كذا فی المضمرات ناقلا عن الكبيری۔ (عالمگيری،ج ۱، ص ۷۵، فتاویٰ بسلطانيه، ص ۲۷، تارتارخانيه،ج ۱ ص ۲۵۲)

جاننا چاہئے کہ اس رسالے میں ہم نے چار ابواب میں ڈاکٹر موصوف کے سارے اعتراضات کے مفصل جوابات (مختصر تحقیق کے ساتھ) دیئے ہیں، اس کے بعد کی فصلوں میں بیان کردہ مسائل اشارہ لکھنے کی ضرورت تونہیں تھی مگر بعض حضرات منسوخ احادیث بیان کرتے ہوئے بعض لوگوں کو ورغلانے کے لئے کہتے ہیں کہ اشارہ کرنا باتفاق علماء متقدمین اور متأخرین کی سنت ہے۔ لہذا ہم نے مذکورہ فصل میں واضح کردیا ہے اور مزید آئندہ فصلوں میں واضح کریں گے کہ اس بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں ۔فصل دوم میں ان کتابوں اور علماء کا ذکر ہوگا جس میں اشارہ کو نماز میں حالتِ تشہد میں اشھد ان لاالہٰ پڑھتے وقت مکروہ کہا اور لکھا ہے:

فصل دوم : قال تعالىٰ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِ

وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف ١٤٦ :)

ترجمہ :اور میں اپنی آیتوں سے انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بنے ۔(جیسے کہ ڈاکٹر موصوف قانتین، اور فی صلاتھم خشعون ، اور حضور اکرم ﷺ کے حکم "اسکنوا" سے پہلو تہی کرتے ہوئے اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں)

علامہ عبدالعلی دیوبندی نے لکھا ہے :**فی فتح القدیر اجتمع الامام ابو حنیفة رحمۃ اللہ علیہ مع الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بمکة فی دار الخیاطین کما حکی ابن عیینة فقال الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ مابالکم لاترفعون عندالرکوع والرفع منه فقال لاجل انه لم یصح عن رسول الله ﷺ فیه شئ۔فقال الاوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کیف لم یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیه ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة وعند الرکوع وعند الرفع منه فقال ابو حنیفة رحمۃ اللہ علیہ حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود ان النبی ﷺ کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوٰة ثم لا یعود بشئ من ذالک فقال الاوزاعی احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال ابو حنیفة رحمۃ اللہ علیہ کان حماد افقه من الزھری وکان ابراھیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون من ابن عمر فی الفقه وان کانت لابن**

عمر صحبته وله فضل الصحبة والاسود له فضل کثیر وعبدالله فرجح الامام بفقه الرواة کما رجح الاوزاعی بعلو الاسناد والترجیح بالفقه هو المذهب المنصور عندنا وقد علم بهذه الحکایة وحجة الفریقین وعلم ایضاً ان حدیث عدم الرفع بروایة ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح بلاشک ولا حاجة الی اثباته بسند الترمذی وابی داؤد حتی یتوجه ان فیه عاصم بن کلیب هو مقدوح۔۔۔الخ (رسائل الارکان،ص ۷۹۔۸۰)

ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے ص ۲۵۲ پر خود تسلیم کیا ہے کہ :جہالت اور تعصب کے مفاسد بے شمار ہیں۔ یہ از قبیلہ ازماست کہ برماست ہے۔

جب صاحب ہدایہ نے معتبر علماء کے دلائل سے اپنی بات عقلاً ونقلاً مبرھن کردی اور فرمایا کہ طریقۂ منقولہ از حدیث وائل بن حجرؓ سے مأخوذ ہے کہ انگلیاں دونوں ہاتھوں کی قبلے کی طرف پھیلائی ہوں گی بغیر کسی اضافہ کے۔اس میں اشارہ کا کوئی ثبوت ہی نہیں،تو اس سے قبل اور بعد کے علماء احنافؒ اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسئلہ اشارہ میں مذہب شافعیؒ پر عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ صاحبِ شرح وقایہ نے حنفی مذہب بیان کرنے کے بعد فرمایا: "فیه خلاف الشافعیؒ" اور بعد میں لکھا کہ "**وسئل هذا جآء عن علمائنا ایضاً۔ انتهیٰ**(ص ۱۶۶) **وللناس فیما یعشقون مذاهب۔**

اسی طرح صغیری اور کبیری ص ۲۸۹ پر ہے کہ یہ مذھب شافعیؒ ہے۔

جب امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ کو جواب دیا کہ "**لم یصح عن رسول الله ﷺ فیه**

شیئ"۔ تو امام اوزاعی نے آپ سے مطالبہ نہیں کیا کہ اپنے اس مدعیٰ کو ثابت کرو۔ علماء حق اور اولیاء کرام کے دعویٰ کے بعد کہ تشھد کی حالت میں "**اشھدان لا الٰہ**" کے وقت مسبحہ سے اشارے کا ثبوت کتب ظاہر الروایات میں نہیں، متون فقہ میں نہیں، ہدایہ اور قاضی خان وغیرہ میں نہیں، اسی طرح کتب نوادر میں بھی اشارہ عندالاحناف مذکور نہیں، تو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہؒ سے مزید ثبوت نہیں مانگا۔

آیئے مؤطا امام محمدؒ کھولیں اس کے باب التشھد ص ۱۰۹ دیکھیں، اس میں اشارہ معہودہ کی حدیث بتائیں، اس میں ہے ہی نہیں، (تو بتائیں گے کیسے؟)

اسی طرح مسند امام اعظمؒ میں حدیث وائل بن حجرؓ ص ۳۷ پر موجود ہے:

اس میں بھی اشارہ مروجہ کا ثبوت نہیں ملتا، کتاب الآثار للامام محمدؒ اور کتاب الآثار لأبی یوسفؒ میں بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے کہ امام محمدؒ کی مؤطا میں "**باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ ومایکرہ من تسویتہ**" کے حکم کے لئے حدیث نقل کر کے آخر میں لکھا کہ "**بصنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ وھو قول ابی حنیفۃ** رحمۃ اللہ علیہ یعنی نماز میں کنکریاں برابر کرنا مکروہ ہے۔

اسی کے مطابق ہمارا اور امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور یہ بات کتب ظاہر الروایات میں نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ یہ مبسوط سرخسی میں نہیں اور اسمیں ہوتا تو ضرور مبسوط میں امام سرخسی صاحب لکھتے۔ اور فتح القدیر کی گذشتہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ مذہب حق ترجیح فقہ پر ہے نہ کہ علو سند پر۔

لہذا ڈاکٹر موصوف کی سند پر بحث کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ڈاکٹر موصوف حنفی المذھب نہیں ہے۔ تو جب امام ابوحنیفہؒ اور صاحبِ ھدایہ نے حدیث وائل بن حجرؓ سے استدلال کیا تو اس اشارہ معہودہ کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ احناف کے ہاں "**لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیہ شیئ**"۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ کے ہاں نماز میں تشھد کی حالت میں اشارہ بالسبابۃ کرنا جائز نہیں ہے۔ امام طحاویؒ نے باب الاشارہ فی الصلوٰۃ میں مروی حدیث ابوھریرۃؓ سے (جس کو ابوداؤد نے نقل کر کے آخر میں لکھا "**قال ابوداؤد ھذا الحدیث وھم**۔ ج ۱ ص ۱۳۶) شرح معانی الاثار، ج ۱، ص ۲۹۶، پر روایت کر کے کوئی جرح نہیں کی یہ اس حدیث کی تصیح و توثیق ہے۔ "**من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم منہ فلیعدھا**"۔ اس کے بعد آپ نے کئی احادیث و آثار نقل کر کے آخر میں حضور علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے:

وقد امر رسول اللہ ﷺ بتسکین الاطراف فی الصلوٰۃ۔

حدثنا بذلک ------- اسکنوا فی الصلاۃ ------ وھذا الذی بینا فی ھذا الباب قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ **وابی یوسف** رحمۃ اللہ علیہ **ومحمد** رحمۃ اللہ علیہ۔ (ج ۱، ص ۲۹۸)

یعنی مذھب احنافؒ کے تینوں آئمہ کا قول یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ اور انگلیاں نہ ہلائی جائیں یعنی روحِ نماز (جو وقار و سکون پر مبنی ہے) کو برقرار رکھنا ہے۔

ڈاکٹر موصوف پہلے تو فقہاء کرام سے متنفر تھا مگر آخر کار مجبوراً اسے فقہی عبارات کی طرف رجوع کرنا پڑا اور محیط برھانی کی عبارت پیش کرتے ہوئے اپنا خود ساختہ ترجمہ کیا: "یعنی جب

التحیات شروع ہو اور **اشھد ان لا الہ الا اللہ** پر پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے؟ امام محمدؒ نے اس مسئلے کو ''اصل'' میں ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض نے کہا کہ اشارہ نہ کرے، کیونکہ نماز کی بناء سکون و وقار پر ہے۔ آگے اس عبارت اور بعض مشائخ کے قول پر کوئی دلیل ذکر نہیں اور نہ کرنے والوں کے لئے وہ دلیل ذکر کی جو قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ جو ما بعد آنے والی عبارت کی پُرزور تردید کرتی ہے اور ہماری مراد ہے۔ یعنی ڈاکٹر موصوف پتہ نہیں کیونکہ مجبور ہوئے کہ ہمارے مدعا کو (ہی) ثابت کر دیا۔ اس طرح ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے ص ۲۳۸ پر کاسانیؒ کی عبارت بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۱۴ سے نقل کر کے بھی ہماری تائید کر دی کیونکہ اس میں ہے کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کرے کیونکہ اس طرح کرنے سے ہاتھ (سیدھا) رکھنے کی سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ (جو کہ اصل مذھبِ حنفی ہی ہے کما مرّ) باقی رہی مسبحہ والی حدیث شریف تو یہ حضور علیہ السلام کے اس قول کے بعد قابل عمل نہیں کہ فرمایا ''**اسکنوا فی الصلوۃ**'' اور نہ اس میں یہ تصریح ہے کہ نماز میں جب **اشھد ان لا الہ** کو پہنچیں تو اشارہ کیا۔ یہ نماز کے علاوہ دعاء تضرع کرنا ہے کہ ہر کوئی اب (بھی) کر سکتا ہے لہذا علامہ کاسانیؒ کی روایت بھی ہمارے مدعا کو ثابت کرتی ہے اور ہمارے لئے دلیل ہے نہ کہ ہمارے خلاف دلیل ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا اپنے رسالہ ص ۲۳۸ پر نہایہ کی عبارت لکھنا تو عرض یہ ہے کہ نہ تو اس کے پاس نھایہ ہے نہ ہی اس نے نھایہ دیکھی اور نہ ہی اس میں نماز کی حالت میں تشھد پڑھتے

وقت **ان لا الہ** پر مسبحہ انگلی اٹھانے کا ذکر ہے۔ اس لئے نہ یہ ڈاکٹر موصوف کے لئے مفید و کار آمد ہے اور نہ ہی ہمارے مدعا کو مضر ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے ص ۲۳۹ پر زاھدی کا قول لکھا ہے اسی طرح ص ۲۳۷ پر محیط برھانی سے عبارت نقل کی ہے۔ اب دونوں کے بارے میں سنو! علامہ عبدالحی لکھنویؒ مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص ۱۱ پر لکھتے ہیں: **محیط البرھانی: لم یجز الافتاء منه و لا النقل منه کما صرح به فی فتح القدیر فی کتاب القضاء۔ انتھیٰ۔** اور ہم جو کہتے ہیں تو وہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ کا قول ہے۔ جیسا کہ گذرا۔

مقدمہ عمدۃ الرعایۃ، ص ۱۱ پر ہی ہے:

الذی یجب علی المقلد اتباع مذھب امامه یعنی مقلد پر اپنے امام کے مذہب کا اتباع کرنا لازم ہے۔ اور محمود زاھدی کی کتاب قنیہ مشہور بضعف الروایۃ ہے۔ (شامی، ج ۱، ص ۵۹) اسی طرح شامی میں یہ بھی ہے: **فلا یجوز الافتاء لنقل الاقوال الضعیفة فیھا کالقنیة للزاھدی فلا یجوز الافتاء عن ھذا۔** (مقدمہ شامی، ص ۵۲) اور فوائد بھیۃ ثم متانہ، ص ۱۰۵ میں ہے: **صرح ابن وھبان و غیرہ انه (الزاھدی) معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع و تصانیفه غیر معتبرة۔۔ الخ**

اسی طرح ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالہ ص ۲۳۹ پر علامہ بابرتی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلے کو کتبِ اصول میں ذکر نہیں کیا۔ یہ ہے ڈاکٹر موصوف کا اقرار ہمارے مدعیٰ کا اور یہ تو بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ کتب اصول کے خلاف نوادر پر فتویٰ جائز

نہیں۔ جیسا کہ مقدمہ شامی ص ۵۳ پر مذکور ہے۔ ڈاکٹر موصوف ص ۲۴۰ پر علامہ بدرالدین عینیؒ کی عبارت (بنایہ ،ج۲،ص ۳۱۵) سے نقل کرتا ہے:"**هل يشير بالمسبحة اذا انتهىٰ الى قولهٖ. اشهد ان لا اله الا الله فقال بعض مشائخنا لا يشير لان فى الاشارة زيادة لايحتاج اليه فيكون تركه اولىٰ وفى المنية والوقعات وعليه الفتوىٰ وفى الذخيرة وهو ظاهر الرواية وقال بعضهم يشير وبهٖ قال الشافعى** عليه الرحمة **...الخ**

ترجمہ: جب اشهد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو کیا شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے؟ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اشارہ نہ کرے کیونکہ یہ ایک اضافی عمل ہے جس کی کوئی حاجت نہیں اس لئے اسے ترک کرنا اولیٰ ہے۔ منیۃ اور واقعات میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اشارہ کرے اور یہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ الخ۔

اس دلیل سے بھی ڈاکٹر موصوف نے ہمارے مدعا کو ثابت کر دیا۔ جو شخص حنفی المذھب ہونے کے باوجود امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرکے اپنے مذہب کی مخالفت کرے تو لوہار جانے اور انگار جانے۔

ڈاکٹر موصوف اپنے رسالہ ص ۲۴۰ پر "البنایۃ" سے قول شافعیؒ لکھنے کے بعد سات آٹھ سطور عبارت کو چھوڑ کر صفحہ ۳۱۶، وھذہ الاخبار سے لے کر فی الخصومات ونحوھا، تک عبارت لکھتا ہے۔ جس میں ایسا معلوم ہوتا ہے "خرقاء ذات نیفۃ" ایک وجہ یہ ہے کہ پہلے صفحات میں

ڈاکٹر نے لکھا تھا اور ہم پر اعتراض کیا تھا (اگرچہ یہ بھی اس کی جہالت تھی) کہ تیئیس کا ذکر کہیں نہیں۔ اور یہاں بدرالدین عینیؒ نے بنایہ ص ۳۱۵ سطر نمبر ۲۰ پر لکھا ہے: **والثانى يقبض كأنه يعقد ثلاثة وعشرين وهو رواية ابن الزبير عن النبى** ﷺ۔

اسی بنایہ میں سطر نمبر ۲۲ پر لکھا ہے: "والثانى" اور ص ۳۱۶ سطر نمبر ۱ پر ہے: "**والقول الثالث**"، اور سطر نمبر ۴ پر ہے: **من اليدين لقوله عليه السلام احِّد احِّد**۔ تو اس ڈاکٹر (جو لکیر کا فقیر ہے) نے بھی "الیدین" لکھا، یہ نہیں سوچا کہ یہ غلطی کاتب کی ہے۔ کاتب نے "**يدعو باصبعيه**" کی جگہ "الیدین" لکھا ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ص ۸۵ اور ترمذی ونسائی اور بیہقی کی دعوات الکبیر اسی طرح "بنایہ" میں ص ۳۱۶ سطر نمبر ۵ پر ہے: "**يقيم اصبعيه عند قوله لا اله الا الله**" تو اس بے چارے کو یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ اصل عبارت "يقيم باصبعيه" نہیں بلکہ "اصبعه" ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر موصوف کا حوالہ ص ۲۴۹ کا بھی بغور مطالعہ فرمائیں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ڈاکٹر موصوف حق کو باطل ٹھہرانے میں کتنی مہارت رکھتا ہے۔ عوام تو عوام ہیں، خواص کو بھی کتنی مہارت سے دھوکے دے رہا ہے۔ (العیاذ باللہ) مولوی عبدالعلی دیوبندی "ارکان اسلام" میں رقمطراز ہیں: **فظاهر** (عبداللہ بن مسعودؓ کے قول سے) **ان الرفع منسوخ والله اعلم بأحكامه**۔ مزید ص ۸۱ پر لکھتا ہے:

ويضع يده اليمنىٰ على فخذه اليمنىٰ ويده اليسرىٰ على فخذه اليسرىٰ ويتشهد سے لے کر تقریباً اٹھارہ سطور کو چھوڑ کر اٹھارویں سطر کے آخر "واما رفع السبابة" سے لکھا۔ اس لئے کہ اس میں ایک تو عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہے اور دوسرا وائل بن حجرؓ کا ذکر ہے۔

اوران کی حدیثوں پر مذھب حنفی کا دارومدار ہے اوران دونوں میں اشارہ مذکور نہیں جو کہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اصل مذھب یہ ہے کہ اشارہ کی احادیث منسوخ ہیں۔ اور نماز میں تشھد کی حالت میں اشھد ان لاالہ الااللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا منع ہے۔ امام محمدؒ نے ڈاکٹر کی نقل کردہ روایت باب تشھد میں نہیں ذکر کی اگر امام محمدؒ کا یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہوتا تو ضرور وہ اس روایت کو ''باب التشھد فی الصلوٰۃ ''ص ۱۰۹ پر ذکر کرتے۔ اس کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ اب نماز میں اشارہ کرنے کا ثبوت ہونا یہ امام محمدؒ پر سخت ترین الزام ہے کہ بے شمار احادیث اشارہ مروجہ مذکورہ ہونے کے اور آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہونے کے باوجود امام محمدؒ کا انہیں اپنی ظاہر الروایات کتب میں ذکر نہ کرنا ان کی بد دیانتی ہی ہے۔ (العیاذ باللہ)

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی مروی روایت مؤطا ص ۱۰۸ میں ہے:

کان رسول اللہ ﷺ **یصنع** جو کہ ماضی استمراری ہے یعنی آپ علیہ السلام نزول قانتین سے پہلے نماز میں سلام وجواب کیا کرتے تھے، جو کہ قانتین کے نزول کے بعد منسوخ ہو گیا تو دعاء تضرع بھی منسوخ ہوگئی۔ اور دعاء تضرع کا استثناء کہیں بھی منقول نہیں۔ اور مؤطا امام محمدؒ کی روایت میں مراد دعائے تضرع ہی ہے نہ کہ بوقت اشھد ان لاالہ'' انگلی اٹھانا اور اس پر دلیل وہ بے شمار احادیث مبارکہ ہیں جن کو ڈاکٹر موصوف نے نقل کیا ہے اور میں نے بھی کچھ اپنے رسالے میں نقل کی ہیں۔ جن میں کئی احادیث میں یہ لفظ مذکور وموجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

ابن ماجہ ص ۸۴۔ ۸۵ ورفع التی تلیھما یدعو بھا فی التشھد۔ التی تلی الابھام فیدعو بھا۔ ومسلم، ج ۱، ص ۲۱۶ ومشکوٰۃ ص ۸۴۔ ۸۵۔ مسلم ج ۱ ص ۲۱۶ أیضا فدعا بھا۔ ونصب اصبعہ للدعاء۔ نسائی ج ۱، ص ۱۷۳ یدعو بھا۔ ابوداؤد، ودارمی ومشکوٰۃ ص ۸۵، ایضا یشیر باصبعہ اذا دعا۔

ابوداؤد، نسائی ومشکوٰۃ ص ۸۵، ورفع التی یلیھا یدعو بھا۔ ابن خزیمہ ص ۳۷۵، ج ۱، یحرکھا یدعو بھا۔ ابن خزیمہ ج ۱، ص ۳۷۶، ایضا فیہ وھو یدعو بھا۔ صحیح ابن حبان ج ۳، ص ۱۵۸ وھو یدعو بھا۔ (صحیح ابن حبان، ج ۳، ص ۱۵۸) مثال کے طور پر میں نے بارہ مقامات کی نشاندہی کی ہے کہ رفع سبابہ دعا کے لئے تھا نہ کہ اَن لاالہ کے نفی واثبات کے لئے۔ (فافھم)

اور یہ عام قاعدہ ہے کہ **''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال''**

(''باقی دوسرے رسالے میں آئے گا ان شاءاللہ'')

ڈاکٹر موصوف کی منقولہ عبارت ص ۲۴۹ پر اور رسائل الارکان میں ''وعامۃ اصحابہ'' کے الفاظ لکھنا، اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ مؤطا کا بار بار مطالعہ کریں مولوی عبدالعلی کے یہ الفاظ آپ کو کہیں بھی نہیں ملیں گے۔ اسی طرح ''رسائل'' میں واختار صاحب الھدایۃ: کے الفاظ درحقیقت ہدایہ اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح رسائل الارکان میں ص ۸۲ پر یہ عبارت: **بل (فی المبسوط) فیہ بسط الاصابع واذا بلغ عند التلفظ بالشھادتین یحلق۔۔۔ الخ**۔ یہ مبسوط سرخسی پر افتراء ہے۔ آپ مبسوط سرخسی اٹھا کر بار بار دیکھیں کبھی بھی اس میں آپ کو یہ دستیاب نہ ہوگا۔ آگے مزید ''رسائل الارکان'' میں اور ڈاکٹر موصوف کا

اپنے رسالہ میں یہ لکھنا ''پس ان دونوں طریقوں میں سے جس بھی طریقے کے مطابق کرے گا تو سنت ادا ہوجائے گی اور ان میں سے کسی بھی طریقے کو اختیار کرنا جائز ہے۔ (مصباح التحقیق، ص ۲۵۱)

جواباً عرض ہے کہ شاید ان کا خیال ہے کہ نماز بچوں کا کھیل ہے جی چاہے تو ایک طریقہ سے کریں اور جی چاہے تو دوسرے طریقے سے کریں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مولوی عبدالعلی نے جو امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے وہ اس موجودہ بیان کی پرزور تردید کرتا ہے۔

کتب نوادر کے بارے میں ''مقدمہ عمدۃ الرعایۃ'' میں ہے :**فعلیٰ هذا لو وجد بعض نسخ نوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیها الی محمد** رحمۃ اللہ علیہ **ولا الی أبی یوسف** رحمۃ اللہ علیہ **لانها لم تشتهر فی زماننا فی دیارنا ولم تداول**۔ یعنی ہمارے زمانے میں اگر نوادر کی بعض کتب دستیاب ہوجائیں تو (بھی) ان میں بیان شدہ مسائل کو امام محمد اور امام ابو یوسفؒ کی طرف منسوب کرنا کہ یہ مسئلہ انہوں نے بیان کیا ہے یا ان کا مذھب ہے، جائز نہیں ہے۔۔۔کیونکہ ہمارے ملک میں اور ہمارے زمانے میں یہ مشہور نہیں ہوئی ہیں۔ اور نہ ہی کتب متداولہ بنی ہیں۔ (ج ۱ ص ۱۱، شرح وقایہ)

آگے ص ۲۴۲ پر ڈاکٹر موصوف نے علامہ قہستانیؒ کی عبارت نقل کی ہے :

قہستانی کے بارے میں مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ میں ہے :**والقهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی** (ص ۱۱)

اسی طرح ڈاکٹر نے اپنے رسالہ ص ۲۴۵ پر دوبارہ زاھدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مگر ہم نے ناظرین کو زاھدی کا حال دومرتبہ بیان کردیا ہے۔ (اب ضرورت نہیں) اسی طرح بنایہ اور بدرالدین عینی کی شرح ابوداؤد کتب غیر متداولہ ہیں اور کتب غیر مشہورہ میں سے بھی ہیں۔ اور مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ، ص ۱۱، ج ۱، پر ہے :**لاتجوز الفتویٰ من التصانیف الغیر المشهورة۔ انتهیٰ۔**

باقی جوابات تفصیلاً بیان ہوچکے ہیں اس لئے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنے رسالے ص ۲۴۱ پر سفر سعادت سے کچھ عبارت نقل کی ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ نے شرح سفر سعادت ص ۸۰ سے لے کر ص ۸۲ تک مختلف کتابوں سے ثابت کرنے اور منع کرنے والوں کی عبارات بیان کی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پتہ نہیں کیوں شرح سفر السعادت سے شمنی، کفایہ، نجم الدین، سغناقی، خانی، زاہدی، وغیرہ کی عبارات اپنے رسالے میں نقل کی ہیں۔ شرح سفر السعادت میں تئیس (۲۳) کے عقد کو تسعین سے تعبیر کیا ہے۔ اور احادیث شریف کی تفصیل گزری ہے کہ کسی بھی حدیث شریف میں تصریح موجود نہیں اور پھر نسخ کے بعد تو کوئی استثناء بھی نہیں۔ شرح سفر السعادت ص ۸۰ پر یہ عبارت :وعلامہ نجم الدین زاہد گفتہ کہ چوں متفق ست روایت از اصحاب ما جمیعاً۔ اھ۔ بالبداھت باطل ہے۔ سب علماء کرام اختلافات سے باخبر ہیں جیسا کہ گذرا۔ شرح سفر السعادت ص ۸۱ سے تاصفحہ ۸۲ شیخ صاحب نے علی متقیؒ کے رسالے کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے ص ۸۲ کے اول میں تحریر کیا ہے :ایں ترجمہ رسالہ مذکورہ

است۔۔الخ۔

مذکورہ رسالہ کے حوالہ سے ص۸۱ پر لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اثبات اشارہ میں مختلف ہیں (یعنی اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے) اس سے آپ نے خود اتفاق والی بات کی تردید کردی۔ آگے لکھتے ہیں :ان میں سے ایک جماعت اس پر ہے کہ ''منیہ، واقعات، تجنیس، مختار النوازل، مضمرات، ولوالجی اور فتاویٰ کبریٰ نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کرنے پر فتویٰ ہے اور خلاصہ وخزانہ المفتیین نے کہا کہ یہی مختار ہے اور ذخیرہ نے کہا کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے اور انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اشارہ کرنے میں فعل کی زیادتی ہے جب کہ اس کی کوئی حاجت نہیں اس لئے اشارہ نہ کرنا بہتر ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون ووقار پر ہے اور اشارہ کرنے میں روافض کی موافقت ہے اس لئے اشارہ نہ کرنا بہتر ہے تا کہ روافض کی مخالفت ہو۔ آگے جواز کے قائلین کا قول لکھا ہے۔ جس کے مفصل جوابات بار بار بیان ہوئے ہیں۔

جیسا کہ ڈاکٹر موصوف نے شامیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک عالم سے غلطی ہوجائے پھر بعد میں آنے والے بغیر تحقیق اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی بات علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی لکھی ہے کہ ایک عالم مجتہد سے غلطی ہوجائے تو بیس یگے بعد دیگرے وہی بات دہراتے ہیں۔ کوئی تحقیق نہیں کرتے اور یہی معاملہ مسئلہ اشارہ مروجہ کا بھی ہے کہ کوئی واضح ناسخ کی دلالت کے ہوتے ہوئے قرآن وسنت کو نظر انداز کر کے اشارہ کے جواز پر مصر ہے۔ بلکہ یہاں تک دلیر ہوچکے ہیں کہ لکھتے ہیں ص۲۴۱ پھر ص۱۵۱ پر ''اس سے ظاہر

ہے کہ رسول اللہ کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی آپ حلقہ بنا کر اشارہ کرتے تھے پس ان دونوں طریقوں میں سے جس بھی طریقے کے مطابق کرے گا تو سنت ادا ہوجائیگی۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے پتہ نہیں یہاں اشارہ کرنے کے مختلف طریقے مثلاً حلقہ بناتے وقت کبھی ترپین کا نشان، کبھی تئیس کا نشان، اور کبھی نوے کا نشان بنانا، کیوں نہیں ذکر کئے؟ تا کہ مکمل فارغ الذمہ ہوتے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابرؓ سے نقل کردہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا :''**لقد جئتکم بها بیضاء نقیه**''۔ یعنی تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ میں تمھارے پاس صاف اور واضح شریعت اور دین لے کر آیا ہوں۔ یعنی جو کچھ میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں وہ بالکل صاف اور شفاف ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب بتائے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کا طریقہ صاف اور شفاف نہیں کہ کبھی ایک طریقہ سے کرنا ہے اور کبھی دوسرے طریقہ سے؟ ایک مسلمان ایک طریقہ اختیار کرے گا اور دوسرا مسلمان دوسرا طریقہ اختیار کرے گا! کیا اس سے امت مسلمہ کا اتفاق واتحاد ہوگا؟

محققین علماء کرام نے ایک طرف قرآن وسنت پر مکمل عمل کرنے کے لئے اور دوسری طرف امت مسلمہ میں یگانگت اور اتفاق واتحاد برقرار رکھنے کے لئے (خبر واحد جو تسکین فی الصلوٰۃ کے بارے میں آئی ہے کی وجہ سے) اشارہ مروجہ کو مکروہ لکھا ہے جیسا کہ علامہ سراج الدین ابی محمد علی بن عثمان بن محمد الاوشی الحنفیؒ المتوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں :

یکرہ ان یشیر بالسبابة فی الصلوٰۃ عند قوله اشهدان لااله ال الله هو المختار ۔(سراجیہ،ص ۱۱، میر محمد کتب خانہ کراچی، اور بر بیاض فتاویٰ قاضی خان، ج۱، ص ۵۶، فتاویٰ سراجیہ)

فتاویٰ عالمگیری، ج۱، ص ۷۵-۷۶ میں ہے :**واذا انتهیٰ الی قوله اشهدان لااله الاالله هو المختار یشیر بالمسبحة والمختار أنه لایشیر کذا فی الخلاصة۔ وعلیه الفتویٰ کذا فی المضمرات ناقلاعن الکبریٰ وکثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ وکرهها فی منیة المفتین کذافی التبیین۔۔۔**

صاحب تنویر الابصار نے لکھا ہے :**ولایشیر بسبابته عند الشهادۃ وعلیه الفتویٰ کمافی الولوالجیة والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامة الفتاویٰ**، شامی، ج۱ ص ۳۷۵ بر بیاض،

حدیقہ میں ہے :**وفی منیة المفتی ویکرہ ان یشیر عند کلمة الشهادۃ** (ج۲، ص ۵۲۸)

ڈاکٹر موصوف کا اپنے رسالے ص ۲۴۳ پر یہ لکھنا کہ ''سراج الدین ابن نجیم لکھتے ہیں :**وبسط اصابعه وفی الاطلاق البسط ایماء الی انه لایشیر بالسبابة عندالشهادتین عاقدا الخنصر والتی تلیها محلقا الوسطیٰ والابهام وهذا قول کثیر من المشائخ وعلیه الفتویٰ کما فی عامة الفتاویٰ وجزم فی منیة المفتی بکراهته**۔ اسی طرح بحر الرائق، ج۱ ص ۳۲۴، میں بھی ہے : یعنی (اپنی انگلیاں کھلی رکھے

)انگلیاں کھلی رکھنے کے اطلاق میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اشہدان لاالہ الااللہ کہتے وقت چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کر کے درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ نہ کرے بہت سے مشائخ کا یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ عام کتب فتاویٰ میں ہے اور منیۃ المفتی میں تو اسے جزماً مکروہ کہا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ معترض ڈاکٹر کا ہمارے مدعا کا اقرار کرنا اور اسے ثابت کرنا ہے کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے میرے مخالف کے قلم سے بھی میرا مدعا ثابت کروا دیا۔ اور حضرت امام ابن ہمامؒ کی مخالفت ان کی اجتہادی غلطی ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے اس کی عقلی ونقلی دلیل بیان کی ہے اس کے علاوہ میرے رسالے میں گذرا کہ ابن الھمامؒ کی بات درایت وروایت کے مخالف ہے۔ جسے صاحب ھدایہ نے بھی ذکر کیا ہے اور میں نے بھی تفصیلاً ھدیہ ناظرین کیا ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے فرمایا :**فالحکم بمافی المتون کمالایخفی لانها صارت متواترۃ**۔اھ۔ ردالمحتار، ج۱، ص ۵۳، **ایضا فیه :ان مافی المتون مقدم علی مافی الشروح ومافی الشروح مقدم علی مافی الفتاویٰ**۔(ج۱، ص ۵۳، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ، ص ۱۰)

اس لئے امام ابن ہمامؒ کا اس کے خلاف لکھنا ایک مقلد مسلمان کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

الفتاویٰ العیاشیہ میں ہے :**فی الفتاویٰ لایشیر بالسبابة عندالتشهد هو المختار وعلیه الفتویٰ** (ص ۲۹ ۔فصل فیما یکرہ وفیما یفسد الصلوٰۃ۔ کوئٹہ)

الفصل الثالث :فی بیان الکتب التی ذکر فیها ان فعل الاشارۃ مکروہ ۔فتاویٰ سراجی و عالمگیری، والبحر الرائق ومنیۃ المفتی، ومفتاح الصلوٰۃ و الظهیریۃ والنهر الفائق و روضۃ العلماء ومعظمیه منظومه افغانی شرح کیدانی و حدیقۃ وعمدۃ الرعایۃ ومزیل الشبهات وذخیرۃ فی نسخۃ مفصل للکیدانی ومکتوبات وتحفۃ الاخیار ومحک الطالبین وشمنی (المختصر منه) قنیۃ المفتی، طوالع الانوار (للعلامۃ المحدث الشیخ محمد عابد الانصاری) شرح الدر المختار، تبیین، معراج المؤمنین لکیدانی، تحفۂ رحمانی لکیدانی، عقائد المسلمین از فتح الرحمن فی عدم الاشارۃ فی مذهب النعمان۔ من تالیف العالم الکبیر الشیخ محمد فاروق بن عبدالغفور بن عبدالعلی۔ مؤرخہ ۱۲۳۰ھ بهدم الاغلاط مطبع فخر الدین لاهور ۱۳۱۶ھ، انوار شریعت، ج ۱، ص ۲۵۰ پر بھی ہے کہ اشارہ مکروہ ہے ۔(سنی دارالاشاعت ،فیصل آباد) اور جہان امام ربانی زیر سرپرستی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ج ۳، ص ۳۴۱)

فصل ثالث

قال اللہ تعالیٰ: وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ "یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ۔

ترجمہ :اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف

کریں۔(کنز الایمان) (الاعراف ۱۸۱ :)

یہ گروہ علماء اور ہادیان دین کا ہے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ہر زمانے کے اہل حق کا اجماع حجت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی زمانہ حق پرستوں اور دین کے ہادیوں سے خالی نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ایک گروہ میری امت کا تا قیامت دین حق پر قائم رہے گا اس کو کسی کی عداوت ومخالفت ضرر نہ پہنچا سکے گی۔اھ۔(از خزائن العرفان)

سوال: بڑے بڑے علماء کرام اور اولیاء کرام نے تشہد پڑھتے وقت اشارہ کرنے سے کیوں منع کیا؟

جواب : مختصراً جواب یہ ہے کہ "**کلام الملوک ملوک الکلام**" بڑے لوگوں کی باتیں درحقیقت باتوں کی حاکم ہوتی ہیں۔ہر کوئی ان کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے ان کی باتوں کی تغلیط کرتے ہیں۔

تفصیل یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وقوموا للہ قٰنتین" (بقرۃ ۲۳۸ :)

ترجمہ: اور کھڑے رہو اللہ کے حضور ادب سے۔

(۱) واخرج الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما فی قول اللہ "وقوموا للہ قٰنتین" قال :کانوا یتکلمون فی الصلاۃ یجیئ خادم الرجل الیه وهو فی الصلاۃ فیکلمه بحاجته فنهوا عن الکلام (۲) واخرج ابن جریر وابن المنذر عن عکرمۃ مثله۔ (۳) أخرج سعید بن منصور وعبد بن حمید عن محمد بن کعب قال :قدم

رسول اللہ ﷺ المدینة والناس یتکلمون فی الصلوٰة فی حوائجهم کماتکلم أهل الکتاب فی الصلوٰة فی حوائجهم حتی نزلت هذه الآیة ''وقوموا للہ قٰنتین''۔ فترکوا الکلام۔

(۲) وأخرج عبدبن حمید عن عطیة قال کانوا یأمرون فی الصلاة بحوائجهم حتی أنزلت ''وقوموا للہ قانتین'' فترکوا الکلام فی الصلاة۔

(۳) وأخرج عبدالرزاق فی المصنف وعبدبن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاهد قال: کانوا یتکلمون فی الصلاة، وکان الرجل یأمر أخاه بالحاجة، فأنزل اللہ ''وقوموا للہ قٰنتین'' ۔فقطعوا الکلام ۔فالقنوت السکوت والقنوت الطاعة۔ (تفسیر درمنثور لجلال الدین السیوطی، ج۱، ص ۵۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مندرجہ بالا پانچ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ یا اپنے خادم کے ساتھ باتیں کرلیتے تھے یا اپنے کسی بھائی کو کسی کام کا حکم دے دیا کرتے تھے (جیسا کہ اہل کتاب کرتے تھے) مگر اس آیت کے نزول کے بعد انہوں نے نماز میں باتیں کرنا چھوڑ دیں۔ حضرت علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ قنوت، سکوت اور طاعت کو کہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْن
(سورۃ المؤمنون ۱:۔۲)

ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں۔
(کنزالایمان)

ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اعضاء ساکن ہوتے ہیں۔۔۔الخ
(خزائن العرفان) (تفسیر مدارک، اور بیان القرآن سے تحقیق گذری۔ اس طرح تفسیر روح المعانی ج ۱۸، ص ۳م یعنی خوف خدا کے ساتھ عاجزی اور اعضاء کے سکون کے ساتھ خشوع ہے۔)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے نخب الافکار، ج ۹، ص ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ ابن قصار نے ذکر کیا ہے : بے شک یہ حدیث (**اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة**) نماز میں ہاتھ اٹھانے سے منع کرنے پر دلیل ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی (**الم تر الی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم وأقیموا الصلوٰة**) یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے علماء کرام اور اولیاء کرام نے نماز میں تشہد کے وقت انگلی اٹھانے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ حکم خداوندی اور امر ربی کے مخالف ہے۔

احادیث: اس بارے میں احادیث تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض یہاں دوبارہ ھدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

امام بخاری نے صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰ میں اپنی سند کے ساتھ زید بن ارقمؓ سے یہ حدیث نقل کی: قوموا للہ قٰنتین کے نزول کی وجہ سے ہمیں سکوت کا حکم ہوا۔ اور نسائی نے ج ۱، ص ۱۸۱ اور ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۷ اس حدیث کو لکھا ہے اس طرح امام مسلم نے ص ۶۵ پر اپنی سند کے ساتھ جابر بن سمرةؓ سے روایت اس میں کی ہے۔

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

(۲)اعمش سے(۳) جابر بن سمرۃ سے (۴) جابر بن سمرۃ سے چاراحادیث(نخب الافکار، ج۹،ص ۱۵۰، نسائی ج۱، ص ۱۷۶، شرح معانی الآثار، ج۱ص ۲۹۸، اورکنزالعمال، ج۷،ص۴۸۱۔ ۴۸۲وغیرہ۔

جب حضور اکرم ﷺ نے نماز میں سکون اور عدم تحریک کا حکم دیا اور ہاتھ اٹھانے اور انگلیوں کو حرکت دینے میں اس حکم کی خلاف ورزی ہے تو اس وجہ سے محققین علماء و اولیاء نے نماز میں اشارہ کرنے کو حرام کہا۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی سند کے ساتھ (ص ۳۷ جو گذر چکی ہے) عبداللہ بن مسعود سے حدیث بیان کی جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:"ان فی الصلوٰۃ شغلاً (بخاری، ج۱،ص ۱۶۲) ابن ماجہ، ج۱،ص ۷۱، اورنصب الرایہ میں ہے: احادیث اصحابنا :منہا حدیث تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کأنہا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ(اخرجہ مسلم)

محقق تحت الخط لکھتے ھیں:مسلم فی الصلاۃ حدیث نمبر ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۲۱ ورواہ ایضاً ابوداؤد فی الصلاۃ باب ۱۸۴، حدیث نمبر ۹۹۸ ،والنسائی فی السھو، باب ۵، ۷۲، ۶۹، واحمد فی المسند ۱۰۷/۵، ۱۰۲، ۱۰۱، ۹، ۳۹، ۸۶)واعترضہ البخاری فی "کتابہ الذی وضعہ فی رفع الیدین"۔(انظر جزء رفع الیدین للبخاری،ص ۱۳)

فقال واما احتجاج بعض من لا یعلم بحدیث تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کأنہا اذ ناب خیل شمس؟ اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ وھذا انما کان فی التشھد لافی القیام ۔۱۵۔(نصب الرایہ، ج ۱، ص ۴۷۲، طبع حقانیہ پشاور)

امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں تحریر فرمایا ہے :

رفع الیدین وتحریک الاصابع ثبت بذالک انہ قد دخل فیما امر بہ رسول اللہ ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلوٰۃ وھذا القول الذی بینا فی ھذا الباب قول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ وابی یوسف علیہ الرحمۃ ومحمد علیہ الرحمۃ۔

یعنی ہاتھوں کو اٹھانا اور انگلیوں کو حرکت دینا، حضور علیہ السلام کی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ سب اطراف بدن (یعنی اعضاء) نماز میں ساکن ہوں یہ آئمہ ثلاثہ کا قول ہے۔(شرح معانی الآثار، ج۱،ص ۲۹۸)

اسی وجہ سے محققین علماء کرام اور اولیاء عظام نماز میں تشہد پڑھتے وقت سبابہ انگلی اٹھانے کو حرام کہتے ہیں۔ابوداؤد میں بھی ہے :

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال یعنی فی الصلوٰۃ والتصفیق للنساء، من اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم عنہ فلیعد لھا یعنی الصلوٰۃ قال ابوداؤد ھذا الحدیث وھم (ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۳۶، باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ)

امام ابی جعفر طحاویؒ نے اس حدیث کو شرح معانی الآثار میں نقل کرکے ابوداؤد کی جرح کو ختم

کیااور وہ یہ ہے:

حدثنا فهد بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید قالا انا یونس بن بکیر قال انا محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عقبه عن ابی غطفان بن طریف عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التسبیح للرجال و التصفیح للنساء و من اشار فی صلاته اشارة تفهم منه فلیعدها۔ (معانی الآثار، ج ۱، ۲۹۲، باب الاشارة فی الصلوٰة)

امام ابوداؤد کا وہم انہوں نے ختم کر کے حدیث کو ثابت قرار دیا۔ کہ جس نے نماز میں جان بوجھ کر اشارہ کیا تو وہ نماز دوبارہ پڑھے یہی وجہ ہے کہ اکابر امت نے اشارہ کو حرام قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر مولا بخش سکندری اگر مخالفت کرے تو کرتا رہے۔ **"لان الناس اعداء لما جهلوا"** میں نے بمطابق قاعدہ شرعی **"امّا غیر المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد فلیس بمفت و الواجب علیه اذا سئل ان یذکر قول المجتهد کأبی حنیفة علی جهة الحکایة** ص ۱۱۔ مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ اور مقدمہ شامی ج ۱، ص ۵۱۔

صرف علماء کے اقوال بیان کئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ کس نے اشارہ کی مخالفت کرتے ہوئے کیا رائے قائم کی اگرچہ ناقل پر صرف تصحیح نقل ہوتی ہے باقی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا مگر پتہ نہیں ڈاکٹر موصوف کیوں سیخ پا ہوا۔ میں نے اپنے رسالے ص ۱۹ پر اخون درویزہ باباؒ کا قول نقل کیا: ""اخون درویزہ باباؒ نے مخزن الاسلام باب المحرمات میں فرمایا ہے کہ سبابہ سے اشارہ کرنا مذہب شافعیؒ ہے اور یہ فعل حنفیوں پر حرام ہے۔ (۲) فوائد شریعت ص ۹۶ میں

ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرنا سبابہ انگلی سے حرام ہے۔ اور یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ (میرا رسالہ، ص ۱۱) (۳) خلاصہ کیدانی میں لکھا ہے **"والاشارة بالسبابة کأهل الحدیث"** معنی یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اس لئے کہ اہلحدیث اس منسوخ روایت پر عمل کرتے ہیں۔

(میرا رسالہ ص ۲۰)

اس سے قبل ص ۹ پر میں نے لکھا: اور شیخ احمد سرھندی (امام ربانی مجدد الف ثانیؒ) نے اس کو مذہب امام ابوحنیفہؒ میں حرام اور منع لکھا ہے۔ اور ص ۱۴، ۱۵، ۱۶ پر میں نے لکھا کہ (صاحب خلاصۃ تو) میر سید السند جرجانی اور علامہ تفتازانی نے خلاصہ کیدانی کی شرح لکھی ہے کہ اس کا نام سعیدیہ شرح خلاصہ کیدانی ہے اور ان دونوں علماء نے اس مسئلے کا رد نہیں لکھا (تو یہ ان علماء کی خلاصہ کیدانی کی تصدیق ہے)

صاحب واقعات نے لکھا ہے: "ان الاشارة حرام" بے شک اشارہ حرام ہے وعلیہ الفتویٰ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (میرا رسالہ ص ۱۶) صاحب غرائب نے بھی لکھا ہے۔ **و الصحیح ان الاشارة حرام**، اور صحیح یہ ہے کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔ (میرا رسالہ ص ۱۷) مطلب یہ ہوا کہ حکمِ حرمت اشارہ میں صاحب خلاصہ کیدانی تنہا نہیں ہیں بلکہ پانچ معتبر علماء کرام نے خلاصہ کیدانی کی تائید کرتے ہوئے اشارہ بالسبابہ بوقت ان لا الہ کے حرام لکھا ہے۔

وفی شرح المنیة یکره أن یرد المصلی السلام بالاشارة بیده أو رأسه

فتعین حمل الحدیث علی ماقبل نسخ الکلام فان الاشارۃ فی معناہ۔اھ۔(مرقاۃ،ج ۳،ص ۱۱) یعنی نمازی کے لئے ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے تو حدیث کو قبل نسخ الکلام پر محمول کرنا متعین ہوا کیونکہ اشارہ بھی اس کے معنی میں ہے۔اہل علم کے ہاں قاعدہ معینہ معارضین میں یہ ہے کہ پہلے تطبیق دی جائے اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو پھر ترجیح سے کام لیا جائے گا اور اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو نسخ ہوگا اور تقدیم و تاخیر بھی معلوم نہ ہو پھر **اذا تعارضا تساقطا** ہوتا ہے۔مگر ڈاکٹر موصوف نے ایک نیا طریقہ بیان کیا ہے کہ کبھی ایک طریقہ اور کبھی دوسرے طریقہ سے کرنے سے سنت ادا ہو جائے گی ۔اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو صحیفے نازل فرمائے اور چار بڑی کتابیں نازل فرمائی ہیں تو اہل اسلام کبھی قرآن پاک پر عمل کریں، کبھی تورات پر کبھی انجیل پر اور کبھی زبور اور کبھی کسی دوسرے صحیفے پر، تو اس طرح کرنے سے ساری آسمانی کتابوں پر عمل ہو جائے گا اور کوئی آسمانی کتاب مہمل و بے عمل نہ رہے گی۔یہ طریقہ ڈاکٹر موصوف کو اور ان کے ہم خیال حضرات کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔(آمین) کیونکہ ناسخ پر عمل کرنا متعین ہے جب کہ منسوخ پر عمل کرنا ممنوع و گناہ ہے۔(مزید تفصیل دوسرے رسالے میں آئے گی۔ان شاء اللہ)

نخب الافکار،ج ۹،ص ۴۵۷ دار الیسر میں ہے:

قلت من قبیل النسخ بدلالة التاریخ وهو أن یکون أحد النصین موجباً للحظر ، والآخر موجبا للاباحة ففی مثل هذا یتعین المصیر الی النص الموجب للحظر

والی الاخذ به وذالک لان الاصل فی الأشیاء الاباحة والحظر طارعلیها فیکون متاخرا۔

اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاً علی فعل البدعة۔(رد المحتار،ج ۱،ص ۴۷۵)

اگر تعارض در جواز و عدم جواز و حل و حرمت واقع شود ترجیح جانب عدم جواز راست وجانب حرمت(مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۳۱۲،ج ۱)

لان الفعل اذا تردد بین السنة والکراهة کان ترکه اولیٰ۔واللہ اعلم وعلمه اتم۔(فتاویٰ رضویہ،ج ۳،ص ۶۸۳)

اس لئے حل المشکلات میں ص ۱۰۴ سے ۱۰۷ تک تفصیلی بحث اور دلائل بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

والصحیح ان الاشارة حرام۔ صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔یہ کتاب غوث الزمان زبدۃ السالکین مولانا حضرتنا باباجی سپنخڑی شریف کی حسب فرمائش ۱۳۵۶ھ میں مرتب ہوئی اور یہ عام قاعدہ ہے کہ نفع حاصل کرنے سے ضرر(نقصان) کو دور کرنا مقدم(بہتر) ہے۔جس کا ثبوت دیگر دلائل کے علاوہ کلمہ طیبہ سے بھی ملتا ہے۔اور تعوذ و تسمیہ اور الحمد للہ بھی اس کے لئے دلائل واضحہ ہیں جس کی تفصیل دوسرے رسالے میں آئے گی۔(ان شاء اللہ)

اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ کتب نوادر میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ تشہد میں اشارہ معہودہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔مگر جب ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں اور کتب

مشہورہ جیسے ہدایہ اور مبسوط میں نوادر سے یہ روایت منقول و منسوب نہیں تو کیا امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی طرف اس کی نسبت کرنا جائز ہے؟ نہیں بلکہ حرام ہے۔ جیسے علامہ عبدالحی لکھنوی نے مقدمہ عمدۃ الرعایۃ میں بیان کیا ہے: ''**فعلیٰ هذا لو وجد بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزو ما فیها الی محمد** علیہ الرحمۃ **ولا الی ابی یوسف** علیہ الرحمۃ **لانها لم تشتهر فی زماننا فی دیارنا ولم تداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلا فی کتاب مشهور کالهدایة والمبسوط کان ذلک تعویلا علی ذالک الکتاب۔ اھ۔**

(مقدمہ عمدۃ الرعایۃ، ص ۱۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

یعنی اسی وجہ سے اگر کتب نوادر میں سے کوئی نسخہ پایا گیا ہمارے زمانے میں تو اس میں جو مسئلہ ہو اس کی نسبت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی طرف جائز نہیں (بلکہ حرام ہے) کیونکہ ہمارے زمانے میں ہمارے ملک میں یہ نہ مشہور ہوئیں اور نہ ہی متداول بنی ہیں ہاں اگر نوادر میں سے کوئی نقل کسی مشہور کتاب مثلاً ہدایہ اور مبسوط میں مذکور ہو تو یہ اس کتاب پر بھروسہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **فذکر ان نفعت الذکریٰ سیذکر من یخشیٰ** (سورۃ الاعلیٰ: پارہ ۳۰، آیت ۲ اور ۳)

ترجمہ : تو تم نصیحت فرماؤ اگر نصیحت کام دے عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے۔ (کنزالایمان)

تکملہ

قد افلح المومنون۔ الذین هم فی صلوتهم خشعون۔ (سورۃ المومنون ۱۔۲)

بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

روی عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ **انه قال لقد انزلت علینا عشر آیات من اقامهن دخل الجنة ثم قراء: قد افلح المومنون۔۔۔الخ**

رواه الحاکم ابو عبدالله فی صحیحه واصل الخشوع فی اللغة: الخضوع والتواضع وفی المراد بالخشوع فی الصلوٰة اربعة اقوال: الثالث انه السکون فی الصلوٰة قاله مجاهد وابراهیم والزهری از تفسیر زاد المیسر فی علم التفسیر۔

اور مذکور حدیث کو تفسیر البحر المحیط ص ۳۶۵ ج ۶، میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا کہ مفسرین کے اس میں کئی اقوال ہیں۔ عمرو بن دینار نے فرمایا کہ **هو السکوت وحسن الهیئة** یعنی وہ سکوت اور اچھی ہیئت ہے۔ **اختلف فی الخشوع هل هو من فرائض الصلوٰة او من فضائلها ومکملاتها؟ علی قولین، والصحیح الاول:** ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا یقیناً ہم پر دس آیات نازل ہوئیں جس نے ان کو قائم رکھا وہ جنتی ہوا اور پھر **قد افلح المومنون۔۔۔الخ** تلاوت فرمائی۔

لغت میں خشوع کا مطلب عاجزی کرنا، فروتنی کرنا، قرار پکڑنا اور ٹھہرنا ہے۔'' اور نماز میں خشوع کرنے کی مراد یہ چار اقوال ہیں۔ ان میں تیسرا قول یہ ہے کہ نماز میں سکون ہے۔ یہ مجاہد، ابراہیم اور زہری نے کہا ہے۔ اور بحر المحیط میں حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھا کہ خشوع میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ وہ نماز میں سکون اور اچھی ہیئت ہے۔ آگے مزید بحوالہ تحریر، لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں خشوع فرض ہے؟ یا فضائل ومکملات نماز میں سے ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔ اور صحیح قول اول ہے۔ (یعنی نماز میں سکون فرض ہے)۔ باقی حوالے گذری ہوئی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں البتہ مواہب الرحمن میں ہے کہ شیخ امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خشوع رکھنے والے یعنی خوف وسکون رکھنے والے ہیں۔ (ج ۶، ص ۳، تفسیر مواہب الرحمن) ایسا ہی مجاہد، حسن بصری اور قتادہ وزہری سے مروی ہے۔ **خاشعون :مخبتون متواضعون لایلتفتون یمینا ولا شمالا ولا یرفعون ایدیھم فی الصلوۃ۔اھ** (تفسیر ابن عباس، ص ۲۱۲) یعنی نماز میں عاجزی کرنے دائیں بائیں نہ دیکھنے والے اور اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

السکون الذی ھو طریق ما اجمع علیہ فی الصلوٰۃ اعنی السکوت۔اھ۔ بخاری ج ۱، ص ۱۰۲ ایضاً باب الخشوع فی الصلاۃ، ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۷، ترمذی باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰۃ، ص ۵۱۔۵۲، ج ۱)

صحیح ابن حبان۔ ذکر العلة التی من احلها کان یشیر المصطفیٰ ﷺ

بالسبابة فی الموضع الذی وصفناہ۔

رقم الحدیث ۱۹۴۱ ۔۔۔ عن وائل بن حجر قال قدمنا المدینة وھم ینفضون ایدیھم قال؛ فکبر ۔۔۔ فلما جلس افترش قدمیہ ووضع مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنیٰ وقبض خنصرہ والتی تلیھا وجمع بین ابھامہ والوسطیٰ ورفع التی تلیھا یدعو بھا۔ (صحیح ابن حبان ج ۳، ص ۱۵۸) (۲) رقم الحدیث ۱۸۵۶ فی ایضاً (عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) ان وائل بن حجر الحضرمی اخبرہ ۔۔۔ وعقد ثنتین من اصابعہ وحلق حلقة ثم رفع اصبعہ فرایتہ یحرکھا یدعو بھا ثم جئت بعد ذلک فی زمانہ فیہ برد فرأیت الناس علیھم جُلّ الثیاب تتحرک ایدیھم تحت الثیاب۔اھ۔ (ابن حبان ج ۳، ص ۱۳۰)

(۳) عن وائل بن حجر قال اتیت رسول اللہ فرأیتہ ۔۔۔ ووضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ ونصب اصبعہ للدعاء ۔۔ ثم اتیتھم من قابل فرأیتھم یرفعون ایدیھم فی البرانس۔ نسائی ج ۱، ص ۱۷۳)

ترجمہ : خاشع لوگ وہی ہیں جو خدا کے سامنے عاجزی کرنے والے، ادھر ادھر نہ دیکھنے والے اور نماز میں ہاتھ نہ اٹھانے والے ہوں۔

نماز میں وہ سکون جس پر اجماع ہوا ہے وہ سکوت ہے۔

خشوع کے بارے میں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج۱، ص۱۰۲، ابن ماجہ نے اپنی کتاب ج۱، ص ۲۷، اور ترمذیؒ نے اپنی کتاب ج۱، ص ۵۱۔۵۲ پر باب لکھے ہیں۔

اورامیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی المتوفیٰ ۷۳۹ھ نے فرمایا؛ حضور علیہ السلام کے قعدہ میں سبابہ انگلی سے اشارہ کرنے کی وجہ وعلت کا ذکر (۱) وائل بن حجر ؓ سے روایت ہے کہ ہم مدینہ منورہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادروں کے نیچے اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے میں کہا کہ میں ضرور بالضرور حضور علیہ السلام کی نماز کو دیکھوں گا۔ فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے تکبیر کہی تو جب قعدہ میں بیٹھے تو پاؤں کو پھیلایا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا تو چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کر دیا اور انگوٹھے ودرمیانی انگلیوں کو ملایا اور ساتھ والی انگلی یعنی مسبحہ کو اٹھایا، اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔

(۴) وائل بن حجر ؓ نے خبر دی ہے کہ اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیاں بند کر دیں اور حلقہ بنا دیا پھر انگلی کو اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ہلاتے تھے پھر کچھ عرصے بعد سردی کے موسم میں آیا تو میں نے دیکھا کہ ان پر چادریں تھیں اور اپنے ہاتھوں کو چادروں کے نیچے ہلاتے تھے۔

(۵) وائل بن حجر ؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں آیا تو میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ دیا اور انگلی کو دعا کے لئے اٹھایا پھر اگلے سال آیا تو میں نے ان کو (یعنی صحابہ کرام ؓ) دیکھا کہ ٹوپی والے کوٹ میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ (یعنی اس لباس کے اندر)

نتیجہ: مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہوا کہ حالت قعدہ میں سبابہ انگلی (شہادت والی انگلی) کا اٹھانا دعا کے لئے تھا نہ کہ موجودہ مروجہ اشارہ برائے توحید کے لئے بلکہ اشارہ

دعائے اخلاص وتضرع واستغفار کے لئے تھا۔

(۱) الاخلاص :عن ابن عباس ؓ ان النبی ﷺ قال الاخلاص ھکذا ورفع اصبعا واحدۃ من الید الیمنیٰ۔۱۵۔ کتاب الدعا للطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، ص ۲۶۶ وابوداؤد، ج۱، ص ۲۰۹ والدعوات الکبیر للبیہقی ص ۳۴، وغیرہ (یہ چار حوالے ہوئے) پانچواں حوالہ دیکھئے:

کنز العمال ج ۲، ص ۶۲۱، رقم الحدیث ۴۹۰۸ :)

ودعاء تضرع :فی دعاء التضرع یعتقد الخنصر والبنصر ویحلق بالابہام والوسطیٰ ویشیر بالسبابۃ۔ وبحر الرائق ج ۲، ص ۴۳، ج ۸، ص ۲۰۸۔ وفتاویٰ سلطانیہ ص ۵۳۵، وعالمگیری ج ۵، ص ۳۱۸، وفتاویٰ طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۴۔ ومبسوط سرخسی، ج ۱، ص ۱۶۶، وکبیری ص ۲۸۸۔ وطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۶ ومراقی الفلاح ص ۷۸ وفیض الباری شرح صحیح البخاری۔ ج ۲ ص ۳۲۵ ،عشرۃ کاملۃ۔

دعاء الاستغفار:

عن عکرمۃ عن ابن عباس ؓ قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما والاستغفار ان تشیر باصبع واحدۃ والابتہال ان یمد یدیک جمیعا۔ رواہ ابوداؤد ثم مشکوٰۃ ص ۱۹۶

اس حدیث میں سبابہ انگلی سے دعا کرنے کو دعا استغفار کہا ہے۔ مرقاۃ ج ۵، ص ۲۵۴، لمعات ج ۲، ص ۱۸۷، طیبی ج ۴، ص ۳۱۷۔ مظاہر حق ج ۲ ص ۲۵۴ اور التعلیق

الصبیح علی المشکوٰۃ المصابیح لمولانا محمد ادریس کاندھلوی ج ۲ ص ۶۸، عون المعبود ج ۴، ص ۲۱۲، بذل المجھود ج ۲ ص ۳۵۲۔

نتیجہ : تحقیق مذکورہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ رفع سبابہ تشہد میں دعاء کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔ آیئے اس کی تائید امام ترمذی سے سنیئے :

عن ابی ھریرۃ ان رجلا کان یدعوا باصبعیہ فقال رسول اللہ ﷺ احدّ احدّ ھذا حدیث حسن غریب و معنی ھذا الحدیث اذا اشار الرجل باصبعیہ فی الدعاء عند الشھادۃ ولا یشیر الا بأصابع واحدۃ. ترمذی ج۲ ص ۱۹۵ ابواب الدعوات، ومستدرک ج ۱، ص ۵۳۶ ایضا فیہ تلخیص للذھبی۔ ایضا خرج :

عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ عن جدہ قال دخلت علی النبی ﷺ وھو یصلی و قد وضع یدہ الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ و وضع یدہ الیمنیٰ علی فخذہ الیمنی و قبض اصابعہ و بسط السبابۃ و ھو یقول یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ ھذا حدیث غریب من ھذا الوجہ۔ اہ۔

ترمذی ج ۲، ص ۱۹۸۔ ابواب الدعوات۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی دعا کرنے میں دو انگلیوں سے دعا کرتا تھا تو حضور ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ایک انگلی سے ایک انگلی سے۔

اور معنی حدیث شریف کا یہ ہے کہ جب آدمی تشہد کے وقت دعا کرتے ہوئے دو انگلیوں سے اشارہ کرتا ہے تو صرف ایک ہی انگلی سے اشارہ کرے۔

عاصم بن کُلیب الجرمی نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے والد سے خبر دی: فرمایا کہ میں نبی کریم علیہ السلام کے پاس آیا جب کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے، تحقیق انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور انگلیوں کو بند کر دیا اور مُسبحہ انگلی کو پھیلایا اور یہ دعا پڑھی۔ **یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** (یعنی نفی اثبات نہیں کر رہے تھے۔)

جن احادیث میں "**و رفع اصبعہ فیدعو بھا**" آیا ہے تو وہ سب اس پر دلیل ہے کہ انگلی کا اٹھانا دعاء اخلاص و تضرع کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔ آیئے حضور اکرم ﷺ سے اس کا ثبوت سنئے:

سلمان بن احمد طبرانی متوفیٰ ۳۶۰ھ اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں : **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال "الاخلاص ھکذا، و رفع اصبعا واحدۃ من الید الیمنیٰ، "و الابتھال ھکذا" و مد یدیہ و جعل بطن الکف مما یلی الارض "و الدعاء ھکذا" و جعل یدیہ بطونھما مما یلی السماء"**۔ (اسنادہ حسن ومنہ فی سنن ابی داؤد (۱۴۹۱)۔ اسنادہ حسن : ومنہ فی "المستدرک" (۷۹۰۳) سنن البیہقی، ج ۲ ص ۱۳۳، ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۰۹، الدعوات الکبیر للبیہقی ص ۳۴، رقم الحدیث ۱۴۸۹، ۱۴۹، ۱۴۹۱) کتاب الدعاء لطبرانی ص ۲۶۶ **قبیل**۔ باب الدعاء فی الاستسقاء۔

اسی طرح دوسری سند سے بھی ذکر کی ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال "ھکذا الاخلاص یشیر باصبعہ

التی تلی الابهام۔ وهذا الدعاء۔ فرفع یدیه حذو منکبیه۔ وهنا الابتهال فرفع یدیه مدّا"۔

کتاب الدعاء لطبرانی، ص ۹۰، فی ابتداء الجزء الثانی۔

طالب حق کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ اس سلسلے میں علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ ہوں:

مولانا انور شاہ کشمیری کا فتویٰ:

واعلم انه ثبت کراهة رفع الایدی فی الخطبة وحملة العام علی هذا الرفع کان للتفهیم کما شاع الآن الخطباء والواعظین انهم یحرکون ایدیهم للتفهیم فلعله فعله بشر وکرهه الناس وقالوا ان النبی ﷺ لم یکن یزید علی اشارة بالاصبع۔ قلت: والارجح عندی ان تلک الاشارة کانت للدعاء للمؤمنین فانه مسلوک فی الخطبة فانکروا علیه لان النبی ﷺ لم یکن یرفع له الا اصبعه المبارکة هکذا شرحه البیهقی ونقله شارح الاحیاء فی الاتحاف قلت: ویؤیده ماعند مسلم ص ۲۸۷ لقد رأیت بشر بن مروان یوم الجمعة یرفع یدیه ای الدعاء واصرح منه ماعند الترمذی، ففیه: وبشر بن مروان یخطب فرفع یدیه فی الدعاء وانما حمله الناس علی تحریک الایدی لحمول هذا النوع والطریق المعروف فی الدعاء الآن۔ رفع الایدی کلتیهما ثم تتبعت لذلک ان الدعاء هل یکون برفع الاصبع ففی الدر المختار عن القنیة فی باب صفة الصلوٰة والاشارة لعذر کبرد

فجوز بالاشارة عند العذر کانه اختصار من رفع الایدی وفی البحر ان الدعاء علی اربعة انحاء۔ دعاء رغبة ودعاء رهبة ودعاء تضرع ودعاء الخفیة۔ وجعل الدعاء برفع الاصبع من الضرب الاول وفی البحر فی باب الوتر عن مولیٰ ابی یوسف رحمه الله علیه انه کان یرفع یدیه فی القنوت للدعاء وتارة یکتفی بالاصبع ایضا ونسب ذلک الی امامنا ایضا۔ اھ۔ فیض الباری علی صحیح البخاری، ج ۲، ص ۳۴۵، باب رفع اللیدین بالخطبة)

امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی الملقب بملک العلماء المتوفیٰ ۵۸۷ھ کا فتویٰ:

ان شاء رفع یدیه نحو السماء عند الدعاء وان شاء اشار باصبعه کذا روی عن ابی یوسف لان رفع الیدین عند الدعاء ستة۔ اھ۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۱، ص ۲۸۴، قبیل (فصل) واما الصلاة المسنونة۔

علامہ محمد سلطان جان صاحب کا فتویٰ:

عند الدعاء ان رفع یدیه الی السماء فحسن وان ترک واشار باصبعه السبابة فحسن۔

(*فتاویٰ السلطانیة، ص ۱۲۳*)

ایضا قال: فان کان فی وقت عذر او برد شدید فاشار بالمسبحة قام مقام بسط کفیه۔ اھ۔ ص ۵۳۵

حضرت علامہ الفقیہ خاتمۃ المحققین الشیخ محمد امین الشہیر بابن عابدین کا فتویٰ : ص :۵۷۳الردالمحتار، ج۱، درمختار کی طرح ہے۔

الشیخ العالم الامام فرید الدین عالم بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

وعن ابی یوسف علیہ الرحمۃ ان شاء اشار بأصبعه فی الدعاء وان شاء رفع یدیه وفی التحفة :ان رفع یدیه نحو السماء فحسن وان ترک ذالک و اشار الی السماء باصبعه فحسن۔اه۔(الفتاویٰ التاتارخانیہ، ج۲،ص ۲۶۴،مکتبہ رشیدیہ)

العلامہ شیخ الامام محمود بن احمدؒ کا فتویٰ:

وعن ابی یوسف :قال علیہ الرحمۃ ان شاء رفع یدیه فی الدعاء و ان شاء اشار باصبعه فحسن۔اه۔ (المحیط البرھانی، ج۲،ص ۲۶۲۔۲۶۳)

حضرت علامہ شیخ حسن بن الشرنبلالی الحنفیؒ کا فتویٰ:

عن محمد بن الحنفیة علیہ الرحمۃ قال :الدعاء اربعة دعاء رغبة ففیه یجعل بطون کفیه الی السماء و دعاء رهبة ففیه یجعل ظهر کفیه الی وجهه کالمستغیث من الشیء و دعاء تضرع ففیه یعقد الخنصر و البنصر و یحلق الابهام و الوسطیٰ یشیر بالسبابة۔اه۔(ص ۸۷، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح)

و دعا خفیة و هو مایفعله المرء فی نفسه۔انتهیٰ۔حضرت علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا :ثم السنة فی کل دعاء لسؤال شیء و تحصیله ان یجعل بطون کفیه نحو السماء و لرفع بلاء کالقحط

یجعل بطونهما الی الارض و ذالک معنی قوله تعالیٰ ویدعوننا رغبا و رهبا۔کذا فی شرح البدر العینی علی الصحیح و فی التحفة و المحیط الرضوی و التجرید۔ ان رفع یدیه نحو السماء فحسن، و ان لم یفعل و اشار باصبعه السبابة من یده الیمنیٰ فحسن، و ذکره فی المبسوط و البدائع و غیرهما عن ابی یوسف علیہ الرحمۃ لکن من غیر تقیید الاصبع بالسبابة قال ابن امیر حاج علیہ الرحمۃ :و قد ورد الکل فی السنة ج ۱، ص ۴۵۳، طحطاوی حاشیه علی المراقی۔ و ایضا ذکر:قوله دعاء رغبة : ای دال علیهما و کذا یقال فیما بعده قوله و دعاء رهبة کقوله:ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم(قوله کالمستغیث من الشیء) کانه یرفعه عن نفسه۔(وقوله و دعاء تضرع) کان یقول :الهم انی عبدک الذلیل الحقیر المنکر خاطره الخائف الوجل (قوله و دعاء خفیة) هذا یحسن مقابلته لما سبق الخ۔۔طحطاوی، ص ۳۰۶) وعلامہ اکمل الدین بن شمس الدین المتوفیٰ ۷۸۶ھ نے فرمایا:

روی عن ابی یوسف :قال علیہ الرحمۃ ان شاء رفع یدیه فی الدعاء و ان شاء اشار باصبعه فحسن۔اه۔(عنایة بهامش، فتح القدیر،، ج۲، ص ۶۰)

و فتوی الحافظ العلامة نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی المتوفیٰ ۸۰۷ھ حدیث نبوی ﷺ باب غزوة موته۔رقم الحدیث :۱۰۲۱۶۔

وعن ابی قتادة الانصاری فارس رسول الله ﷺ قال بعث رسول الله

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیش الامراء فقال ۔۔۔ثم اخذ اللواء خالد بن ولید لم یکن من الامراء ھو امر نفسه :ثم رفع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصبعه فقال :اللھم انه سیف من سیوفک فانصره۔الحدیث مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۲۹)

اس پر تحقیق عبدالله محمد الدرویش نے (قال رواه احمد (۱۰۳،۵۱۹۹۲،) اور امام الحافظ المورخ ثقه الدین ابوالقاسم علی ابن الحسین بن ھبة الله الشافعی المعروف بابن عساکر المتوفیٰ ۵۷۱ھ کا فتویٰ)

اس طرح بیان کی ہے جو کہ مجمع الزوائد میں ہے۔(ابن عساکر، ج ۱۲،ص ۴۰)

السوال: مذکورہ ادعیہ میں ہاتھوں کو سیدھا اٹھانا، الٹا یا ایک انگلی کو کیوں اٹھایا جاتا ہے؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب:

اس لئے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے، فبسطه یدیه حذاء صدره نحو السماء لانها قبلة الدعاء۔اھ۔(درمختار، ج ۱،ص ۷۷،باب صفة الصلاة علی الشامی ،ج ۱،ص ۳۷۵،ص ۵۲۹)

یعنی ہاتھوں کو سینہ کے برابر آسمان کی طرف اٹھائے کیوں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے۔ثم نفائس مطلوبہ ص ۴۳، وطحطاوی ۱۷۳،ثم اعلام المؤمنین ص ۴۳، صاحب روح البیان نے فرمایا :فما معنی رفع الایدی فی السماء وقت الدعاء؟ قلت معناه الاستعطاء من الخزانة لان خزائنه تعالیٰ فی السماء کما قال وفی السماء رزقکم

وماتوعدون۔(آیت ۲۲،الذاریات)وان من شیء الاعندنا خزائنه(آیت ۲۱،حجر)روح البیان ج ۲،ص ۵۶۲،ثم اعلام المؤمنین علی الحسن المبین ص ۴۳) عمدۃ المفسرین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں: قولہ تعالیٰ: ولکل وجھۃ کے معنی اکثر مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ قبلہ مقربین عرش ہے،قبلہ روحانیین کرسی ہے،قبلہ کرّ وبین بیت المعمور ہے،قبلہ دعاء آسمان ہے اور قبلہ ملائکہ زمین کا بدن آدم علیہ السلام ہے۔۔الخ۔(ج ۳،ص ۸۶۶) اردو مترجم۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھنے سے دس فائدے حاصل ہوتے ہیں۔دسواں فائدہ یہ ہے کہ آسمان دعا کرنے والوں کا قبلہ ہے۔قاله الغزالی علیہ الرحمۃ۔

(بیان القرآن،ص ۱۱۲،قبیل سورۃ آل عمران، کتاب النعمۃ للتھانوی)

(وکتاب الحکمۃ لامام الغزالی،ص ۱۷، ونسخہ دیگر ص ۵)

اور تفسیر کبیر ج ۲،ص ۱۰۶،:انہ تعالیٰ جعل السماء قبلۃ الدعاء: تحت قولہ تعالیٰ والسماء بناء۔آیت نمبر ۲۲ البقرۃ :یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو دعا کا قبلہ بنایا۔ باقی رہا حضرت عبدالعزیز بن نصر بن صالح شمس الائمۃ الحلوانی البخاری کا یہ قول :وعن الحلوانی مقیم اصبعه عند قوله لا اله الا الله ویضع عند قوله الا الله لیکون النصب کالنفی والوضع کالاثبات ۔اھ۔الکفایۃ فی ذیل فتح القدیر، ج ۱،ص ۲۷۱، وفتح القدیر، ج ۱،ص ۲۷۲، وغیرہ۔یعنی امام حلوانی نے فرمایا ہے لا الٰہ کہنے پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر نیچے رکھ دے

تا کہ اٹھانا نفی کے مثل ہوجائے اور نیچے رکھنا اثبات کے مثل ہوجائے۔ میں کہتا ہوں کہ دلائل شرع چار ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) وہ قیاس جو ان تینوں میں سے کسی ایک سے مستنبط ہو۔ الخ۔ الحسامی مع شرحہ النامی۔ اصح المطابع کراچی۔ ۴،۵۔ وبحر الرائق۔ ج ۱۔ ص ۷۔ اور علامہ حلوانی کے قول کے لئے قرآن وسنت اجماع وقیاس میں سے کوئی اصل نہیں، بلکہ مخالف قرآن وسنت ہے کمامر۔

(۲) امام حلوانیؒ عقیدتاً حنفی نہیں اس لئے ان کا قول احناف کے لئے حجت نہیں۔

علامہ عبدالحی لکھنوی ہندی، الفوائد البہیۃ میں رقمطراز ہیں:

ذکرہ ابومحمد عبدالعزیز بن محمد النخشبی الحافظ فی معجم شیوخہ فقال: **ومنھم شمس الائمۃ ابو محمد الحلوانی شیخ عالم بانواع العلوم معظم للحدیث واھلہ ولم اشک انہ صاحب حدیث فی الباطن ان شاء اللہ تعالیٰ من تعظیمہ للحدیث غیر انہ یفتی علی مذھب الکوفیین۔** الفوائد البہیۃ ص ۹۶، نور محمد کتب خانہ کراچی۔

مطلب یہ کہ امام حلوانی عقیدتاً غیر مقلد اہل حدیث تھے۔ اس لئے ان کا قول جو احناف کے مخالف ہو احناف کے لئے حجت نہیں۔

(۳) علامہ حلوانی کے ہم مسلک شیخ البانی نے ان کے قول کو رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو **کتاب المسیر فی شرح مصابیح السنۃ دکتور عبدالحمید ہنداوی ومایقال ان الرفع ھو عند قولہ: لاالہ وفی المذھب الاخر عند قولہ الا اللہ۔**

فکلہ رأی لا دلیل علیہ من السنۃ وقول ابن حجر الفقیہ کما نقلہ فی المرقاۃ ویسن۔۔۔ ان یخصص الرفع یکون مع الا اللہ لما فی مسلم فوھم محض فانہ لا اصل لذالک ، لا فی مسلم ولا غیرہ من الکتب لا باسناد صحیح ولا ضعیف ،بل ولا موضوع۔ ومثلہ وضع الاصبع بعد الرفع لا اصل لہ۔ اھ۔ ذیل کتاب المسیر ،ج ۱،ص ۲۵۱، نزار مصطفی الباز۔

یعنی البانی نے کہا : جو کہا جاتا ہے کہ انگلی اٹھانا لاالہ کہتے وقت اور دوسرے مذہب میں الا اللہ کہتے وقت یہ سب کی سب وہ رائے ہیں جن کے لئے سنت میں کوئی دلیل نہیں اور فقیہ ابن حجر کا یہ قول کہ سنت ہے کہ انگلی اٹھانے کو الا اللہ کہنے کے ساتھ خاص کیا جائے اس لئے کہ صحیح مسلم میں آیا ہے، تو یہ صرف وہم ہے کیونکہ اس کے لئے صحیح وغیرہ کتب حدیث میں سند واصل نہیں اور اسی طرح اٹھانے کے بعد نیچے رکھنے کے لئے سنت کی کتابوں میں کوئی موضوع میں اس کے لئے اصل نہیں۔ اس میں ایک اہل حدیث غیر مقلد نے دوسرے کا قول ”ھباء منثورا“ کردیا کیونکہ مذہب حنفی میں تشہد کے وقت نفی واثبات کے لئے انگشت شہادت اٹھانا نہیں ہے جیسے کہ کتب ظاہر الروایات میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

بلکہ کتاب الآثار لامام محمد مترجم مولانا ابوالفتح محمد صغیر الدین شائع کردہ کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی میں ہے۔ کتاب الآثار کی قبولیت عام اور شہرت دوام کا یہ حال ہے کہ امت مرحومہ کا سواد اعظم جس کی تعداد کا اندازہ دوتہائی اہل اسلام لگایا جاتا ہے،

فقہ میں جس مذہب کے پیروکار ہیں وہ مذہب حنفی ہے اور اس مذہب کے مسائل فقہ کی بناء اسی ''کتاب الآثار'' کی احادیث و روایات پر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں ''کتاب الآثار'' کو حنفیوں کی امہات الکتب میں شمار کیا ہے۔ (ص ۱۸۵، طبع مجتبائی دہلی)

اور تصریح کی ہے:

مسند ابی حنیفۃ و آثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است۔

یعنی فقہ حنفی کی بناء مسند ابی حنیفہؒ اور آثار محمدؒ پر ہے۔ مقدمہ۔ ص ۱۹

اس کی تائید حضرت علامہ امام سرخسی کی شرح الآثار۔ اہ۔ مبسوط ج ا ص ۸۰۔ کتاب الآثار مترجم اردو میں ہے:

۱۱۰۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا معن بن عبدالرحمن عن القاسم ابن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال و قروا الصلاۃ یعنی السکون فیھا۔ قال محمد علیہ الرحمۃ و بہ ناخذ و ھو قول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ۔

محمد۔ ابوحنیفہ۔ معن بن عبدالرحمن۔ قاسم بن عبدالرحمن اپنے والد سے وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نماز کی تعظیم کرو۔ یعنی اس کو سکون سے ادا کرو اور اس میں اعضاء کو ساکن رکھو۔ امام محمد نے کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے۔ مترجم کتاب الآثار۔ ص ۷۵، ۷۶

امام طحاویؒ نے معانی الآثار ج ا، ص ۳۰۹، پر بھی اس کی تائید کی کہ یہ امام ابوحنیفہؒ

امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے جسے ہم نے اس باب میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز میں سکون اطراف کا حکم دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام طحاویؒ متوفی ۳۲۱ھ اور شارح ابوبکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ نے شرح مختصر الطحاوی فتاویٰ فی الفقہ الحنفی میں تحریر کیا ہے۔

صحاح تسعہ میں اس بارے میں آئی ہوئی احادیث:

صحیح بخاری میں اس بارے میں کوئی حدیث منقول نہیں۔

صحیح مسلم میں پانچ احادیث ہیں: پہلی و دوسری، عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ۔ اس میں پہلی حدیث میں ہے واشار باصبعہ اور دوسری میں۔ و اشار باصبعہ السبابۃ۔

تیری حدیث: ابن عمرؓ سے ہے جس میں یہ ہے ''**رفع اصبعہ الیمنیٰ التی تلی الابہام فدعا بھا**۔ چوتھی حدیث بھی ابن عمرؓ سے ہے جس میں ہے: **وعقد ثلاثا و خمسین و اشار بالسبابۃ**۔ پانچویں حدیث: علی بن عبدالرحمن المعادی سے ہے اس میں ہے **و اشار باصبعہ التی تلی الابہام**۔

لفظ دعا بمعنی اشار کسی لغت کی کتاب میں ہمیں نہیں ملا۔

دعا: پکارنا۔ خدا تعالیٰ سے جو چیز مانگی جائے۔ خدا تعالیٰ سے درخواست۔ بیان اللسان

دُعا۔ (ع۔ا۔ث) خدا سے مانگنا، التجا، التماس، استدعا،

(فیروز اللغات اردو) دعا (ن) دعاء: پکارنا۔ رغبت کرنا۔ مدد طلب کرنا (مصباح

اللغات) دعا۔(ع) پکارنا۔خواہش کرنا۔مانگنا۔

(حسن اللغات فارسی) دُعا۔(خدائے پاک زغوبتل ۔ التجا، زاری (اردو پشتو۔ لغت)

دعا(ن) دُعائً ۔ پکارنا۔رغبت کرنا، مدد چاہنا، منجد عربی اردو

دعا(ع) خداوند تعالیٰ سے التجا کرنا۔فیروز اللغات فارسی اردو۔

دعاء بالضم والمد ادعیۃ ج، خواندن۔الصراح من الصحاح۔

یعنی دعا بمعنی اشارہ'' کسی بھی لغت میں ہمیں میسر نہ ہوا۔

مجمع بحارالانوار میں ہے والدعا الغوث۔مطلب یہ ہے دعا بمعنی اشار کرنے کے لئے نہیں آیا البتہ جب بھی آپ دعا اخلاص وتضرع اور استغفار کے لئے اٹھاتے ہو تو اس میں آسمان کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کہ قبلہ دعا ہے اس لئے مسلم شریف کی حدیث منقول: ۳

رفع اصبعه الیمنیٰ التی تلی الابهام فدعابها :امام مسلمؒ نے بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ ان احادیث منقولہ میں اشارہ بالسبابۃ دعائے تضرع، اخلاص اور استغفار کے لئے ہے جو کہ نماز میں دعا ابتھال ودعا برفع الیدین کی طرح منع ہے۔

۳۔ابوداؤد شریف:

(۱) عامر بن عبداللّٰہ بن الزبیر عن ابیه میں ''و اشار بالسبابة'' هے۔(و) عن مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه۔۔رافعا اصبعه السبابة'' ۔آیا هے۔(۳) عن وائل بن حجر۔۔و اشار بالسبابة۔هے۔(۴) عن عبداللّٰہ بن الزبیر۔۔کان یشیر باصبعه

اذا دعا۔اس میں وقت دعا پر تصریح موجود ہے۔

۵۔عن عامر عن ابیه انه رای النبی ﷺ یدعوا۔۔الخ

ابوداؤد کی احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ اشارہ دعاء مذکورہ کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔**(۲) عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنہ ان رجلا کان یدعو باصبعه فقال رسول اللّٰہ ﷺ احد احد**۔کیونکہ دعائے اخلاص ایک انگلی سے کرنا ہوتی ہے نہ کہ دو انگلیوں سے۔

(۲) عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه عن جده۔۔هو یقول یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

امام ترمذی نے بھی ثابت کر دیا کہ ''اشارہ بالسبابۃ'' دعا کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔کیونکہ آسمان قبلہ دعا ہے قبلہ نفی الہ نہیں ہے۔

(۳) اسی طرح ترمذی:**''عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ۔۔یدعو بها''** نے ثابت کیا ہے یہ دعا تضرع کے لئے تھی۔

:۵ نسائی المجتبیٰ

(۱) عن وائل بن حجر۔۔نصب اصبعه للدعاء۔

(۲) عبدالرحمن المعاوی عن عبداللّٰہ بن عمر۔۔و اشار باصبعه۔اه۔

(۳) عن عامر بن عبداللّٰہ بن الزبیر عن ابیه۔۔ثم اشار باصبعه۔

(۴) عن وائل بن حجر۔۔و اشار۔

(۵)عن وائل بن حجر و اشار بالسبابة یدعو بها۔

(۶)عن وائل بن حجر۔۔۔و اشار بِشرٌ بالسبابة۔

(۷)علی بن عبدالرحمن یقول۔۔۔۔و اشار بالسبابة۔

نسائی شریف کی حدیث نمبر ۱، نمبر ۵ سے ثابت ہوا کہ یہاں بھی امام نسائی کے ہاں اشارہ دعاء تضرع کے لئے ہے نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔

۶ :ابن ماجه :(۱)عن مالک بن نمیر الخزاعی عن ابیه :ویشیر باصبعه ۔

(۲)عن وائل بن حجر۔۔رفع التی تلیها یدعو بها۔

(۳)عن ابن عمر رضی اللہ عنہ التی تلی الابهام فیدعو بها۔

اس سے ثابت ہوا کہ انگلی اٹھانا دعا کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔

۷۔صحیح ابن خزیمہ:

(۱)قال ابو حمید۔۔۔و اشار باصبعه السبابة۔

(ص ۳۴۳، ج ۱)

(۲)عامر بن عبداللہ ابن الزبیر عن ابیه۔۔و اشار باصبعه۔(۳۴۵، ج ۱)

(۳)عن وائل بن حجر قال۔۔و اشار باصبعه السبابة۔(۳۴۶، ج ۱)

(۴)ایضاً عن وائل بن حجر ۔۔۔واشار محمد بن یحییٰ ایضا بسبابته۔(۳۴۶)

(۵)علی بن عبدالرحمن الانصاری۔۔رفع اصبعه السبابة۔

وزاد یحییٰ ایضاً۔۔قال مخزومی۔۔۔و اشار بالتی تلی الابهام۔ص ۳۵۳۔

(۶) عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر ۔۔وجعل یشیر بالسبابة یدعو بها یعنی المسبحة۔(ص ۳۵۳، ج ۱)

(۷) وائل بن حجر اخبره۔۔۔فرأیته یحرکها یدعو بها۔۔الخ(ص ۳۵۴، ج ۱)

(۸) عن مالک الخزاعی عن ابیه۔۔۔وهو یشیر باصبعه۔۔۔الخ (ص ۳۵۴، ج ۱)

(۹) مالک بن نمیر الخزاعی من اهل البصرة ان اباه حدثه۔۔۔۔ رافعا اصبعه السبابة قد احناها شیئا وهو یدعو۔(ص ۳۵۵، ج ۱)

(۱۰)عن عبدالرحمن المعاوی عن عبداللہ بن عمر۔۔۔۔و اشار باصبعه التی تلی الابهام۔۔الخ(ص ۳۵۶، ج ۱)

احادیث نمبر ۶، ۷، اور نمبر ۹ کے مطابق ثابت ہوا کہ یہ اشارہ بھی دعا کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔

:۸ صحیح ابن حبان:

(۱) عن علی بن عبدالرحمن المعاوی۔۔۔و اشار باصبعه التی تلی الابهام۔(ص ۱۵۷، ج ۳)

(۲) عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه۔۔و اشار باصبعه السبابة۔(ص ۱۵۸، ج۳)

(۳) عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه۔۔و اشار السبابة۔(ص ۱۵۷، ج۳)

(۴) عن وائل بن حجر قال۔۔ورفع التی تلیها یدعو بها۔(۱)(ص ۱۵۸، ج۳)

ذیل :اس علت کا ذکر جس وجہ سے حضور علیہ السلام اس جگہ (جسے ہم بیان کرتے ہیں) اشار بالسبابۃ کرتے۔

(۵) مالک بن نمیر الخزاعی۔۔۔رافعا اصبعه السبابة قدحناها شیئا وهو یدعو۔اه۔(ص ۱۵۸، ج۳)

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔واشار باصبعه التی تلی الابهام الی القبلة۔اه۔ورمی ببصره الیها۔اه۔ص ۱۵۹

ابن حبان کی علت اور حدیث نمبر ۴، ۵ نے ثابت کر دیا کہ یہ دعا کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لئے۔

المسند الصحیح ابی عوانہ

(۱) عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر قال۔۔واشار السبابة۔(ص ۴۱۷۔۴۱۸، ج۱)

(۲) عن علی المعاوی انه قال۔۔۔و اشار باصبعه التی تلی الابهام۔(ص ۴۱۸، ج۱)

(۳) علی بن عبدالرحمن ۔۔۔و اشاری باصبعه السبابة۔(ص ۴۱۹، ج۱)

(۴) عن علی بن عبدالرحمن المعاوی۔۔۔ورفع اصبع السبابة یشیر بها(ص ۴۱۹، ج۱) عن عبدالرحمن بن علی وهو غلط قاله ابو عوانة۔

(۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔و اشار بالسبابة(ص ۴۱۹، ج۱)

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔رفع اصبعه الیمنیٰ التی تلی الابهام فدعا بها۔(ص ۴۰۲، ج۱)

(۷) عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه۔۔و اشار بالسبابة۔(ص ۴۲۰، ج۱)

(۸) عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه۔۔یدعو بالتشهد۔اه۔(ص ۴۲۰، ج۱)

(۹) عن ابن عمر فی الحدیث الذی ذکره اشار باصبعه الی القبلة ورمی ببصره الیها۔ص ۴۲۰، ج۱۔

(۱۰) عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیه۔۔و اشار باصبعه السبابة لا یجاوز بصره اشارته۔۔(ص ۴۲۱، ج۱)

(۱۱) عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن ابيه كان يشير باصبعه اذا دعا و لا يحر كها۔(ص ۴۲۱، ج ۱)

اس میں حدیث نمبر ۶، ۸، اور ۱۱ واضح دلیل ہے کہ یہ دعا اخلاص کے لئے اشارہ تھا نہ کہ نفی و اثبات کے لئے۔

اعلم: دعا کی دو اقسام ہیں۔

(۱) دعا خفیہ (۲) دعا علانیہ

نماز میں دعائے خفیہ آخری قعدہ میں کی جاتی ہے۔ پھر دعائے علانیہ (جو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر یا ایک انگلی اٹھا کر جاتی ہے) کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (دعائے رغبۃ۔ (۲) دعائے رھبۃ۔ **لقوله تعالیٰ: ويدعوننا رغبا و رهبا۔**

(سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰)

علامہ آلوسیؒ نے فرمایا: **حكى فى مجمع البيان ان الدعاء رغبة ببطون الاكف و رهبة بظهورها۔ اه۔** (روح المعانی، ج ۱، ص ۸۸، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اور علامہ بدرالدین عینیؒ نے فرمایا: **رفع اليدين و بطونهما الى الارض و ذلك العمل عند الاستكانة و الخوف و هو الرهب و اما عند الرغبة و السوال فبسط الايدى هو الرغبة و هو معنى قوله تعالىٰ: ويدعوننا رغبا و رهبا۔** (سورۃ الانبیاء: آیت ۹۰) (عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۴۷)

پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) دونوں ہاتھوں کو

اٹھا کر۔ (۲) ایک انگلی کو اٹھا کر۔ (ملاحظہ ہو فیض الباری، ج ۲، ص ۳۴۵)

انهم لا يكتبون ان تلك الاشارة تكون بظهر الاصبع او ببطنها قلت: ان كانت اختصارا من الدعاء و فالأظهر لنا تكون ببطنها و ان كان للتفهيم و غيره فهو مخيّر فيه ان شاء فعل بالظهر او بالبطن۔ (فیض الباری، ج ۲، ص ۳۴۵)

علماء یہ نہیں لکھتے کہ انگلی کے ظاہر سے یا باطن سے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ دعا سے اختصار ہو تو ظاہر ہے کہ انگلی کے باطن سے ہوتا ہے اور اگر تفہیم وغیرہ کے لئے ہو تو کرنے والے کا اختیار ہے ظاہر سے کرے یا باطن سے۔

(۱) دعاء الرھبۃ: اس میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین کی طرف کی ہوں یعنی ہاتھوں کو الٹا کر کے دعا کرنا۔

(۲) دعاالرغبۃ: اس میں دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ہتھیلیاں منہ کی طرف کرنا۔

(۳) دعائے الاخلاص والتضرع والاستغفار: اس میں خنصر اور بنصر (یعنی چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی) کو بند کر کے درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر سبابہ انگلی آسمان کی طرف اٹھانا۔ (اس لئے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے) اور یہ کہیں نظر سے نہیں گزرا کہ آسمان قبلہ نفی الہ ہے۔ اور زمین قبلہ اثبات الہ ہے تا کہ یہ کہا جائے نفی الہ میں انگلی آسمان کی طرف اٹھانا اور اثبات الہ میں زمین کی طرف رکھنا ہے۔ بلکہ دعاء رھبۃ و رغبۃ اور تضرع کا نماز میں منع ہونے کے دلائل گذرے ہوئے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان کو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ نماز میں صرف دعاء خفیۃ ہی باقی اور جائز ہے جس کو آخری

رکعت کے قعدہ میں اہل اسلام کرتے ہیں۔نماز میں ہاتھوں کو اٹھانا نہیں ہے اس لئے انگلی جو ہاتھوں کے قائم مقام ہے اس کا اٹھانا بھی جائز نہیں۔فافہم۔

صحیح مسلم کی طرح کنز العمال میں بھی آیا ہے: **مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ۔**(حم م دش عن جابر بن سمرۃ،رقم الحدیث ۱۹۸۸۳، ص ۴۸۲، ایضا فیہ،رقم الحدیث، ۱۹۸۸۱، ۱۹۸۸۲، ۱۹۸۸۴، ۱۹۸۸۵، ۱۹۸۸۶) کنز العمال، بدائع الصنائع، ج۱،ص ۲۰۷)وغیرہ)

ترجمہ : یہ کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں نماز میں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔نماز سکون سے پڑھا کرو۔

اورحدیث نمبر ۱۹۸۸۲۔میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب آپ میں سے کوئی سلام پھیرتا ہے تو اپنے ساتھی کو دیکھ کر اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔اس طرح نمبر ۱۹۸۸۷ ص ۳۸۳، میں ہے : کہ جب آپ میں سے کوئی نماز ادا کرتا ہے تو اس کے لئے یہ کافی ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ دے اور اپنے بھائی پر دائیں جانب اور بائیں جانب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

اور کنز العمال کی حدیث نمبر ۳۲۴۳، ج ۲،ص ۸۲، پر ہے: **المسألة ان ترفع یدیک حذو منکبیک، والاستغفار ان تشیر باصبع واحد والابتھال ان تمد یدیه جمیعا۔(عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)**

حدیث ۳۲۵۶) **رفع الیدین من الاسکانۃ التی قال اللہ تعالیٰ فما استکانوا**

لربھم وما یتضرعون۔(ک،ق،عن علی)

کنز العمال ج ۲،ص ۸۵) حدیث نمبر ۴۹۰۸، **عن عکرمة قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہ : الابتھال ھکذا، وبسط یدیه وظھورھما الی وجھه، والدعاء ھکذا ووضع یدیه تحت لحیته والاخلاص ھکذا یشیر باصبعه۔**(عب)

(کنز العمال، ج ۲،ص ۶۲۱)

یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا عاجزی وانکساری کرنے میں سے ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کے لئے عاجزی نہیں کی اور نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا عجز و نیاز ظاہر کیا۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ ابتہال ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے منہ کی طرف اس کی پشت کردی اور فرمایا کہ دعا اس طرح ہے اور ہاتھوں کو اپنی ڈاڑھی کی طرف کیا اور (کہا) اخلاص اس طرح ہے۔ اور ایک انگلی سے اشارہ کیا۔مگر نماز میں ہاتھوں کو اٹھانا یا اس کے قائم مقام ایک انگلی کو اٹھانا منسوخ وممنوع ہے۔کما مرّ

مزید تحقیق:

رواہ الطبرانی بسندہ عن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عنه صلی اللہ علیه وآله وسلم :لاترفع الأیدی الا فی سبع مواطن ۔۔الحدیث وذکرہ البخاری علیہ الرحمۃ فی جزء رفع الیدین معلقا وقال وکیع عن ابن لیلیٰ عن نافع عن ابن

عمر رضی اللہ عنہ وعن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لا یرفع الایدی الافی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰة واستقبال القبلة وعلی الصفا والمروة وبعرفات وفی المقامین عند الجمرتین وقال علی بن مسہر والبخاری عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ۔اھ۔(انوارمحمود شرح سنن ابی داؤد(یحتوی علی تقریرات لمولانامحمد حسین وانورشاہ کشمیری وخلیل احمد سہارنپوری وشبیراحمدعثمانی)

ص ۲۵۶، ج۱، وبذل المجہود، ج ۲،ص ۶) *اورقعدہ ان سات مواضع میں سے نہیں ہے۔ وھدایہ ج۱،ص ۱۰۲* وفیہ والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر رضی اللہ عنہ (وبنایہ شرح ھدایہ، ج ۲، ص ۲۸۹)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لاترفع الایدی الافی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰة واستقبال الکعبة وعلی الصفا والمروة وبعرفات وفی المقامین عند الجمرتین ۔رواہ البزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وعن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لاترفع الایدی الافی سبع مواطن ۔اھ۔رواہ الطبرانی فی معجمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۔۔۔رواہ ابن ابی شیبة موقوفا فی مصفنہ ۔۔۔الخ۔بنایہ ج ۲، ص ۲۹۰ ،بدائع الصنائع ج ۱ ، ص ۲۰۷ ، وفی روایة قاروا فی الصلوٰة *یعنی نماز کی تعظیم کرویعنی سکون سے ادا کرو۔* وقر فی القلب ای سکن فیہ وثبت۔ (مجمع

بحار الانوار، ج۵،ص ۱۰۱) *اوربدرالدین عینیؒ نے فرمایا* :عند ابی حنیفة واصحابہ لایرفع یدیہ الا فی التکبیرة الاولیٰ وبہ قال الثوری وابن ابی لیلیٰ وعلقمة بن قیس والاسود بن یزید وعامر الشعبی وابواسحاق البیعی وخیثمة والمغیرة ووکیع وعاصم بن کلیب وزفروھو روایة ابن القاسم عن مالک وھوالمشہور من مذھبہ والمعمول عند اصحابہ۔وقال الترمذی وبہ یقول غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وھو یقول سفیان واھل الکوفة وفی البدائع:

روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ قال :العشرة الذین شھد لھم رسول اللہ بالجنة ماکانوا یرفعون ایدیھم الافی افتتاح الصلاة وذکر غیرہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایضا و جابر بن سمرة والبراء بن عازب وعبداللہ بن عمرو ابا سعید رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔۔الخ۔(عمدة القاری،شرح بخاری،ج۵،ص ۳۹۸) ونخب الافکار شرح معانی الآثار، ج ۲، ص ۵۹۴)

وممایؤیدہ صحة ھذہ الزیادة راویة ابی حنیفة من غیر الطریق المذکور وذلک انہ اجتمع مع الاوزاعی بمکة فی دار الحناطین کماحکی ابن عیینیة فقال الاوزاعی مابالکم لاترفعون عند الرکوع والرفع منہ فقال لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیہ شیء فقال الاوزاعی کیف لم یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاة وعندالرکوع

وعند الرفع منه فقال ابو حنیفة علیہ الرحمۃ حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود ان النبی ﷺ کان لایرفع یدیه الا عندافتتاح الصلاة ثم لا یعود لشیء من ذالک فقال الاوزاعی احدثک عن الزهری عن سالم عن ابیه وتقول حدثنی حماد عن ابراهیم فقال ابو حنیفة کان حماد افقه من الزهری وکان ابراهیم افقه من سالم وعلقمة لیس بدون من ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الفقه وان کانت لابن عمر رضی اللہ عنہ صحبة وله فضل صحبة فالاسود له فضل کثیر وعبدالله فرجح بفقه الرواة کما رجح الاوزاعی بعلوالاسناد وهوالمذهب المنصور عندنا۔۔الخ۔فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۷۰، ومسندالامام الاعظم علیہ الرحمۃ ص ۵۰، والتقریر للترمذی، ص ۶۱۸، اصح المطابع کراچی،وغیره۔وقد ذکر ابن القصار ان هذا الحدیث (دخل رسول الله ﷺ المسجد فرأی مایصلون وقد رفعوا ایدیهم۔۔الخ)

حجة فی النهی عن رفع الأیدی فی الصلوٰة وذکر ان فی ذلک نزلت "الم تر الی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم واقیموا الصلاة ۔النساء آیت نمبر ۷۷ ،نخب الافکار، ج ۴،ص ۴۲۰)

لان رسول الله ﷺ قدامر بتسکین الاطراف (نخب الافکار ج ۴،ص ۴۱۷)

فلما امر رسول الله ﷺ بالسکون فی الصلاة وکان رد السلام بالاشارة

فیه خروجا من ذلک لان فیه رفع الید وتحریک الاصابع ثبت بذلک انه قد دخل فیما امر به رسول الله ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلاة وهذا القول الذی بینا فی هذا الباب قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ وابی یوسف علیہ الرحمۃ ومحمد رحمهم الله ۔اه۔ (نخب الافکار، ج ۴،ص ۴۱۷)

ورد السلام بالاشارة تحریک الاطراف لان فیهما رفع الیه وتحریک الاصابع وهذا خلاف ماامر به النبی ﷺ وذلک لایجوز والله اعلم۔(نخب الافکار، ج ۴،ص ۴۱۸)

قوله اسکنوا :امر من سکن یسکن ای اثبتوا ولاتحرکوا اطرافکم بل لازموا السکون والقرار لان بین یدی ربکم جلت قدرته۔اه۔(نخب الافکار، ج ۴،ص ۴۱۹)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانؒ کا یہ فرمانا : صحیح مسلم میں ہے : حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ترجمہ : کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔قرار سے رہو نماز میں۔اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور خاطر مبیح پر مقدم ہے۔۔۔الخ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳،ص ۵۰)

اس بیان کے ہوتے ہوئے آپ کے شایان شان نہیں کہ آپ قعدہ میں اشارہ مروجہ کرنے کے درپے رہیں۔

ترجمہ :ص ۱۳۱:طبرانی نے اپنی سند سے ابن عباسؓ سے اورآپ نے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے :سات مقامات کے علاوہ ہاتھوں کومت اٹھاؤاورامام بخاری نے جزء میں یہی نقل کرکے (ذکر کیا) کہ شروع نماز میں اور رو بہ قبلہ ہوکر (کعبۃ اللہ کو دیکھ کر) اورصفا مروہ پر،عرفات میں اور دونوں جمرۃ کے مقامات پر ہاتھوں کو اٹھانے کے علاوہ کسی جگہ ہاتھوں کومت اٹھاؤ۔(ملاحظہ ہوانوارمحمود،بذل الجھود) ھدایہ وبنایہ شرح ہدایہ میں ہے :ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورعلیہ السلام نے فرمایا کہ سات مقامات کے علاوہ ہاتھوں کومت اٹھاؤ۔نماز کے شروع میں،کعبہ شریف کی طرف رخ کرنے کے وقت، صفاومروہ پر،عرفات میں اور رجمرۃ کے دونوں مقامات پر۔ بنایہ نے بحوالہ طبرانی اورابن ابی شیبہ ذکر کیاہے۔اورعمدۃ القاری میں ہے :امام ابوحنیفہؒ اورآپؒ کے اصحاب کے ہاں نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہاتھ اٹھانا منع ہے۔یہ بات ثوری،نخعی،ابن ابی لیلیٰ ،علقمہ بن قیس،اسود بن زید،عامرالشعبی،ابواسحٰق السبیعی،خیثمہ،مغیرہ،وکیع،عاصم بن کلیب، زفرسےاورمالک سےابن قاسم کی روایت ہے۔(جومذھب مالکی میں مشہورہیں) اورآپ کے اصحاب کے ہاں معمول ہے۔اورامام ترمذی نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام اورتابعین کرام سے منقول ہے اور سفیان اور کوفہ والوں کا قول ہے۔اوربدائع الصنائع میں ہے:ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان دس صحابہ کرامؓ نے جن کوحضورعلیہ السلام نے جنت کی بشارت دی ہے وہ شروع نماز میں ہاتھ اٹھانے کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔(اوراس کے علاوہ) دیگرحضرات نے ابن مسعودؓ سے بھی، جابر بن سمرۃ، براء بن

عازب،عبداللہ بن عمر اور ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کی ہے۔(عمدۃ القاری۔نخب الافکار،شرح معانی الاثار،بدائع الصنائع۔)

علامہ ابن الھمام نے تحریر کیاہے کہ اس سے زیادہ اس کی صحت پر دلالت اوراس کی تائیداس بات سے ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مکۃ مکرمۃ میں امام اوزاعیؒ سے دارحناطین میں ملے تو امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ کیوں رکوع کرتے وقت اوراس سے اٹھتے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے؟

توامام ابوحنیفہؒ نے جوابا فرمایا کہ اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت صحیح ثابت نہ ہوئی۔توامام اوزاعی نے فرمایا کیسے صحیح ثابت نہ ہوئی۔یقینا مجھے زہری نے حدیث بیان کی ہے کہ سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ نماز شروع کرتے وقت،رکوع میں جاتے وقت اوراس سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔توامام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی حماد نے،ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے،انہوں نے علقمہ سے،انہوں نے اسود سے اورانہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ اورعادت تھی کہ (رکوع میں جاتے اورواپس آتے وقت) شروع نماز کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے(یعنی افتتاح نماز کے علاوہ کسی چیز کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔) تواوزاعی نے کہامیں آپ کوزھری سالم اوران کے والد سے حدیث بیان کرتاہوں،توآپ کہتے ہیں مجھے حماد،ابراہیم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔توامام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ حماد،زھری سے زیادہ فقیہ تھے،اورابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ تھے اورعلقمۃ

حضرت ابن عمر سے فقہ میں کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کے لئے شرف صحبت (نبوی ﷺ) تھا اور آپ کے لئے صحابیت کی فضیلت تھی۔ تو اسود کے لئے بہت فضیلت ہے اور عبداللہ تو پھر عبداللہ ہی ہیں تو امام ابوحنیفہؒ نے راویوں میں فقاہت کے اعتبار سے ترجیح دی جیسا کہ اوزاعی نے سند کے عالی ہونے کی وجہ سے ترجیح دی تھی۔ تو امام اوزاعی خاموش ہوگئے۔ علامہ ابن الھمام اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں یہ مدد کرتے ہوئے فاتح مذہب ہے۔ (فتح القدیر، ج۱، ص۲۷۰) نخب الافکار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے ہاتھوں کو اٹھایا تھا۔ الخ۔ یہ منع کی دلیل ہے نماز میں ہاتھ اٹھانے سے اور بیان کی کہ اس بارے میں نازل ہوئی یہ کہ آپ نے ان کو نہیں دیکھا کہ نماز قائم کرو اور ہاتھوں کو بند رکھو۔

کیونکہ نبی علیہ السلام نماز میں اطراف (اعضاء) کو ساکن کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ (نخب الافکار، ج۲، ص۴۱۷) تو جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا۔ اور سلام کا جواب اشارہ سے دینا، اس بات کے خلاف تھا کیونکہ اس میں ہاتھ اٹھانا اور انگلیوں کو ہلانا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس میں وہ عمل داخل ہے۔ جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا اور نماز میں تسکین الاطراف (اعضاء کا ساکن رکھنا) ہے۔

اور اس باب میں جو قول ہم نے بیان کیا ہے یہ امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم کرے۔ (نخب الافکار، ج۴، ص۴۱۷)

اور سلام کا جواب انگلیوں کے اشارے سے دینا، یہ اعضاء کو ہلانا ہی ہے کیونکہ اس

میں ہاتھ اٹھانا اور انگلیوں کو ہلانا ہے اور جس کا حضور علیہ السلام نے حکم کیا تھا یہ اس کے خلاف ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم (نخب الافکار، ج۴، ص۴۱۸)

آپ ﷺ کا یہ فرمانا: اسکنوا: سکن یسکن سے صیغہ امر ہے یعنی برقرار رہو، حرکت مت کرو، اپنے اطراف (اعضاء) کو حرکت نہ دو۔ بلکہ سکون اور قرار لازم رکھو کیونکہ آپ اپنے رب جل جلالہ کے سامنے ہو۔ (نخب الافکار، ج۴، ص۴۱۹)

غور وفکر کا مقام

آپ مندرجہ بالا تحقیق بار بار غور سے پڑھیں اور ضد وعناد کی عینک آنکھوں سے اتار دیں۔ اور بتائیں کہ اس میں قعدہ کا استثناء کہاں مذکور ہے؟ یا کہ ایدی جمع ید میں کہاں جز یعنی انگلی کا استثناء موجود ہے؟

کیا قرآن پاک اور حدیث پاک میں بیان، اعلیٰ سے نہیں کرتا؟ اگر جواب ہاں میں ہو کہ کرتا ہے تو پھر انگلی اٹھانے کا جواز نماز میں کہاں ثابت ہوسکتا ہے۔ جو کہ دعا تضرع، اخلاص کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ قاعدہ بھی مسلم ہے کہ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**۔ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں بغیر عیدین اور وتر میں ہاتھ اٹھانا مذہب حنفی میں تسلیم نہیں تو پھر قعدہ میں سبابہ انگلی اٹھانا (جو کہ ہاتھوں کے اٹھانے کے قائم مقام ہے) کو تسلیم کرنا واضح تناقض ہے اور قول متناقض کا قول مردود ہوتا ہے یہ قاعدہ مسلّمہ ہے۔ لہٰذا مثبتین اشارہ مروجہ کا قول مردود محض ہے۔

"اذا افتی المجتهد خلاف القرآن و السنة۔"

شیخ الاکمل بیھقی الوقت علم الھدیٰ مولانا القاضی محمد ثناء اللہ العثمانی الحنفی النقشبندی الفانی فتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :اذا افتی المجتھد و ظھران فتواہ مخالف الکتاب اوالسنۃ وجب علینا اتباع الکتاب والسنۃ روی البیھقی فی المدخل باسناد صحیح الی عبداللہ بن المبارک قال سمعت اباحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعلی الرأس والعین وذکرعن روضۃ العلماء عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقول الصحابۃ رضی اللہ عنھم ونقل عنہ انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔اھ۔ (تفسیر مظہری، ج ۲، پ ۵، ص ۱۵۳)

یعنی جب ایک مجتہد فتوی دے اور یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ قرآن یا سنت کے خلاف ہے تو ہم پر قرآن وسنت کی اتباع لازم ہے۔صحیح سند سے مدخل بیہقی میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہتے ہوئے سنا کہ جب نبی کریم علیہ السلام سے کوئی حکم (صحت کے ساتھ ثابت ہوکر) آئے تو ہمیں بسروچشم قبول ہے۔ اورروضۃ العلماء سے ابوحنیفہؒ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر اور صحابہ کرامؓ کے قول کی وجہ سے چھوڑ دو اوراسی طرح آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب حدیث صحیح (ثابت) ہوجائے تو وہ ہمارا مذہب ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ مجتہدین سے نیچے طبقہ والے علماء کرام کا قول قرآن وسنت کے مقابلے میں ترک کرنا ازحد ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم مشرک بنیں۔(نعوذ باللہ)

یہی وجہ ہے کہ اصل مذہب میں اشارہ مروجہ نہیں ہے اس لئے کتب ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں۔اوروہ حدیث جوکہ موطا امام مالک سے امام شافعی نے کتاب الام میں اورامام محمد نے موطاامام محمد میں نقل کی ہے اس سے بعض علماء کرام نے صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ اس میں اشارہ برائے دعائے اخلاص وتضرع مراد ہے نہ کہ اشارہ مروجہ اوردعائے اخلاص و تضرع اب نماز میں جائز نہیں۔امام محمد نے باب التشہد فی الصلاۃ سے قبل **باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ ومایکرہ من تسویۃ** لکھا ہے۔ امام محمد نے حدیث کے آخر میں کہا ''بصنع رسول اللہ''یعنی ہم حضور علیہ السلام کے کرنے پر عمل کرتے ہیں۔اوروہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ عبث بالحصیٰ نماز میں مکروہ ہے۔ اگر کنکری ایک بار ٹھیک کردی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں مگراس کو نہ کرنا بہتر ہے۔

اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اوردائیں ران پر دائیں ہتھیلی رکھ کر انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرنا کتب معتبرہ کثیرہ اورحدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گذرا ہے کہ یہ طریقہ ابتداء میں دعائے اخلاص اورتضرع کا تھا جوکہ عدم تحریک اطراف اورخشوع اورتوجہ الی القبلۃ ہے، نماز میں ممنوع ہوا ہے۔تفصیل گذشتہ صفحات پرملاحظہ فرمائیں۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام الامام الھمام برھان الدین الفرغانی المرغینانی الصدیقیؒ نے لکھا ہے:

ووضع یدیہ علی فخذیہ وبسط اصابعہ وتشھد ویروی ذلک فی حدیث

وائل ولان فیه توجیه اصابع یدیه الی القبلة۔ (هدایه، ج ۱ ص ۱۰۲) یشیر الی انه لا یحلق شیئا من الاصابع، عنایة شرح هدایه علی الفتح القدیر، ج۱،ص ۲۷۲
للامام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ۔ صاحب ھدایہ متوفی ۵۹۳ھ یعنی دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو کھلا رکھے اور تشہد پڑھے یہ وائل بن حجر کی حدیث میں مروی ہے اور اس میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرنا ہے۔ صاحب عنایہ نے کہا کہ صاحب ھدایہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انگلیوں میں سے کسی کا بھی حلقہ نہ بنائے۔

امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار کی تحقیق گذشتہ صفحات پر ملاحظہ ہو۔ امام طحاوی احمد بن محمد ازدیؒ کے علمی واجتہادی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طلباء حدیث وفقہ کا مرجع بنا دیا تھا۔ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ واجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ بیک وقت حدیث، فقہ، واصول فقہ میں امام طحاوی کی ہمسری کرنے والے شاید بہت ہی کم ہوں۔

فن جرح وتعدیل میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔ حالات مصنفین میں نخب الافکار کے حوالہ سے لکھا ہے: امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ، علم حدیث میں یدطولیٰ اور حدیث کے ناسخ منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ امام طحاویؒ کے بعد کوئی ان کے مقام کو نہ حاصل کرسکا۔ امام طحاویؒ ثقہ اور جلیل القدر فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف وتالیف میں صاحب بصیرت تھے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں

کہ امام طحاوی حنفی المذھب ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر (گہری) نظر رکھتے تھے۔ بسط ابن الجوزی مراۃ الزمان میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ طحاویؒ کے فضل، صدق، زہد وورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ آئیے امام طحاوی کی مختصر الطحاوی فی الفقہ کی تحقیق "حالات مصنفین درس نظامی" سے ملاحظہ کریں۔ اور مجتہد کبیر، مفسر عظیم علامہ امام ابوبکر الرازی الجصاصؒ کی تحقیق شرح مختصر الطحاوی۔ فتاویٰ فی الفقہ الحنفی ملاحظہ ہو۔

قال ابو جعفر: (ویستبقل باصبع رجله الیمنیٰ القبلة، کما یفعل فی السجود ثم یبسط کفیه علی رکبتیه وینشر اصابعه ولا یشیر بشی منها۔) وذلک لما فی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما جلس افترش رجله الیسریٰ، ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ویده الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ"

وینشر اصابعه کما ینشر ها فی السجود والرکوع ولا یشیر بشیء منها لقوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفوا ایدیکم فی الصلاة؛ واسکنوا فی الصلاة ج۱، ص ۶۲۸۔۶۲۹) کتاب المذکور، مکتبۃ الکریمیہ کوئٹہ

ابوجعفر نے فرمایا: دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کریں جیسا کہ سجدہ میں قبلہ رخ کرتے ہیں پھر رانوں پر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلائے، ان میں سے کسی سے اشارہ نہ کرے۔ یہ اس لئے کہ وائل بن حجر کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جب

بیٹھ گئے اور اپنے بائیں پاؤں کو پھیلایا اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھا۔اس طرح اپنی انگلیوں کو پھیلایا جیسا کہ سجدہ اور رکوع میں پھیلاتے ہیں۔اور کسی انگلی سے بھی اشارہ نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو بند رکھو اور نماز میں سکون رکھو۔ وفی تقریر الترمذی :اسلام میں پہلے ہاتھوں کو اٹھانا مشروع تھا پھر بتدریج منسوخ ہو گئے سوائے نماز کے شروع کرتے وقت۔ میں کہتا ہوں کہ ہر کوئی اس کو جانتا ہے کہ شروع میں ہاتھ اٹھانا نماز سے پہلے ہے نہ کہ نماز کے اندر۔ اور جس طرح قرآن کریم میں منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی منسوخ اور ناسخ احادیث ہیں مگر کسی کے ہاں منسوخ قابل احتجاج نہیں۔

فیض الباری شرح صحیح البخاری ص ۴۰۱، ج ۲، میں ہے:**اعلم ان اول دون مذاهب الصحابة رضی الله عنهم الطحاوی** رحمۃ اللہ علیہ ۔یعنی امام طحاوی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کے مذاہب کو مدون کیا۔اور بدائع الصنائع ،ج ۱،ص ۲۱۳، میں ہے:**وهو کان اعلم الناس بمذاهب السلف**۔امام طحاوی سلف صالحین کے مذاھب کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ **والجصاص من القرن الربع حتی ان الکرخی الذی من معاصر الطحاوی من تلامذته**۔(فیض الباری، ج ۳،ص ۲۵۹)

یعنی علامہ جصاص جو چوتھی صدی کے ہیں،حتی کہ امام کرخیؒ جو کہ امام طحاویؒ کے ہم عصر ہیں اور آپ کے زمانے کے امام ہیں، وہ امام جصاص کے شاگرد ہیں۔ **والتفصی عن القول مشکل فانه تشریع**۔(فیض الباری، ج ۲،ص ۳۴۰) یعنی حدیث قولی سے گردن

چھڑالینا مشکل ہے کیونکہ قول تشریع ہے یعنی امر دینی کا حکم دیتا ہے۔(نہ کہ فعل)

اور یہ مسلم ہے کہ قرآن پاک ،خبر واحد سے منسوخ نہیں کیا جا سکتا اور نہ قولی حدیث کے ہوتے ہوئے اس کو چھوڑ کر فعل کو لیا جا سکتا ہے اور نہ ناسخ کو چھوڑ کر منسوخ پر عمل کرنا جائز ہے۔ ان القول مقدم علی الفعل۔(بحر الرائق، ج ،ص ۳۱۶) وغیرہ، یقینا قول، فعل سے مقدم ہوتا ہے۔

اسی طرح تعدیل ارکان پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن پاک میں ہے:

وارکعوا واسجدوا ۔لایجوز الزیادة بخبر الواحد لانه لا یصلح ناسخاللکتاب۔(بحر ج ۲،ص ۲۹۹)

یعنی خبر واحد کی وجہ سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں کیونکہ یہ قرآن کریم کے نسخ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

نتیجہ : تو جب قرآن کریم اور احادیث قولیہ جیسا کہ ناسخ موجود ہو تو اب اگر ہزاروں احادیث منسوخہ کوئی بھی بیان کرے تو اسے فائدہ نہ دے گی اور اس کے (احادیث منسوخہ) کے مخالفین کو کوئی نقصان ہے۔اور نہ ہی منسوخ شدہ نصوص کسی کے ہاں قابل عمل ہیں۔ بلکہ نصوص شدہ پر عمل کرنے والوں کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ یہ ہوا پرستی ہی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

افرأیت من اتخذ الهه هوه و اضله الله علی علم وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشوة فمن یهدیه من بعد الله افلا تذکرون۔(الجاثیہ، آیت ۲۳،

(۲۵

ترجمہ : سو کیا (توحید و آخرت کے ان واضح بیانات کے بعد) آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشات نفسانی کو بنا رکھا (کہ جو دل میں آتا ہے اسی کے پیچھے چلتا رہتا ہے) اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے (کہ حق سنا اور سمجھا بھی مگر نفسانی خواہش کی پیروی سے گمراہ ہوگیا) اور (خدا تعالیٰ نے) اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے (یعنی نفس پرستی کی بدولت قبول حق کی صلاحیت نہایت کمزور ہوگئی) سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے (اس میں تسلی بھی ہے آگے ان منکرین کو زجر کے طور پر خطاب ہے کہ) کیا تم (ان بیانات کو سن کر) پھر بھی نہیں سمجھتے (یعنی ایسا سمجھنا جو نافع ہو، اگرچہ عام معنی کے اعتبار سے سمجھتے تھے)۔ انتہیٰ

(خلاصہ تفسیر معارف القرآن ج ۷، ص ۷۸۶)

اگر خروج از موضوع نہ ہوتا تو میں ان باقی تقریباً اُن چوبیس آیات کو ذکر کرتا جو ہوا پرستی کی مذمت یا ہوا پرستوں کی اتباع کی مذمت میں قرآن کریم میں آئی ہیں۔

(علت بیان!) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و تواصوا بالحق (العصر)

مخالفت حق مضر ہے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: بل اتینھم بالحق و انھم لکذبون۔ (المومنون)

سبب اعراض عن الحق

ارشاد باری تعالیٰ: بل اکثرھم لایعلمون الحق فھم معرضون (الانبیاء)

ولکن اکثرھم للحق کرھون۔ (الزخرف والمومنون)

فلحق احق ان یتبع

اللہ جل جلالہ نے فرمایا: فماذا بعد الحق الا الضلال ج القرآن

مزید تحقیق آئندہ رسالہ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

وما علینا الا البلاغ المبین۔ فقط تمت بالخیر۔

۱۱ مارچ ۲۰۱۵ء

تقریظ

مجاهد حق گو، فاضل عصر، کامل دهر، صادق الاحوال، حضرت مولانا سید عبد الحق شاه حنفی ترمذی سیفی مد ظله العالی۔ استاذ الحدیث جامعه امام ربانی، فقیر کالونی، کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذی نصطفی۔ اما بعد۔

نماز میں بحالت تشہد اشارہ کرنا کتاب اللہ، سنت اور قیاس کی دلیل کی بناء پر حنفی حضرات پر

حرام ہے۔

کتاب اللہ کی دلیل یہ ہے:

تحقیق وہ مؤمن لوگ کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں یعنی جو دل سے ڈرتے ہیں اور اعضاء کے لحاظ سے ساکن رہتے ہیں۔ جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے۔ یا عاجزی کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز میں دائیں بائیں نہیں دیکھتے اور نہ نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسے کہ تفسیر ابن عباسؓ میں ہے۔

انگلی اور انگلیاں بھی انسانی اعضاء میں شامل ہیں، اسی وجہ سے تفسیر مدارک میں دوسری تفسیر ہے جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ انگلیوں سے نماز میں اشارہ نہیں کرے گا کیونکہ اشارہ کے بغیر انگلی نہیں اٹھائی جاتی، معلوم ہوا کہ قرآن کی ممانعت کی وجہ سے انگلیوں کا ساکن رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

اور جب اس کا ساکن رکھنا قرآن سے ثابت ہوا اور جو حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے تو اگر وہ کرنے کا ہوتا ہے تو فرض ہوتا ہے اور نہ کرنے کا ہوتا ہے تو وہ حرام ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حنفی حضرات پر نماز کی حالت میں اشارہ بالسبابہ کرنا حرام ہے کیونکہ اس کا نہ کرنا قرآن کی آیت (دلیل قطعی) سے ثابت ہوا۔

اور قرآنی آیت کے کلمے ''خاشعون'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ خشوع مرکب ہے دل کی کیفیت اور جوارح (اعضاء) کے فعل سے۔ تو نماز میں خشوع یہ ہے کہ دل میں خشوع کی کیفیت ہو اور تمام اعضاء ساکن (یعنی غیر متحرک) ہوں۔

اعتراض:

اگر کوئی کہے کہ ہم اشارہ کو حرام نہیں سمجھتے کیونکہ اگر یہ حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ سے حرام کام کا صدور ثابت ہوگا اور جب رسول اللہ ﷺ نے کوئی حرام کام نہیں کیا تو اشارہ حرام نہیں ہوگا۔ کیونکہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے اشارہ ثابت ہے جو کسی پر مخفی نہیں اور ملا علی قاری نے کہا کہ صاحب خلاصہ نے جو اشارہ کو حرام قرار دیا ہے یہ ان کی بہت بڑی غلطی اور بڑی جہالت ہے اور بہت بڑا جرم ہے اور یہ صاحب خلاصہ کی قواعد الاصول سے جہالت کی دلیل ہے۔ اور بعض علماء بھی اس دور میں ملا علی قاری کی حمایت میں صاحب خلاصہ کی طرف خطا اور غلطی کی نسبت کرتے ہیں۔

قلنا:

ہم کہیں گے یہ قضیہ وقتیہ مطلقہ ہے نہ کہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور قضیہ دائمہ مطلقہ، اور اعتراض آخری دو قضیوں پر وارد ہوتا ہے نہ کہ پہلے قضیے پر۔ یعنی اشارہ منسوخ ہونے کے بعد اشارہ کرنا حرام ہے یا ترک اشارہ والی نص کو ترجیح دینے کے بعد اشارہ کرنا حرام ہے۔ یا اشارہ کی حدیث کے ساقط ہونے کے بعد اشارہ حرام ہے خواہ یہ رسول اللہ ﷺ کے فعل کی حکایت ہو یا قول سے۔

اشارہ کے منسوخ ہونے کے لئے ناسخ وہی آیت ہے جو شروع میں گزر گئی (یعنی فی صلوتھم خاشعون) تو حدیث اشارہ کے بعد اس آیت کے نزول نے اشارہ کو منسوخ کر دیا اور یہ اس وقت حقیقت ہے کہ آیت کا نزول رسول اللہ ﷺ کے اشارہ کرنے کے بعد ہوا ہو۔

یا حکمی طور پر اس آیت سے اشارہ منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ قول خداوندی حرام کرنے والا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے لیکن پہلے والے قول میں احتمال ہے کیونکہ آیت اور حدیث کی تقدیم و تاخیر کی تاریخ میں یقین نہیں ہے۔ جب کہ دوسری بات قطعی ہے کیونکہ فرمان خداوندی اشارے کی حرمت کو ثابت کرتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آیت کتاب اللہ ہے اور اشارے کی حدیث رسول اللہ ﷺ سنت ہے، اور کتاب اللہ سنت پر راجح ہوتا ہے۔

اشارہ کی حدیث کا ساقط ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ اشارہ کی حدیث خاص ہے اور آیت کریمہ اس کا معارض (مقابل) عام ہے اور قانون یہ ہے کہ خاص جب عام کا مقابل ہو اور تاریخ بھی مجہول ہو جیسے کہ یہاں ہے تو دونوں ساقط ہوجاتے ہیں پھر ان دونوں سے کم تر دلیل یعنی قیاس کی طرف رجوع کریں گے اور وہ ہے نماز کی حالت میں سکون اور وقار کو اپنانا۔

خلاصہ کی شرح الفوائد الاسلامیہ کے مصنف نے فرمایا کہ اشارہ کرنا ہمارے احناف کے ہاں حرام ہے، اور اشارہ کے بارے میں جو صحیح احادیث مروی ہیں یا تو اس کی تاویل کی گئی ہے یا وہ سب منسوخ ہیں۔ صاحب منظومہ نے فرمایا احنافؒ کے نزدیک اشارے کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے۔

معراج المؤمنین کے مصنف نے کہا کہ خلاصہ میں جو کہا کہ اہل حدیث کی طرح اشارہ کرنا حرام ہے یہ اشارہ کے لئے قید نہیں بلکہ اس میں اس بات کا بیان ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اس طرح بدایہ، اور معظمیہ جو خلاصہ کی شروحات ہیں کے مصنفین نے بھی لکھا ہے اور اشارہ کرنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ غرائب کے مصنف نے فرمایا صحیح قول یہ ہے کہ نماز میں تشہد میں اشارہ کرنا حرام ہے۔ خلاصہ کی شرح مفصل میں ہے کہ تشہد میں اشارہ کرنا مکروہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اسی طرح مخزن الاسلام کے منصف اخون درویزہ بابا علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا کہ اشارہ کرنا شافعی مذہب ہے جب کہ یہ اشارہ کرنا حنفی حضرات پر حرام ہے۔

واقعات کے مصنف نے کہا کہ اشارہ کرنا حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

خلاصہ کی شرح سعدیہ میں ہے کہ لوگ جو دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو سمیٹ لیتے ہیں اور تین کے عدد کے موافق بنا لیتے ہیں اور شہادت کی انگلی اور انگوٹھا کھلا چھوڑتے ہیں اور دایاں ہاتھ ران پر رکھ کر شہادت کے وقت انگلی سے اشارہ کرتے ہیں یہ ہمارے ہاں ایک حرام کام ہے۔ اس کے علاوہ دیگر محققین نے بھی ایسا لکھا ہے تو ملا علی قاری اور ان کی اتباع کرنے والوں نے جو صاحب خلاصہ کی طرف خطا اور جہالت کی نسبت کی ہے یہ ان کی اپنی غلطی اور بڑی جہالت ہے ان کو کامل مومنوں اور ائمہ کی طرف ایسی نسبت نہیں کرنی چاہئے تھی۔

بلکہ مومن کامل کی یہ شان ہونی چاہئے کہ دو مختلف روایتوں کو اچھے انداز سے تطبیق دیں۔ تو چاہئے کہ اشارے والی روایت کو نسخ سے پہلے مانیں، یا ضعیف روایت ہونے پر محمول کریں یا اشارے کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہونے کو مانیں جیسے کہ ابھی آپ نے جان لیا۔

یہاں پر دو احادیث اور بھی ہیں جو طحاوی شریف میں مذکور ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کیا ہوا کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہاں ہوں کہ گھوڑے کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھارہے ہونماز میں پرسکون رہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا کہ جس سے لوگوں کو کچھ سمجھ میں آجائے تو وہ شخص اپنی نماز دہرائے (دوبارہ پڑھ لے)

یہ دونوں احادیث اشارے کی حدیث کے لئے ناسخ ہیں۔

اگر یہ مانا جائے کہ تشہد والا اشارہ ان دونوں احادیث سے خارج ہے تو بھی یہ معلوم ہے کہ اشارہ کرنا رسول اللہ ﷺ فعل ہے تو آپ ﷺ فعل کے صیغے سے نقل ہونا تمام امت کے لئے عام حکم نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تصریح مسلم میں ہے :

کہ جمہور نے فرمایا کہ آپ ﷺ فعل و عمل امت کے لئے عام نہیں ہوتا جب تک اس کی دلیل عموم نہ ہو۔

اور یہ ظاہر ہے اور راوی نے بھی فعل کے صیغہ کے ساتھ روایت کی ہے۔

اسی طرح تنقیح الاصول میں ہے کہ

فعل کی حکایت عام نہیں ہوتی کیونکہ جس کا فعل ہوتا ہے تو وہ ایک معین صفت پر واقع ہوتا ہے۔

فان قیل:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اشارے کا قول بھی موجود ہے۔ ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نماز میں اشارہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا : اللہ کو ایک مانو اللہ کو ایک مانو

قلنا:

اس کے جواب میں ہم کہیں گے یہ خطاب خاص کر حضرت ابوسعد کے لئے تھا جیسا کہ نسائی میں حدیث کے ایک حصے میں ہے : حضرت سعد نے فرمایا میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے اور میں انگلی سے اشارہ کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کو ایک مانو اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

اس سے کسی اور کے لئے اشارہ کرنے کی مشروعیت (جائز ہونا) ثابت نہیں ہوتی۔

جیسا کہ مسلم الثبوت میں المختصر اور عضدی میں ہے کہ امت میں سے کسی ایک کی طرف شارع کا خطاب تمام امت کے لئے عام نہیں ہوتا۔

فان قیل:

درج بالا حدیث میں خصوص کا دعویٰ اور عمومیت کا معدوم ہونا اس وقت ہوتا ہے جب قیاس اور حدیث نہ ہو لیکن صورت بالا میں دوسری دلیل پائی جاتی ہے اور وہ آپ ﷺ قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ایک شخص کو حکم دینا جماعت کو حکم دینے کی طرح ہے۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ یہ حدیث اس کے ساتھ خاص ہے کہ جس میں فرق کرنے والا معلوم نہ ہو۔

فان قیل:

اگر کوئی کہے کہ آپ ﷺ کسی فعل پر عمل کرنا اور اس میں اقتداء کا حکم ہو تو وہ عمل امت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا : تم اس طرح

نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھو (بخاری) کیونکہ یہ نماز کے افعال کا بیان ہے۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ نماز کے افعال ہیں کیونکہ نماز کی فرضیت مکہ میں نازل ہوئی اور مخاطب حضرات نماز پڑھتے ہیں اور نماز کو جانتے ہیں اور یہ حدیث اس کے بعد وارد ہے مدینہ میں جیسے کہ بحر میں لکھا ہے اور حاجت کے وقت سے تاخیر کرنا جائز نہیں۔

فان قلت:

اگر کوئی کہے کہ اشارہ کے بارے میں ایسا قول موجود ہے جو امت میں کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ عام حکم ہے جیسا کہ اشارے والی احادیث کو دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ اشارے کے ترک کرنے والے نصوص ان احادیث کے لئے ناسخ ہیں حقیقی نسخ کے ساتھ تو اس وقت ہے جب قانتین والی آیت کا نزول اشارہ والی احادیث کے بعد ہو، اور اگر نزول کی تاریخ مجہول ہو تو پھر یہ اشارہ کی احادیث کے لئے حکمی طور پر ناسخ ہے کیونکہ آیت سے حرمت ثابت ہو رہی ہے اور احادیث سے اشارے کا جواز معلوم ہوتا ہے، اور قانون وقاعدہ یہ ہے کہ حرمت، جواز کے بعد آتی ہے۔ اور اشارے کے ترک کرنے کے نصوص اشارے کے جواز کی احادیث پر راجح ہیں کیونکہ کتاب اللہ (قرآن) احادیث کے ساتھ مل کر دونوں صرف احادیث پر راجح ہوتے ہیں اور تاریخ کی جہالت کی وجہ سے تساقط

(ساقط ہونا) راجح ہوتا ہے۔

اسی طرح امت کے حق میں اشارے کی ممانعت کے لئے کہیں گے کہ کیفیت کی حیثیت سے اشارے کی احادیث میں بہت زیادہ اختلاف ہے کیونکہ اشارے کی احادیث متعدد ہیں، جن میں بعض دیگر کے ساتھ معارض اور مقابل ہیں کیونکہ بعض احادیث میں تمام انگلیوں کو سمیٹنے کا ذکر ہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جو مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں ہے جیسا کہ فرمایا: کہ آپ ﷺ جب نماز میں تشہد میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران مبارک پر رکھتے اور تمام انگلیاں سمیٹ لیتے تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ دو انگلیوں کو سمیٹ کر حلقہ بناتے تھے جیسا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ قعدہ میں بیٹھتے بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور دو انگلیوں کو سمیٹ کر حلقہ بنا لیتے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ ترپین کا حلقہ بناتے جیسے کہ مسلم کی روایت میں ہے ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قعدے میں بیٹھتے تو بایاں دست اقدس بائیں ران پر اور دایاں دست مبارک دائیں ران پر رکھتے اور ترپین کا حلقہ بنا کر اشارہ فرماتے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ سبابہ سے اشارہ فرماتے اور باقی انگلیاں سمیٹ لیتے جیسا کہ طبرانی میں ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو دست اقدس کو گھٹنے پر رکھتے، انگوٹھے کے قریب والی شہادت کی انگلی مبارک اٹھاتے۔ اور دائیں ہاتھ کی باقی انگلیاں سمیٹی ہوتی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کا حلقہ بناتے جیسے ابن ماجہ میں وائل کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ دیکھا کہ انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کا حلقہ بنا کر سبابہ سے اشارہ فرمایا۔

درج بالا عبارات کے علاوہ دیگر عبارات بھی ہیں جن میں اشارے کی کیفیت پر بحث موجود ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ احنافؒ نے فرمایا کہ اشارے کی احادیث میں بہت زیادہ اضطراب یعنی اختلاف اور تعارض پایا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر کسی ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح کی کوئی دلیل اور وجہ نہیں۔ لہٰذا یہ تمام احادیث ساقط قرار دی جائیں گی۔ اور احادیث سے کم تر دلیل یعنی قیاس تک بات آئے گی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

اشارے کی احادیث کے بارے میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اشارے کی جتنی احادیث مروی ہیں ان میں بعض راوی ضعیف ہیں۔ جن میں سے عبدالرزاق بھی ہیں۔ تقریب التہذیب میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور ان کے شیخ معمر بن راشد ہیں ان کے بارے میں ہے کہ ان میں بھی خلط تھا۔ بعض روایات میں حماد بن سلمہ ہیں فتح الباری کے مقدمہ میں ہے کہ آخری عمر میں ان کا بھی حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام بخاری نے بھی اس کی گواہی دی ہے بعض روایات میں سفیان بن عیینہ ہیں جن کو عسقلانی نے خطاء کا مرتکب قرار دیا ہے اور حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔ بعض روایات میں ابن ابی العمد العدنی ہیں۔ تقریب التہذیب میں ان کے بارے میں ہے کہ یہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور یہ ابن عیینہ کے ساتھ ہمیشہ بیٹھتے تھے۔

اب وہ احادیث پیش کی جائیں گی جن میں اشارے کی ممانعت کا ذکر موجود ہے۔ حضرت

جابر بن سمرہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہو۔ نماز میں پرسکون رہو (یعنی کوئی حرکت نہ کرو) رواہ مسلم۔

امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول ''اسکنوا'' میں امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لہذا نماز میں انگلیوں کو پرسکون رکھنا واجب ہے۔ (یعنی اشارہ نہیں کرنا چاہئے)

اور انگلیوں کو حرکت دینا حرام ہے کیونکہ یہ امر کے خلاف ہے اور اس میں تضاد ہے۔ جس طرح شرح معانی الآثار میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں پرسکون ہونے کا حکم دیا، اور اس وقت سلام کا جواب اشارے سے دیا جاتا تھا تو اس حکم سے وہ سلام کا اشارہ کرنا بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ اس میں ہاتھ اور انگلیاں اٹھائی جاتی تھیں تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے نماز میں اعضاء کو پرسکون رکھنے کا وجوب ثابت ہوا۔

قیل:

اگر کوئی اعتراض کرے کہ درج بالا حدیث نماز میں ارکان کی طرف منتقل ہوتے ہوئے رفع الیدین سے ممانعت کے لئے ہے نہ کہ تشہد میں انگلی اٹھانے کی ممانعت کے لئے، کیونکہ علماء احناف نے اس حدیث سے رفع الیدین کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے جو شوافع کا مذہب ہے ہم کہیں گے کہ اعتبار لفظ اسکنوا کا ہے جو عام ہے کسی خاص سبب کی طرف اشارہ نہیں ہے۔

عزیز قارئین! اشارے کے مسئلے میں اختلاف آج کا نہیں بلکہ دورِ قدیم سے چل رہا ہے۔
جمادی الاول ۱۳۱۶ھ کو صوبہ سرحد (کے پی کے) میں طورہ کے مقام پر اس علاقے کے خان مسمیٰ محبت خان کے حجرے میں ایک علمی مباحثہ مقرر ہوا، جس میں اشارے کے جواز اور عدم جواز پر گفتگو کرنی تھی۔ جس کے لئے منصف اور فیصلہ کرنے کے لئے شہر دہلی سے مولوی عبدالجمیل اخون زادہ صاحب کو بلایا گیا، آٹھ روز تک یہ مسئلہ چلتا رہا، جس کے آخر میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اشارے کرنے کے قائلین قوی اور مضبوط دلائل نہ پیش کر سکے لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ ہم خادمان شرع متین چند مسائل تحریر کرتے ہیں۔

ہم خادمان شریعت، کابل وننگرہار، لغمان، بنوں، کوہاٹ، تیراہ، پشاور یوسف زئی، شہت نگر، دوآبہ داؤدزئی، سوات، بونیر، چچ، اور دیگر اطراف کے علماء ومشائخ مقام طورہ میں جمع ہوئے اور امام اعظم کے مذہب کی معتبر کتب اور تحقیقات کو دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ قعدہ کی حالت میں سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں حرام ہے۔

جیسا کہ تنویر الابصار، عمدۃ المفتی، والوالجی، تجنیس، ابوالمکارم، بحر الرائق، جامع الرموز، مضمرات، واقعات، عینی علی الہدایہ، لطائف، فتاویٰ کبریٰ، بزازیہ، فتاویٰ برہنہ، میر شرح کیدانی، مفاتیح الجنات، شرح کیدانی، مفصل شرح کیدانی، قہستانی شرح کیدانی، مداخل الجنات شرح کیدانی، مجموعہ سلطانی، مجموعہ خانی، عالمگیری، حدیقہ الندیہ، میں یہ تصریح موجود ہے کہ اشارہ نہیں کرے گا اور اس پر فتویٰ ہے۔ اور فتویٰ کا حکم تاکیدی ہے۔

درمختار میں ہے کہ جب کسی عبارت کے نیچے لفظ صحیح، ماخوذ بہ، بہ یفتیٰ، علیہ الفتویٰ آجائے تو

اب اس کے خلاف قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح مجموعہ خانی میں ہے کہ اشارہ نہیں کرے گا اور اسی پر فتویٰ ہے، اور اسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ نماز میں اشارہ کرنا نماز کے محرمات میں سے ہے۔ پس تصریحات احناف سے معلوم ہوا کہ اشارہ کرنا نماز میں حرام ہے۔ اور ان فقہاء کا یہ قول کہ نماز میں اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ایسا حکم ہے کہ کسی بھی عقل مند پر مخفی نہیں، عینی شرح ہدایہ، ذخیرہ، شرح سفر السعادت کفایہ، جامع الرموز، زاہدی، قہستانی شرح کیدانی، فتح الرحمن میں اس بات پر نص موجود ہے کہ اشارہ نہ کرنا ظاہر الاصول اور ظاہر الروایت ہے، اور ظاہر الروایت مذہب ہے۔

فتح القدیر، کبیری شرح منیہ، عالمگیری، شرح سفر السعادت، لطائف، ایضاح الاصلاح، البحر الرائق، میں نص ہے کہ اشارہ نہ کرنا اکثر مشائخ احناف کا قول ہے۔

ردالمحتار، منحۃ الخالق، مالا بد منہ، منح الغفار، فتح الرحمان میں یہ تصریح ہے کہ اشارہ نہ کرنا احناف کا مشہور مذہب ہے اور کسی بھی مقلد کا فیصلہ جیسا کہ قنیہ میں ہے اور خاص کر ہمارے زمانے میں تو نافذ نہیں ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری، خلاصۃ الفتاویٰ، ابوالمکارم برجندی، خزانہ، غیاثیہ، عقابیہ، فتح الرحمان فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ کافوری اور نصب الاحتساب وغیرہ میں ہے مختار مذہب یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے۔

محیط، غرائب، خلاصہ کیدانی، سعدیہ شرح کیدانی، منظومہ شرح کیدانی، مداخل الجنات شرح الکیدانی، شرح کیدانی میاں صاحب چمکنی، میر شرح کیدانی، بدایہ شرح کیدانی، فوائد

الاسلامیہ شرح کیدانی، تخریج المخرج شرح کیدانی، مجموعہ خانی، مخزن الاسلام، فوائد شریعت مسلک المتقین اور دیگر کتابوں میں اشارے کو حرام قرار دیا ہے۔

مسبوط، سرخسی، محیط، قاعدی، کافی، کرمانی میں نقل ہے۔ مولانا عبدالحکیم شرح مراح الارواح فوائد اسلامیہ کے مصنف نے شرح کیدانی میں فتح الرحمان، صلوٰۃ مسعودی، ترغیب الصلوٰۃ میں یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ تمام احادیث جو اشارے کے باب میں وارد ہیں وہ منسوخ ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ منسوخ ہونے کے بعد اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اشباہ وغیرہ کتب فقہ واصول میں ہے۔

مجدد اعظم، واقفِ متشابہاتِ قرآنی، مجتہد فی علم الکلام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ سبابہ سے اشارہ کرنا امام اعظم کے مذہب میں حرام ہے۔ اور اس عبارت میں فرمایا ہے کہ جب معتبر روایات میں اشارے کی حرمت ثابت ہو اور اس پر فتویٰ دیا گیا ہو اور نفس اشارہ سے ممانعت کردی گئی ہو تو وہ ہمارے مذہب میں اصحاب اصول کہتے ہیں۔ لہٰذا مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شاذ و نادر مرجوح اورضعیف روایات کے مقتضاء پر عمل کرے کیونکہ یہ اجماع کو توڑنا ہے جو کہ جہالت ہے۔

الحاصل یہ کہ اشارہ حرام ہے۔

اس فیصلے پر جن علماء احناف نے دستخط کئے اور اس کی تائید کی وہ درج ذیل اکابرین ہیں۔

(۱) مولوی محمد سندی ساکن شاہ منصور

(۲) مولوی محمد سعد اللہ علاقہ چچ

(۳) میاں سید شریف کلکرک جلال آباد

(۴) مولوی محمد عبدالقدیر معروف کابل ملا صاحب

(۵) مولوی حمداللہ ساکن پہی

(۶) مولوی عبدالحنان سکنہ یارخیل

(۷) ملا صاحب اچینی سکنہ مسریزی

(۸) ولی محمد صاحب سکنہ چچ

(۹) تسلیم اخون زادہ ساکن شلمان

(۱۰) ملا محمد اعظم صاحب ساکن بنوں

(۱۱) مدثر اخون زادہ صاحب سکنہ ریگی

(۱۲) مولوی محمد صدیق ساکن ڈاگے رجڑ

(۱۳) محمد حسین معروف بملا صاحب بازاگی

(۱۴) قاضی صفی اللہ ساکن بدنی

(۱۵) عظیم اللہ اخون زادہ صاحب سکنہ ارمڑ

(۱۶) حافظ غلام محمد پشاور شہر

(۱۷) مولوی عبدالمجید سکنہ ارمڑ

(۱۸) عبدالکبیر اخندزادہ ارمڑ

(۱۹) غلام رب اخون زادہ ساکن دہ بہادر

(۲۰) اسماعیل اخون زادہ ساکن دہ بہار

(۲۱) مولوی قمرالدین اخون زادہ سکنہ کتوزی

(۲۲) سید احمد اخون زادہ ساکن تنگی

(۲۳) مولوی عبدالکریم سکنہ ڈاگے بانڈہ

(۲۴) سید احمد صاحب مشہور بہ شیخ صاحب شکر پورہ

(۲۵) غفران اخون زادہ ساکن نوشہرہ

(۲۶) صبغۃ اللہ

(۲۷) غیاث الاسلام

(۲۸) وحید گل اخندزادہ سکنہ سپین خاک

(۲۹) عبدالرحیم

(۳۰) قاضی غضنفر

(۳۱) محمد عالم اخندزادہ ساکن تیرہ

(۳۲) محمود اخندزادہ سکنہ جلبئ

(۳۳) قاضی دریخان صاحب خویشکی

(۳۴) محمد شریف اخندزادہ علاقہ کوہاٹ

(۳۵) محب اللہ اخندزادہ سکنہ بڈھ بیر

(۳۶) محمد امین اخندزادہ سکنہ بانڈہ زاخیل

(۳۷) حجۃ اللہ

(۳۸) عبداللطیف ۔۔سکنہ کالوخان

(۳۹) عبدالمجید اخون زادہ ساکن ترکہ

(۴۰) مولوی اسماعیل ۔۔کالوخان

(۴۱) محمود خان اخون زادہ معروف ملا صاحب باجوڑ

(۴۲) مولوی جمعہ خان سکنہ ہزارخوانی

(۴۳) قدرت اللہ اخون زادہ ساکن مردان

(۴۴) احمد جان ۔۔جلالہ

(۴۵) عبدالقیوم ۔۔

(۴۶) امان اللہ اخون زادہ سکنہ کوٹ گہری

(۴۷) غلام یحیٰی صاحب سکنہ برہ زی

(۴۸) مولوی صاحب چارسدہ

(۴۹) عبدالرحیم صاحبزادہ ننگرہار

(۵۰) پیر حسن مشہور ملا صاحب چغرزئ

(۵۱) سید محسن شاہ سکنہ ارمڑ پایاں

(۵۲) حضرت شاہ اخون زادہ ساکن خزانہ

(۵۳) لعل خان اخون زادہ سکنہ بازی ض خیل

(۵۴) ملا حفیظ اللہ سکنہ نوشہرہ

(۵۵) حافظ عبدالرحیم امام صاحب مانکی شریف

(۵۶) رحمت شاہ اخندزادہ یار حسین

(۵۷) گل احمد اخون زادہ سکنہ سلیم خان

(۵۸) عبدالرحیم اخون زادہ سکنہ خویشکی

(۵۹) سیف اللہ اخونزاداہ سکنہ کاٹلنگ

(۶۰) سلطان محمود اخون زادہ ساکن شاہ منصور

(۶۱) حضرت شاہ صاحبزادہ صاحب سکنہ طورو

(۶۲) محمد حسین صاحب زادہ سکنہ

(۶۳) خادم العلماء ابراہیم صاحبزادہ

(۶۴) مولوی صاحب عبداللہ سکنہ نوشہرہ

ہمارے ائمہ ثلاثہ (امام اعظمؓ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ) کی طرف سے اشارہ کے بارے میں دو روایات ہیں۔

(۱) اشارہ ثابت ہے۔

(۲) اشارہ ممنوع ہے

(۱) اشارہ ثابت کرنے والے علماء کے اثبات کے الفاظ مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ

اشارہ کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔ جیسا کہ تحفہ میں لکھا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرنا مستحب ہے جیسے کہ الدرالمختار وغیرہ میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرنا سنت ہے جیسے کہ الدرالمختار میں ہے اور جنہوں نے سنت کہا ہے اس سے مراد سنت زوائد ہے یعنی مستحب ہے جیسے کہ شامی اور طحطاوی میں ہے۔

اور اشارہ کو منع کرنے والے علماء اشارہ کو منع کرتے ہوئے یا تو مکروہ کہتے ہیں جیسے کہ سراجیہ اور منیۃ المصلی میں ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرنا ممنوع ہے جیسا کہ مواہب الرحمن اور محک الطالبین وغیرہما میں ہے۔ اور بعض اشارے کو حرام کہتے ہیں جیسے کہ محیط اور غرائب میں ہے۔ لیکن کئی وجوہات کی بناء پر اشارہ کو مکروہ یا حرام کہنے کے بجائے ممنوع قرار دینے والی روایات پر عمل کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

فقہاء کی کتابوں میں اشارے کی ممانعت کے لئے مختلف الفاظ کا استعمال ہوا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

وہ کتابیں جن میں اشارے کی ممانعت کو بلفظ فتویٰ سے ذکر کر کے ممنوع قرار دیا یعنی مراد یہ ہے کہ اشارہ ممنوع ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وہ کتب درج ذیل ہیں۔

تنویر الابصار، عمدہ المفتی، والوالجی، مضمرات، مفتاح الصلوۃ، تجنیس، ابوالمکارم، البحر الرائق، جامع الرموز، واقعات، منیۃ المصلی، عینی علی الہدایہ، لطائف، الفتاویٰ الکبریٰ، منح الغفار شرح تنویر الابصار، (جو خود مصنف کی شرح ہے) الدرالمختار، بزازیہ، میر شرح کیدانی، مفاتیح

الجنان علی الکیدانی مفصل للکیدانی ،قہستانی للکیدانی ، مداخل الجنات للکیدانی ،مجموعہ سلطانی ، مجموعہ خانی ، عالمگیری ، الحدیقہ شرح الطریقۃ المحمدیہ ، فتاویٰ قرآن خوانی ،شرح المختصر الفارسی ، المحلی شرح منیۃ المصلی برھنہ ، فتح الرحمان ،تحفۃ الاخیار، الفتاویٰ الصغریٰ ، فتاویٰ سلطانیہ، جامع المضمرات ، عتابیہ، ظہیریہ ، مزیل الشبھات ، فتاویٰ معصومیہ، (علماء بخارا، کا فتاویٰ ہے) المحیط ، المغنی ، فیض صمدانی شرح کیدانی ، فتاویٰ غیاثیہ، تاتارخانیہ مختار النوازل ، مواھب الرحمن، محک الطالبین ، رسالہ ملاعلی متقی ، معراج المؤمنین شرح کیدانی ،صراط مستقیم شرح سفر السعادۃ ، رسالہ انارہ الاشارۃ ، دلائل البشارۃ ، رسالۃ مستمدۃ ، رسالہ تصریح البشارۃ ، حاشیہ ابی السعود ، النھر الفائق ، فصیح الدین شرح الوقایہ ،خزانۃ العلماء ، فتاویٰ غرائب ،منظومۃ افغانی ،شرح کیدانی ، معظمیۃ شرح کیدانی ،عقائد المسلمین سیف المؤمنین ان سب کو جاننے کے بعد یہ آپ کو معلوم ہوا کہ درمختار میں جو کہا گیا ہے کہ فتویٰ کا لفظ دیگر علامات فتویٰ سے زیادہ مؤکد اور تاکیدی ہے تو جس کے بارے میں لفظ اکد ہو تو اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے ۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس مسئلے کے آخر میں لفظ صحیح ، ماخوذ بہ ، بہ یفتیٰ اور علیہ الفتویٰ ہو تو اس کے خلاف قول پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا ۔لہٰذا طبقات فقہاء کے ساتویں طبقہ کے علماء کے لئے جائز نہیں اور نہ بعد والے لوگوں کے لئے کہ وہ اشارہ کرنے پر فتویٰ دیں کیونکہ درمختار کے قول کے مطابق ان پر لازم ہے کہ وہ تصحیح اور راجح شدہ قول کی اتباع کریں گے ۔ لہٰذا علماء کے تصحیح کردہ اور ترجیح کردہ قول کے خلاف فتویٰ دینا جائز نہیں ہے ۔

اب ہم ذیل میں ان کتابوں کا ذکر کریں گے جن میں اشارہ کے بارے میں کہا گیا کہ اشارہ

نہ کرنا ہی ظاہر الروایۃ ہے وہ کتب یہ ہیں :

ذخیرہ ، عینی علی الہدایہ ، صراط مستقیم ، لطائف ، کفایہ ، جامع الرموز ، زاھدی قہستانی کیدانی ، فتح الرحمان ، رسالہ ملاعلی متقی ، تحفۃ الاخیار ، فتاویٰ معصومیہ رسالہ لطف اللہ بن عثمان ، فتاویٰ سلطانیہ ، مکتوبات ، انارہ الاشارہ ،

درج بالا کتب کے بعد یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ درمختار رسم المفتی میں ہے کہ جن روایات کو ہمارے احناف نے اتفاقی طور پر ظاہر الروایہ قرار دیا ہے تو اس پر قطعی طور پر فتویٰ دینا ہوگا جیسا کہ البحر میں ہے کہ جب روایات مختلف ہوں تو فتویٰ اس قول پر دیا جائے گا جو ظاہر الروایہ ہو ۔

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ اشارہ نہ کرنا امام اعظم کا مذہب ہے تو کسی حنفی مقلد کے لئے اپنے مذہب کے خلاف قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ شامی میں لکھا ہے : کہ واجب ہے کہ اپنے امام کے قول پر فتویٰ دیں اگرچہ مفتی صاحب کو یہ معلوم نہ ہو کہ امام صاحب نے کس دلیل سے یہ فرمایا ہے ۔اور توضیح میں ہے کہ مقلد کے لئے اپنے مجتہد کا قول دلیل ہے اور منح الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے کہ مجتہد کے قول پر عمل کرنا واجب ہے بغیر نظر کئے ان کی دلیل کی طرف جیسا کہ خاینہ میں ہے اسی طرح فتح الرحمن ، مکتوبات اور تحفۃ الاخیار میں ہے ۔

ذیل میں فقہاء احناف کی ان کتب کا ذکر کیا جائے گا جن میں لکھا ہے کہ نماز میں بحالت تشہد اشارہ کرنا مکروہ ہے ۔

فتاویٰ سراجیہ، عالمگیری، البحر الرائق، منیۃ المصلی، ،مفتاح الصلوٰۃ، انواع (یہ کتاب شیخ عبداللہ ہندی کی ہے جو غوثِ زماں، شیخ بے مثل، عالم بے بدل، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں) ظہیریہ، نہر فائق، روضۃ العلماء، معظمیہ، منظومہ افغانی شرح کیدانی، حدیقیہ، عمدۃ الرعایۃ، مزیل الشبہات، ذخیرہ فی نسخۃ، معضل لکیدانی، مکتوبات، تحفۃ الاخیار، محک الطالبین، شمنی، قنیۃ المفتی، طوالع الانوار شرح الدر المختار، بتبیین، معراج المؤمنین للکیدانی، تحفۃ رحمانی للکیدانی، عقائد المسلمین (عقائد المسلمین وہ عظیم کتاب ہے جو غوث زمان حضرت سید و باباؒ صاحب سوات کی اجازت اور حکم پر جید علماء کرام نے ترتیب دی ہے، جس میں وہابیوں کے عقائد کا رد ہے، اس کتاب پر سوات، بونیر، پشاور، بخاریٰ، ہندوستان، کابل، بلخ وغیرہ کے علماء کی تصدیقات اور مہریں ثبت ہیں۔ اور یہ مطبع مرتضوی بمبئی سے مطبوعہ ہے) اے منصف مزاج قاری صاحب : آپ پر یہ بات مخفی اور پوشیدہ نہیں ہوگی کہ مکروہ کام کو ترک کرنا سنت کی ادائیگی پر مقدم ہے جیسا کہ الدر المختار میں ہے

اور جب کسی فعل میں کراہت اور سنت جمع ہو جائیں تو اس کام کا ترک کرنا (چھوڑنا) واجب ہے جیسے مسلک المتقین میں لکھا ہے۔ اور جب کسی فعل میں اس کا واجب ہونا اور مکروہ ہونا جمع ہو جائے تو اس فعل کو ترک کرنا اولیٰ اور بہتر ہے جیسے کہ جامع الرموز کے باب السہو کے آخر میں لکھا ہے اور طریقہ محمدیہ میں بھی ایسا لکھا ہے۔ ان تمام دلائل اور تحقیق سے ثابت ہوا کہ مقلد پر واجب ہے کہ وہ تشہد میں اشارہ کرنا چھوڑ دے کیونکہ مکروہ کام کا ترک کرنا

واجب ہے۔

اب ان کتب کا تذکرہ کیا جائے گا جن میں لکھا ہے کہ اشارہ کرنے سے روکا گیا ہے۔

مواہب الرحمان، مسلک المتقین، محک الطالبین، مزیل الشبہات، تحفۃ الاخیار، مکتوبات امام ربانیؒ۔

اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ جس کام سے روکا جائے تو اس سے مراد یا حرمت ہوتی ہے یا کراہت۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اشارہ کو ترک کرنا بلاشبہ لازم ہے اب ان کتب کا ذکر کیا جائے گا جن میں لکھا ہے کہ اشارہ ممنوع ہے اور یہی صحیح قول ہے۔

صغیری، کبیری، محیط، معراج المؤمنین، مفتاح الصلوٰۃ، مواہب الرحمان، غرائب محک الطالبین۔ اور اس بات سے غافل نہ ہو جو ہم نے الدر المختار کے حوالے سے لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہ جس روایت کے نیچے صحیح کا لفظ آئے تو اس قول کے خلاف کسی قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں لہذا مقلد پر لازم ہو گیا کہ وہ اشارے کی ممانعت پر فتویٰ دے۔ اب ان کتب کا تذکرہ ہو گا جن میں لکھا ہے کہ اشارہ منع ہے اور اشارہ نہیں کیا جائے گا کے الفاظ سے ممانعت ہے۔

منیۃ المصلی، تنویر الابصار، عینی علی الھدایہ، جامع الرموز، زاھدی، قھستانی، معراج المؤمنین، مفتاح الصلوٰۃ خلاصۃ الفتاویٰ، مضمرات، والوالجی، عمدۃ المفتی، تجنیس، مختار النوازل، واقعات، محیط، عالمگیری، مکتوبات، فتح الرحمن، تحفۃ الاخیار، مزیل الشبہات رسالہ علی متقی، لطائف، صراط مستقیم، منظومہ للکیدانی، غیاثیہ، تاتارخانیہ، فتاویٰ کبریٰ، محلی شرح منیۃ المصلی

برھنہ، مفاتیح الجنان، خزانۃ، کتابیہ، بزازیہ، نصاب الاحتساب، فتاویٰ کافوری، مجموعہ خانی، مجموعہ سراج الوھاج، فتح القدیر، حدیقہ، فتاویٰ معصومیہ، فتاویٰ سلطانیہ، کبیری، صغیری، خزانۃ الکبریٰ، بحر الفتاویٰ، برجندی، مغنی، منیۃ المصلی، طوالع الانوار، خزانۃ المفتین، مختار النوازل رسالہ شیخ لطف اللہ، ابوالمکارم، دررالبحار، غرر الاذکار، شرح مختصر الفارسی، البحر الرائق، ابوالسعود، النھر الفائق، خزانۃ العلماء، سیف المؤمنین۔

اور جب آپ نے یہ جان لیا تو اس کا خلاصہ اور مفاد یہ ہے کہ جن کتابوں میں اشارہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اشارہ نہیں کرے گا تو اس سے مراد یا حرمت ہوگی یا کراہت تحریمی تو لایشیر جو خبر نفی ہے مگر بمعنیٰ نہی کے ہے بلکہ اس سے بھی مؤکد ہے لہذا اس سے اشارے کی حرمت ثابت ہوگی یا کراہت تحریمی، جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ اور ہم نے جو کراہت کا قول کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے جو لکھا ہے کہ طلوع اور غروب شمس کے وقت نماز نہیں پڑھے گا کہ یہ مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مفتاح الصلوٰۃ میں لکھا ہے ۔ جب آپ نے یہ تحقیق ذہن نشین کرلی تو اس بات سے بے خبر اور لاعلم مت رہو کہ جب کسی مسئلے میں کراہت اور سنت کا قول آجائے تو اس فعل کو ترک کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک کرنے میں گناہ نہیں اور کرنے میں گناہ کا احتمال ضرور ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور اس پر عمل کرو جس میں شک نہ ہو، تو جو مسئلہ حرمت اور جواز کے مابین متردد ہو تو اس کا ترک کرنا بطریق اولیٰ واجب ہے۔ لہذا مقلد پر لازم ہے کہ قعدہ کی حالت میں اشارہ کرنا ترک کردے۔

ذیل میں ان کتب کے اسماء ذکر کئے جاتے ہیں کہ جن میں لکھا ہے کہ کوئی اشارہ نہیں کرے گا۔

کنز الدقائق، قدوری، مختصر، وقایۃ الروایۃ، ھدایہ، مبسوط، منظومہ، وغیرہ۔ وہ کتب جن کا گننا اور شمار کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

البحر الرائق شرح کنز، مجتبیٰ شرح قدوری، ابوالسعود حاشیہ شرح الکنز، ملا مسکین اور ماتن نے اشارہ کیا ہے کہ نمازی تشہد میں انگلیوں کو پھیلائے گا اور اشارہ نہیں کرے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وہ کتب جن میں لکھا ہے کہ اشارہ نہیں کرے گا اور یہی مختار مذہب ہے : غرائب، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ سراجیہ، حدیقہ، مختار النوازل، عالمگیری، غیاثیہ، عتابیہ، خزانۃ الروایات، نصاب الاحتساب، فتاویٰ کافوری، خزانۃ المفتین، فتاویٰ کبریٰ، فتاویٰ معصومیہ، فتاویٰ سلطانیہ، طوالع الانوار، صراط مستقیم، ابوالمکارم برجندی، معراج المؤمنین، فتح الرحمن، مکتوبات، رسالہ ملاعلی قاری، تحفۃ الاخیار، مزیل الشبھات معظمیہ شرح کیدانی۔

اور کسی بھی ادنیٰ علم رکھنے والے عالم پر یہ بات مخفی نہیں کہ جس مسئلہ کے آخر میں لکھا ہو کہ یہ مختار ہے تو اس پر عمل کرنا دیگر مسائل کے مقابلے میں اولیٰ اور بہتر ہے۔ جیسا کہ الدر المختار میں لکھا ہے۔

اور رہی ہماری بات تو ہم پر واجب اور لازم ہے کہ ہم اس روایت اور قول پر عمل کریں جس کو علماء نے صحیح اور راجح قرار دیا ہو جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے تھے۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ مقلد کے لئے بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ وہ اشارہ کی ممانعت کا فتویٰ

دے بلکہ اس پر یہ واجب ہے کیونکہ اشارہ کرنا ظاہر الروایت سے خارج ہے اور جو قول ظاہر الروایۃ سے خارج ہو تو وہ مرجوع عنہ (یعنی اس سے رجوع کیا گیا ہے) قول قرار دیا جاتا ہے۔ اور جس قول سے رجوع کیا جائے تو اس پر عمل کرنا مقلد کے لئے صحیح اور جائز نہیں ہے۔

اب ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں لکھا ہے کہ اشارہ کرنا ممنوع ہے اور یہ اکثر مشائخ احناف کا قول ہے۔ فتح القدیر، کبیری، عالمگیری، صراط مستقیم، لطائف، ایضاح الاصلاح، البحر الرائق، فتح الرحمن، مکتوبات امام ربانیؒ، رسالہ ملا علی متقی، تحفۃ الاخیار، رسالہ انارۃ الاشارۃ، رسالہ تصریح البشارۃ۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو وہ بات بھی یاد کریں جو ہدایہ میں ہے کہ جس قول پر جمہور جمع ہوں تو اس قول کے بعض مخالفین کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اشارہ کرنے کا قول یہ کم افراد وعلماء کا قول ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس پر عمل بھی نہیں کیا جائے گا۔

اب ان کتب کا ذکر ہوگا جن میں لکھا ہے کہ اشارہ نہ کرنا اور اشارہ سے منع کرنا مشہور مذہب ہے۔

ردالمحتار، منحۃ الخالق، مالابد منہ، منح الغفار، فتح الرحمن، تحفۃ الاخیار،

جب آپ نے یہ جان لیا تو اس بات کو بھی ملحوظ نظر رکھیں جو درمختار میں کتاب الطھارۃ سے کچھ پہلے لکھا ہے کہ کسی بھی مقلد کا فیصلہ اپنے مذہب کے خلاف میں نافذ نہ ہوگا جیسا کہ قنیہ میں

لکھا ہے اور خاص کر ہمارے زمانے میں تو نافذ نہیں ہوگا، لہذا اس زمانے میں اشارے کا اثبات جائز نہیں ہے۔

ذیل میں ان کتب کا تذکرہ ہوگا کہ جن میں لکھا ہے کہ تشہد میں اشارہ کرنا حرام ہے۔ خلاصہ کیدانی، فتاویٰ غرائب، واقعات، فتاویٰ معصومیہ، محیط، طوالع الانوار، فتاویٰ سلطانیہ، خلاصہ جدیدہ، معراج المؤمنین، لکیدانی، منظومہ عربی لکیدانی، فوائد اسلامیہ لکیدانی، معظمیہ لکیدانی، سعدیہ لکیدانی، میر لکیدانی، منظومہ افغانی لکیدانی، بدریہ لکیدانی، تحفۂ رحمانیہ لکیدانی، فیض صمدانی لکیدانی، مداخل الجنات لکیدانی، سند الاسلام، فتح الرحمن، تحفۃ الاخیار، مخزن الاسلام، فوائد شریعت، مجموعہ خانی،

خلاصہ افغانی میاں عمر صاحب چمکنیؒ، مکتوبات مجدد الف ثانیؒ، مسائل زنان لاخند کریم داد بابا، مزیل الشبھات، منظومہ فارسی لکیدانی،

جب آپ نے یہ جان لیا تو میں کہتا ہوں کہ درج بالا کتب میں مذکورہ حرمت سے مراد حرمت ظنی ہے، اور یہ بعینہ مکروہ تحریمی ہے۔

اور اس پر اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اس اشارے میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے تو اشارے کو حرام کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

نہ رہنا کہ جو الدر المختار میں ہے کہ مکروہ کو ترک کرنا سنت کی ادائیگی پر مقدم ہے اور مسلک المتقین میں جو لکھا ہے کہ جب کسی مسئلے میں کراہت اور سنت کا قول جمع ہو جائے تو اس کا ترک کرنا لازم ہوگا جیسے کہ کتب اصول میں ہے کہ ممنوع چیز مبیح چیز پر عمل کرنے اور فتویٰ

دینے میں مقدم ہوتی ہے۔

ذیل میں ان علماء کا ذکر ہے کہ جنہوں نے تشہد میں اشارے کے ثابت کرنے والی احادیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔

ان میں سے امام کرخیؒ بھی ہیں۔ جیسے کہ مبسوط، محیط، قاعدی، کافی، کرمانی، سراج الھدایہ، تحفۃ الاخیار، مولانا عبدالحکیم نے شرح مراح الارواح میں لکھا ہے، فوائد اسلامیہ شرح کیدانی، علامہ شمنی نے شرح مختصر میں علامہ نجدی نے شرح مختصر میں، مولوی محمد فاروق نے فتح الرحمن میں، مولوی محمد مرید نے تحفۃ الاخیار میں، مخدوم الاولیاء مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں، علامہ سید شریف نے شرح کیدانی میں، صلوٰۃ مسعودی میں، ترغیب الصلوٰۃ، مولوی محمد سندی نے مزیل الشبھات میں، اور دیگر مصنفین نے اپنی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اشارہ کرنا حرام ہے کیونکہ منسوخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اب اس پر عمل نہیں ہوگا، اور جب آپ نے یہ جان لیا تو میں کہتا ہوں کہ یہ تو معلوم ہے کہ منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے جیسے درمختار، اشباہ، فتح الرحمن وغیرہ کتب اصول فقہ اور اصول حدیث میں ہے۔

ذیل میں ان متون کا تذکرہ ہوگا کہ جن میں اشارہ منع کرنے کا حکم ہے۔

خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی، قدوری، کنز الدقائق، مختصر الوقایہ، وقایۃ الروایۃ، تنویر الابصار، بدایۃ المبتدی۔

یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ قدوری اور کنز وغیرہ کتب اشارے کے بیان سے خاموش ہیں جیسے کہ یہ اعتراض اشارے پر عمل کرنے والے حضرات کرتے ہیں تو ان کتابوں کو ان

کتابوں میں ذکر نہیں کرنا چاہئے کہ جن میں اشارے کی ممانعت موجود ہے۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ تفصیلی ذکر کرنا یہ اشارے کے عدم کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے کہ بحر اور مجتبیٰ میں منقول ہے۔ فتح الرحمن میں لکھا ہے کہ متون مذھب کو نقل کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور یہ متون خلاصہ کیدانی سے ہدایہ تک ہیں ان سب میں اشارہ ممنوع ہے لہٰذا اشارہ نہ کرنا ہی مذہب ہے۔

اشارے کی ممانعت پر دلائل نقلیہ میں سے یہ بھی ہے کہ فرمان الٰہی ہے : تحقیق وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرِ مدارک نے فرمایا:

دل سے خوف زدہ اور اور اعضاء سے ساکن۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ عمر بن دینار نے فرمایا خشوع یہ ہے کہ سکون کی حالت میں نماز پڑھے اور اچھی صورت۔

تفسیر ابن عباسؓ میں ہے کہ خاشعون سے مراد یہ ہے کہ عاجزی کرنے والے ہیں جو نماز میں نہ دائیں بائیں دیکھتے ہیں اور نہ اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ تفسیر خازن میں آئمہ کرام کے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اعضاء سے خشوع یہ ہے کہ وہ حالت نماز میں پرسکون ہوں۔

اور تفسیر جمل میں ہے کہ دل سے ڈرنے والے اور اعضاء سے پرسکون ہوں۔

جب آپ نے درج بالا مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمالئے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ تو معلوم

ہے کہ انگلی اٹھانا یہ اس کو حرکت دینا ہے اور یہ سکون کا ضد ہے تو درج بالا آیت کی تصریح کی بناء پر لازم ہے کہ نماز میں اشارہ نہ کیا جائے بلکہ اس کا ترک کرنا لازم ہے۔ اور اس آیت سے مفسر مدارک، کشاف وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ نماز میں اکثر حرکات ممنوع ہیں جیسے انگلیوں کو چٹخانا، انگلیوں کا آپس میں داخل کرنا اور کپڑوں وغیرہ کے ساتھ کھیلنا۔

مفسرین نے ان ممنوع امور سے منع کرنے کا حکم دیا ہے اور اسی درج بالا آیت سے استدلال کیا ہے جو سکون کی ضد ہے اور اسی آیت سے خصوصی طور پر نماز میں بحالت تشہد اشارہ کرنے سے روکنے پر استدلال کیا ہے۔ علامہ محمد فاروق نے فتح الرحمن میں دلائل نقلیہ میں سے ایک وہ حدیث نقل کی ہے جو حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے جس کو صاحب ہدایہ اور مستخلص وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

جیسے انہوں نے فرمایا ماتن کے قول کو نقل کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر انگلیوں کو پھیلا دے، اسی طرح حضرت عائشہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ نماز کا بیان فرمایا ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اشارہ کرنے کو ترک فرمایا ہے لیکن اس میں یہ دلالت نہیں کہ اشارہ کرنا ممنوع ہے، اور اس طرح کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ اگرچہ سنت نہیں مگر مستحب ضرور ہے۔ کیونکہ مستحب یہ ہے کہ آپ نے اس کو ایک آدھ بار کیا ہو اور پھر ترک کر دیا ہو۔

ہم اس اعتراض کے جواب میں کہیں گے کہ آپ ﷺ کسی فعل کو ترک کرنے کی دو قسمیں

ہیں۔ ایک وہ ترک کرنا ہے کہ جو استحباب پر دلالت کرتا ہے اور یہ وہ فعل ہے کہ آپ ﷺ نے کیا پھر ترک فرمایا، پھر کیا پھر ترک فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے، اس طرح کے اعمال ہمارے لئے مستحب ہوتے ہیں۔ اور دوسرا ترک کرنا یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ متروک فعل منسوخ ہو گیا اور وہ ایسا فعل ہے کہ آپ ﷺ نے کافی عرصے تک اس عمل کو کئی بار فرمایا اور پھر ایسا ترک فرمایا کہ کبھی دوبارہ نہیں کیا۔

پہلی قسم کی مثال اور نشانی یہ ہے کہ صحابہ کرام اور خاص کر خلفاء اربعہ نے اس کو ایسا لازم رکھا کہ کبھی نہیں چھوڑا اور دوسری قسم کی مثال اور علامت یہ ہے کہ اس عمل پر عمل پیرا نہ تھے بلکہ بالکل چھوڑ دیا ہو۔ اشارے کے بارے میں آپ ﷺ اشارہ کو ترک فرمانا دوسری قسم میں داخل ہے کیونکہ خلفاء اربعہ میں کسی ایک سے بھی اشارہ کرنا منقول نہیں ہے تو گویا اس کی مثال یوں ہوگئی کہ جیسے فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا، یا نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر پڑھنا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ شامی میں لکھا ہے۔

دلائل نقلیہ میں سے ایک دلیل حضرت ابن مسعود ؓ کی حدیث ہے جیسے کہ صلوٰۃ مسعودی اور فتاویٰ برھنہ میں ہے اور حضرت جابر بن سمرہ ؓ کی حدیث بھی ہے جیسے کہ مسلم اور طحاوی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا کہ میں تم لوگوں کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ نماز میں پرسکون رہا کرو۔

اس حدیث سے بھی ایسا ہی استدلال کیا جائے گا جیسے کہ درج بالا آیت مبارکہ سے استدلال کیا جاسکتا تھا۔

ان دلائل نقلیہ میں سے ایک وہ ہے جو امام طحاویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ آپؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کے لئے تسبیح پڑھنا ہے اور خواتین کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہے۔ اور جو شخص نماز میں ایسا اشارہ کرے جس سے کچھ سمجھ میں آجائے تو وہ اپنی نماز دوبارہ لوٹائے۔

اگر اس تحقیق پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اشارہ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جب کہ اشارہ کرنے کو مکروہات میں ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ مفسدات نماز میں۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ بعض مشائخ احناف نے اشارہ کو مفسدات نماز میں بھی شمار کیا ہے اور اس کو نماز میں باتیں کرنے پر قیاس کیا ہے جیسے کہ طحاوی شریف میں ہے۔

اور جن فقہاء نے یہ فرمایا کہ اشارہ کرنا نماز کے مفسدات میں سے نہیں ہے تو انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انصار نے آپ ﷺ حالت نماز میں سلام کیا تو آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو جواب دیا جیسے کہ طحاوی میں ہے۔

لہذا اگر اشارہ کرنا نماز کے مفسدات میں سے ہوتا تو آپ ﷺ انصار کے سلام کا جواب ہاتھ کے اشارے سے نہ دیتے کیونکہ کسی بھی عمل کو باطل ہونے سے بچانا لازم ہے۔

فان قیل:

اگر کہا جائے کہ درج بالا دلیل سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اشارہ سے سلام کرنا یا

جواب دینا جائز اور مشروع ہے جب کہ فقہاء نے نماز کی حالت میں سلام کا جواب دینا ہاتھ سے مکروہ لکھا ہے۔ جیسے کہ کنز وغیرہ میں ہے۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ فقہاء نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کے جواب دینے کو اس لئے مکروہ لکھا ہے کہ اس میں ہاتھ سے اشارہ کیا جاتا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے منافی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں پرسکون رہا کرو۔

فان قیل:

اگر کہا جائے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لئے اشارہ کرنا ہاتھ سے جائز ہے حالانکہ اس سے بھی مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے تو چاہیئے کہ کسی بھی گزرنے والے کو روکنے کے لئے اشارہ کرنا ممنوع ہونا چاہیئے تھا۔

قلنا:

ہم کہیں گے نمازی کے آگے گزرنے والے کو اشارہ کر کے روکنے والی حدیث کو تمام امت نے قبول کیا ہے۔ گویا وہ متواتر معنوی کے حکم میں ہے لہذا خبر واحد سے اس کا نسخ (منسوخ کرنا) جائز نہیں ہے اور جب یہ حدیث متواتر معنوی کے حکم میں آگئی تو اس کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی (اضافہ) کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تکبیرات عیدین اور تکبیر قنوت کا مسئلہ بھی ہے کہ ان میں بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔ اس کو سمجھو اور غافل نہ بنو۔

فان قیل:

اگر کوئی کہے کہ جب یہ معلوم ہوا کہ اشارہ کرنا نماز میں مکروہ ہے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز میں مکروہ کام کیا ہے حالانکہ آپ ﷺ اس سے بری اور پاک ہیں۔

قلنا:

ہم کہیں گے کہ ہم اس قبیح قول سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور اس طرح کی سمجھ فسادی لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے جو بھی قول یا فعل صادر ہوا وہ عبادت اور قربت خداوندی کا سبب ہے۔

اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فعل کو آپ ﷺ کے لئے غیر مشروع اور ناجائز قرار دے۔ رہی بات ہمارے بارے میں تو جس فعل کی ممانعت ظاہر ہو جائے مجتہد کی خبر دینے سے تو ہم کہتے ہیں کہ یا تو یہ منسوخ ہے یا رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہے۔ جیسے کشف کبیر میں ہے کہ ہر وہ آیت یا حدیث جو مجتہد کے قول کے مخالف ہے تو اسے نسخ یا تاویل پر محمول کیا جائے گا۔

کیونکہ بہت سی چیزیں ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے لئے مشروع (جائز) ہیں اور ہمارے حق میں ممنوع اور ناجائز جیسے کہ نو عورتوں کے ساتھ بیک وقت نکاح کرنا، یا مال غنیمت میں سے پسندیدہ چیز لینا۔

اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے تو کی ہے مگر ہمارے لئے ممنوع (مکروہ وغیرہ) ہیں۔ جیسے کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا، نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا، جوان خواتین کے ساتھ باتیں کرنا، نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر پڑھنا، نماز عیدین میں چوتھی تکبیر

پڑھنا۔ آمین بالجہر پڑھنا، نماز میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا، نماز کی تکبیرات میں ہاتھ اٹھانا، نماز میں تورک کرنا (یعنی سرین کے بل قعدہ میں بیٹھنا) قعدہ کی حالت میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا، قیام میں سینے پر ہاتھ رکھنا، قیام میں ہاتھوں کو لٹکانا وغیرہ، وہ افعال جو احناف اور دیگر تینوں مذاہب میں اختلافی ہیں، حالانکہ یہ سب آپ ﷺ کے معمولات اور افعال ہیں مگر ان میں سے کچھ ہمارے (احنافؒ کے) ہاں حرام ہیں اور کچھ مکروہ۔ جیسے فقہ حنفی کی کتب میں موجود ہیں۔ اسی قبیل سے اشارے کا مسئلہ بھی ہے لہذا یا تو یہ منسوخ احکامات میں سے ہے یا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص افعال میں سے ہے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کے بعد خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ کرام نے اس پر عمل نہیں کیا سوائے بہت کم افراد کے جیسے کہ ترمذی میں ہے۔

ان احادیث میں سے آپ ﷺ کا یہ قول ہے کہ جس نے تشہد میں اشارہ کیا تو وہ خطا کار ہے

اسی طرح علامہ محمد مرید نے تحفۃ الاخیار میں سراج الھدایۃ سے نقل کرتے ہوئے لکھا اور انہوں نے مبسوط، واقدی، وافی سے اور انہوں نے امام کرخی سے نقل کیا ہے۔

امام کرخی نے فرمایا میں نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں اول تا آخر احادیث دیکھی تو میں نے جانا کہ امام شافعیؒ نے اشارے کے بارے میں جو احادیث روایت کی ہیں وہ سب منسوخ احادیث میں سے ہیں۔

اور خلفاء اربعہ کو ان کا علم تھا اس لئے ان میں سے کسی سے بھی اشارہ منقول نہیں ہے۔

یہ درج بالا حدیث اشارے کی ممانعت میں صریح ہے لہذا کسی کو بھی مناظرہ کرنے کی

ضرورت نہیں ہے۔

ان دلائل نقلیہ میں سے ایک آپ ﷺ کا قول مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں لہذا جتنی طاقت ہو تو اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ کریں۔ اس حدیث سے یہ استدلال ہوتا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ انگلیوں کو قبلہ رو متوجہ کرو، جب کہ اشارہ کرنے میں اس کی مخالفت ہے کیونکہ اشارہ کرنا انگلیوں کو پھیلاتے وقت ممنوع ہے جیسا کہ شامی، منحۃ الخالق میں ہے اور حلقہ بنانے میں قبلہ رو سے مخالفت ہے جیسے کہ یہ بات مخفی نہیں ہے، اور چونکہ یہ فعل یعنی (اشارہ رسول اللہ ﷺ سے صادر اور ثابت بھی ہے لہذا اس سے ثابت ہوا کہ یا تو اشارہ کرنا منسوخ ہو گیا یا یہ رسول اللہ ﷺ خصوصی فعل ہے تا کہ دو حدیثوں کے مابین تضاد اور تناقض نہ آئے اور آپ حضرات نے منسوخ مسئلے کا حال معلوم کیا ہے اس طرح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص کردہ عمل کا بھی، لہذا ہمارے لئے اس پر عمل جائز نہیں یا لازم نہیں۔

ان دلائل میں سے ایک دلیل حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث بھی ہے جیسا کہ ھدایہ کبیری میں مذکور ہے جس کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ نے آپ ﷺ کے طریقۂ نماز کے بارے میں فرمایا: آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا اور انگلیاں پھیلا دی، اس پر کچھ اور اضافہ نہیں کیا، اور بیان کی ضرورت کے وقت بیان سے سکوت کرنا ہی بیان ہے۔ یعنی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت اشارہ نہیں فرمایا، اگر اشارہ کرتے تو راوی ضرور بیان کرتا، کیسے حکایت نہیں کی حالانکہ پہلے والی حدیث میں حکایت کی ہے۔ تو ہم کہیں

گے کہ دونوں احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ پہلی روایت اسلام کے ابتدائی ایام پر محمول ہے اور آخری حدیث دوسری ایام پر محمول ہو گی۔

اشارے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ ہے کہ اشارے کی ممانعت ان تمام متون میں درج ہے جو حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں یا ممانعت صراحتاً ہے جیسے خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی، تنویر الابصار، یا ممانعت اشارتاً ہے جیسے قدوری، کنز، مختصر، وقایۃ الروایہ، بدایۃ المبتدی وغیرہ کتب میں ہے کہ جس میں تفصیل ہے کیونکہ تفصیل عبارت ہے عدم اشارہ سے جیسے کہ بحر الرائق، مجتبیٰ، شامی اور ابو السعود میں ہے، جن کی عبارات گزر چکی ہیں۔ فتح الرحمن میں ہے کہ متون مذھب کے نقل کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ اور وہ کتب خلاصہ کیدانی سے ھدایہ تک ہیں جن میں اشارے کا نہ ہونا ہے اور اس بات پر دلیل کہ متون مذھب کو نقل کرنے کے لئے وضع کئے جاتے ہیں وہ ہے جو شامی میں ستر عورت کی بحث میں ہے کہ مذھب وہ ہے جو متون میں ہو کیونکہ یہ ظاہر الروایت ہے۔

اور شامی میں رسم المفتی کی بحث میں ہے کہ متون غیر متون پر مقدم ہیں۔ لہذا ہمارے زمانے میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اشارے کے جواز پر فتویٰ دے۔

مسئلہ اشارے کے بارے میں صدیوں سے علماء و محققین نے مستقل رسائل لکھے ہیں جن میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ مذھب حنفی میں اشارہ کرنا مکروہ، حرام، وممنوع ہے کسی حنفی مقلد کے لئے حنفی مذھب میں ہوتے ہوئے اشارہ نہیں کرنا چاہئے۔

۱۳۱۲ھ میں ولایت مآب، قدوۃ السالکین، عارف وحید، مولانا الحاج حضرت شیخ محمد سعید

نقشبندی ساکن لوآری شریف رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حضرت علامہ مولانا محمد مرید محی الدین الحنفی، القادری، الغفوری، الپشاوری، رحمہ اللہ نے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ''تحفۃ الاخیار فی بیان الصلوٰۃ علی السکون والوقار'' ہے اس کتاب پر جن مشائخ وعلماء کی تصدیقات و تقاریظ ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اس کتاب میں اشارہ کے ترک کرنے پر جو روایات لکھی گئی وہ ان روایات سے اولیٰ ہیں جن میں اشارے کا ثبوت ہے اور مختار مذھب یہ ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے۔حررہ مسکین صلاح الدین ساکن تودیر شریف

(۲) الفقیر سکندر علی عفی عنہ

(۳) علامہ فہامہ نے جو فرمایا ثقہ راویوں کے اقوال کی بناء پر صحیح ہے کیونکہ احتیاط اس میں ہے کہ اشارہ ترک کیا جائے۔سید عبدالرحیم عفی عنہ ساکن جامنگر

(۴) جواب صحیح ہے۔محمد طاہر قادری

(۵) تحریر کردہ روایات صحیح ہیں۔چشتی محمود بن حافظ اسماعیل کان اللہ لہ واسلافہ واخلافہ

(۶) عثمان بن حافظ اسمٰعیل المغفو رالمرحوم

(۷) جواب دہندہ حق پر ہے اور تحریر کردہ روایات صحیح اور مختار ہیں۔الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبداللطیف عفی عنہ

(۸) تحریر کردہ روایات کتب متداولہ کی ہیں اور فقہاء کے نزدیک ان پر اعتماد ہے اور فقہاء کے قول پر عمل ہے۔مسکین سید محمد ولایتی

تحفۃ الاخیار کے حاشیہ میں جمیع علماء کرام کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں جن کا تعلق ضلع سوات، ضلع بونیر، پشاور، کابل، بلخ، بخاریٰ شریف ہندوستان سے ہے۔عقائد المسلمین اور سیف المؤمنین جیسی کتب جن میں مسائل اور احکام میں بہت زیادہ ہیں۔ان مسائل میں ایک مسئلہ تشہد میں اشارہ کرنے کا بھی ہے اور عبارت یہ ہے کہ بائیسویں فصل میں لکھا ہے کہ انگشت شہادت سے اشارہ نہیں کرے گا نماز کے تشہد میں، اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز سکون اور وقار سے پڑھنی ہے۔اسی طرح بحر الفتاویٰ میں ہے اور جب تشہد تک پہنچ جائے تو اشارہ کرے مگر مختار یہ ہے کہ اشارہ نہیں کرے گا اسی طرح خلاصہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسے مضمرات میں کبریٰ سے منقول ہے اور کثیر مشائخ اشارہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے اور منیۃ المصلی میں اس کو مکروہ لکھا ہے جیسے کہ تبیین میں ہے۔

اس تحقیق پر جن علماء کی مُہریں ثبت ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) صوبہ سرحد اور خاص کر ضلع سوات کے ایک عظیم بزرگ اور ولی حضرت اخون صاحب غوث الزمان قطب دوران حضرت عبدالغفور صاحب المعروف بہ سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۰ھ

(۲) صاحبزادہ صاحب عمرزئی بدرالدین صاحب ۱۲۶۲ھ

(۳) قاضی گوگدرہ ملا محمد حسن صاحب ۱۲۷۰ھ

(۴) صاحبزادہ سرہندی فضل لطیف ۱۲۷۹ھ

(۵) میاں گل صاحب کلان عبدالحنان ۱۲۸۶ھ

(۶) میاں گل صاحب خورد عبدالخالق ۱۲۹۲ھ

(۷) قاضی الہ ڈند مشہور خان ولد محمد منیف ۱۲۷۶ھ

(۸) قاضی غالیگے قاضی عبدالرحمن ۱۲۸۰ھ

(۹) میر عبداللہ ۱۲۸۵ھ

(۱۰) محبوب گل ۱۲۸۰ھ

(۱۱) ملا ابوبکر اخندزادہ صاحب

(۱۲) قاضی عبیداللہ جی موضع مینگورہ

(۱۳) قاضی صاحب دریادل (درد یال)

(۱۴) قاضی نقیب اللہ موضع چنداخورہ کبل

(۱۵) قاضی عبدالرحیم موضع کاٹلی (کوٹلی)

(۱۶) قاضی سیدان شاہ موضع بنیر

(۱۷) قاضی حسن مینگورہ

(۱۸) مولوی غازی شاہ صاحبزادہ گالوچ

(۱۹) طوطی اخون زادہ قنبر

(۲۰) قاضی حیات اللہ بونیر

(۲۱) مولوی شاہ مردان اسلام پور سوات

(۲۲) قاضی بہاؤالدین ہوڈیگرام سوات

(۲۳) عبدالقدوس ساکن مہمند

(۲۴) میاں رسول شاہ ہوڈی گرام سوات

(۲۵) علی اکبر گوکدرہ سوات

(۲۶) قاضی صاحب حنان اللہ باجوڑ

(۲۷) محمد عالم پاسنی ملا صاحب

(۲۸) مولوی شاہ صاحب زروبئ جامع العلوم

(۲۹) قاضی غلام محمد دینزئ دیر

(۳۰) قاضی مقبول بریکوٹ سوات

(۳۱) سید فضل شاہ میاں صاحب گجرگھڑی مردان

(۳۲) منتظر لطف اللہ قاضی نقاب شاہ

(۳۳) میر سید شریف ۱۲۸۱ھ

(۳۴) قاضی محی الدین پشاور، مدرس جامع العلوم ۱۲۸۳ھ

(۳۵) ملا صاحب کابل بہاؤالدین ۱۲۸۳ھ

(۳۶) صاحبزادہ صاحب کلان نوشہرہ پیر میاں صاحب سید احمد ۱۲۸۶ھ

(۳۷) ملا صاحب نوشہرہ ملا محمد قاسم ۱۲۸۷ھ

(۳۸) پیر حافظ جی صاحب غلام جیلانی پشاور

(۳۹) قاضی عبدالمجید قاضی رستم فرملی ۱۲۸۷ھ

(۴۰) قاضی محمد ضیاء الدین کوہاٹ ۱۲۸۲ھ

(۴۱) سید عبدالرسول قاضی صاحب کنر ۱۲۸۴ھ

(۴۲) فقیر غلام جیلانی صاحب تہ خانہ پشاور، ۱۲۷۸ھ

(۴۳) حافظ غلام صمدانی واعظ مسجد مہابت خان ۱۲۸۰ھ

(۴۴) صاحب زادہ خلیل الرحمن باجوڑ ۱۲۷۴ھ

(۴۵) اعلم علماء صاحب زادہ صاحب لکھنو عارف کامل، سید قاسم علی جیلانی حسنی حسینی سجادہ طریقہ قادریہ قدس سرھم ۱۲۷۴ھ

(۴۶) ارباب صاحب عبدالرحیم ۱۲۷۷ھ

(۴۷) حاجی صاحب احمد علی کامل ۱۲۹۷ھ

(۴۸) ملا صاحب مانکی شریف عبدالوہاب ۱۲۸۲ھ

(۴۹) حاجی صاحب باجوڑ خواجہ علی طریقہ قادریہ ونقشبندیہ ۱۲۶۰ھ

(۵۰) ملا حاجی صاحب گلاب شاہ ۱۲۴۲ھ

(۵۱) فضل اللہ ۱۲۴۹ھ

(۵۲) سید علی جیلانی تیراہ ۱۲۷۷ھ

(۵۳) قاضی منیم قاضی اکوڑہ ۱۲۸۹ھ

(۵۴) میاں صاحب فضل شاہ ۱۲۸۷ھ

(۵۵) ملا صاحب گل سیم گل

(۵۶) قاضی حسام الدین قاضی صاحب کوہاٹ ۱۲۸۶ھ

(۵۷) ملا صاحب معاذ اللہ اطراف کابل ۱۲۷۱ھ

(۵۸) سید احمد بن سید فضل شاہ میاں صاحب گجر گڑی ۱۲۸۲ھ

(۵۹) مولوی عبدالاحد صاحب شموزو ۱۲۸۲ھ

(۶۰) ملا صاحب محمد رسول شتوار ۱۲۹۹ھ

(۶۱) حافظ غلام جیلانی ۱۲۹۱ھ

(۶۲) صراط اخندزادہ

(۶۳) خادم شرع نبی ﷺ حسین مفتی کوہ دامن کابل ۱۲۸۸ھ

(۶۴) مفتی فضل محمد اطراف جلال آباد ۱۲۸۲ھ

(۶۵) ملا صاحب سراج الدین خوست کابل ۱۲۷۱ھ

(۶۶) ملا صاحب محمد صدیق کابل چوب فروش ۱۲۷۷ھ

(۶۷) ملا صاحب ارغندی کابل ۱۲۸۱ھ

(۶۸) قاضی امین الحق قاضی نوشہرہ ۱۲۸۵ھ

(۶۹) قاضی میر جمیل قاضی خورم ۱۲۰ھ

(۷۰) حاجی صاحب مدینہ دراصل از کابل ۱۲۹۷ھ

(۷۱) مفتی محمد شریف مفتی مزار شریف ۱۲۷۶ھ

(۷۲) عبداللہ منتظر لطف الہ ۱۲۸۶ھ

(۷۳) قاضی محمد شریف ۱۲۹۱ھ

(۷۴) مفتی برہان الدین ۱۲۸۶ھ

(۷۵) مفتی نور محمد ۱۲۸۶ھ

(۷۶) بادشاہ خواجہ ۱۲۸۷ھ

(۷۷) امام روضہ میر عزیز اللہ خواجہ ۱۲۸۶ھ

(۷۸) مفتی عزیز

(۷۹) مفتی ملا مولا نقلی بن عبد الرحمن ۱۲۹۰ھ

(۸۰) خلیفۃ عاشور علی بن خداداد ۱۲۸۳ھ

(۸۱) عبد الرزاق

(۸۲) قاضی میر عبد اللہ جمہور قضاء

(۸۳) قاضی میر سیف الدین ۱۲۸۹ھ

(۸۴) قاضی عبد الحکیم ۱۲۸۷ھ

(۸۵) خادم شرع نبی ﷺ جلال

(۸۶) مفتی محمد عالم ۱۲۸۹ھ

(۸۷) قاضی سید حمید ۱۲۹۱ھ

(۸۸) اخوند ملا بن ملان خواجہ اخوند ۱۲۹۵ھ

(۸۹) ملا محمد عارف مفتی بخارا ۱۲۸۶ھ

(۹۰) ملا عبد الحکیم مفتی بن ملا رحمن ۱۲۸۹ھ

(۹۱) مفتی بخاریٰ ملا میر حسام الدین ۱۲۸۶ھ

(۹۲) محمد اختیار ۱۲۸۹ھ

(۹۳) خواجہ محمد عارف ۱۲۸۶ھ

(۹۴) عبد الحمید مفتی صدر

درج بالا دلائل وتحریرات علماء کرام اور تصدیقات اولیاء ومشائخ سے معلوم ہوا کہ تشہد میں اشارہ نہ کرنا ہی حنفی مذہب ہے۔

حضرت ڈاکٹر مولا بخش سکندری صاحبؒ نے فتح القدیر کا حوالہ دیا ہے : **وکثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ اھ۔** (فتح القدیر)

ان الفاظ کا رد کرتے ہوئے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : **والعجب من الشیخ ابن الھمام انہ قال وعن کثیر من المشائخ عدم الاشارۃ وھو خلاف الروایۃ والدرایۃ کیف نسبت التجھیل الی العلماء المجتھدین المتمسکین بالقیاس وھو ظاھر المذھب وظاھر الروایۃ عند الحنفیۃ وھذا شیخ قد ضعف حدیث القلتین بالاضطراب الحاصل من کثرت اختلاف الروات۔** (مکتوبات شریف، مکتوب ۳۱۲)

اس کے علاوہ صاحب فتح القدیر کا قول مذہب کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علامہ

قاسم ابن قطلو بغا (شاگرد ابن الہمامؒ) نے کہا : ابن ہمام کی جو بحث ہے اس پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خلافِ مذہب ہے۔

(۱) ورد قول ابن الهمام فی البحر بانه بحث مخالف المذهب قال وقد افاد العلامة قاسم فی فتاواه انه لا یعمل بابحاث شیخه ابن الهمام علیہ الرحمۃ المخالف للمذهب اه۔ رسائل شامی ص ۳۵۳۔ (۲) قال العلامة قاسم فی حق شیخه خاتمة المحققین الکمال ابن الهمام علیہ الرحمۃ لا یعمل ابحاث شیخنا التی تخالف المذهب اه رسائل شامی ص ۲۴۔ (۳) ولا یخفی علی ذوی الافهام علو مرتبة المحقق ابن الهمام من طول باعه وسعة اطلاعه وما بالک بامام له قوة علی ترجیح ما خالف المذهب بحسب ما یظهر له من الدلیل وان کنا لا نقبله منه کما نص علیه تلمیذه العلامة قاسم بن قطلوبغا لانا مقلدون لابی حنیفة۔ (رسائل شامی ص ۱۴۷) وبمعناه ص ۳۳۵، ۲۴۔

قال العلامة قاسم فی تصحیحه علی القدوری قال الامام العلامة الحسن بن منصور بن محمود الاوزجندی المعروف بقاضی خان فی کتابه الفتاویٰ رسم المفتی فی زماننا من اصحابنا اذا استفتی عن مسئلة ان کانت مرویة عن اصحابنا بلا خلاف بینهم فانه یمیل الیهم ویفتی بقولهم ولا یخالفهم برائیه وان کان مجتهدا متقنا لان الظاهر ان یکون الحق مع اصحابنا ولا یعدوهم واجتهاده لا یبلغ اجتهادهم ولا ینظر الی قول من خالفهم ولا تقبل حجة ایضا لأنهم عرفوا الادلة

ومیزوا بین ما صح وثبت وبین ضده الخ ثم نقل نحوه عن شرح برهان الائمة علی ادب القضاء للخصاف علیہ الرحمۃ قاضی خان رسم المفتی ص ۲ ثم رسائل الشامی ص ۲۴

قاضی خان اور برہان الائمہ نے کہا ہے : اگر کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے، اور وہ مسئلہ ظاہر الروایہ میں متفقہ طور پر منقول ہو تو اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اگرچہ جس سے مسئلہ پوچھا گیا ہو، وہ مجتہد ہی کیوں نہ ہو، اس کی دلیل قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ اس سے پہلے جو مجتہدین گذرے ہیں، وہ صحیح اور غیر صحیح کو اس سے بہتر جانتے تھے۔ اس کا اجتہاد ان کے اجتہاد کو نہیں پہنچ سکتا۔

تکملہ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

قد افلح المؤمنون ۝ الذین هم فی صلوتهم خاشعون ۝

(پ ۱۸، سورۃ مؤمنون، آیۃ ۱، ۲)

ترجمہ: بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

روی عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ أنه قال : لقد

انزلت علینا عشر آیات من اقامھن دخل الجنة ثم قراء :قد افلح المؤمنون۔۔الخ رواہ الحاکم أبو عبد اللہ فی صحیحہ۔ واصل الخشوع فی اللغۃ، الخضوع والتواضع وفی المراد بالخشوع فی الصلوۃ اربعۃ اقوال :الثالث أنہ السکون فی الصلوۃ قالہ مجاھد وابراھیم والزھری از تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر۔ اور مذکور حدیث کو تفسیر البحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ مفسرین کے اس میں کئی اقوال ہیں :عمرو بن دینار نے فرمایا کہ ھو السکوت وحسن الھیئۃ یعنی وہ سکوت اور اچھی ہیئت ہے۔ اختلف فی الخشوع ھل ھو من فرائض الصلوۃ أو من فضائلھا ومکملاتھا؟ علی قولین، والصحیح الاول۔ یعنی :نبی کریم ﷺ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا یقینا ہم پر دس آیات نازل ہوئیں جس نیان کو قائم رکھا وہ جنتی ہوا اور پھر قد افلح المؤمنون ...الخ تلاوت فرمائی۔ لغت میں خشوع کا مطلب عاجزی کرنا، فروتنی کرنا، قرار پکڑنا، ٹھہرنا ہے۔ اور نماز میں خشوع کرنے کی مراد یہ چار اقوال ہیں۔ ان میں تیسرا قول یہ ہے کہ نماز میں سکون ہے۔ یہ مجاہد، ابراہیم اور زہری نے کہا ہے۔ اور بحر المحیط میں حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خشوع میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں عمر بن دینار نے کہا کہ وہ نماز میں سکون اور اچھی ہیئت ہے۔

آگے مزید بحوالہ تحریر لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں خشوع فرض ہے؟ یا فضائل ومکملات نماز مین سے ہے؟ اس میں دو قول ہیں اور صحیح قول اول ہے (یعنی

نماز میں سکون فرض ہے)۔ باقی حوالے گذری ہوئی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ مواہب الرحمن میں ہے کہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خشوع رکھنے والے یعنی خوف وسکون رکھنے والے ہیں۔ (جلد ۶ ص ۳، تفسیر مواہب الرحمن) ایسا ہی مجاہد، حسن بصری اور قتادہ وزہری سے مروی ہے۔ خاشعون :مخبتون متواضعون، لا یلتفتون یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون ایدیھم فی الصلاۃ۔ اھ (تفسیر ابن عباس ص ۲۱۲) یعنی نماز میں عاجزی کرنے والے دائیں بائیں نہ دیکھنے والے اور اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

السکون الذی ھو طریق ما اجمع علیہ فی الصلوۃ اعنی السکوت اھ۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ حاشہ ۱، ایضاً باب الخشوع فی الصلوۃ، ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۲، ترمذی باب ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ ص ۵۱، ۵۲ جلد ۱)

صحیح ابن حبان۔ ذکر العلۃ التی من اجلھا کان یشیر المصطفی ﷺ بالسبابۃ فی الموضع الذی وصفناہ۔

(۱) رقم الحدیث ۱۹۴۱ ۔۔۔عن وائل بن حجر قال قدمنا المدینۃ وھم ینفضون أیدیھم من تحت الثیاب، فقلت لأنظرنّ الی صلاۃ رسول اللہ ﷺ قال، فکبر۔۔۔ فلما جلس افترش قدمیہ ووضع مرفقہٗ الایمن علی فخذہ الیمنیٰ وقبض خنصرہ والتی تلیھا وجمع بین ابھامہ والوسطیٰ ورفع التی تلیھا یدعو بھا (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۵۸) (۲) رقم الھدیث ۱۸۵۶ فیہ ایضاً (عن وائل بن حجر اھ) أن

وائل بن حجر الحضرمی اخبرہ ۔۔۔ وعقد ثنتین من اصابعه وحلق حلقه ثم رفع اصبعه فرأیته یحرکها یدعو بها ثم جئت بعد ذالک فی زمان فیه برد فرأیت الناس علیهم جل الثیاب تتحرک أیدیهم تحت الثیاب ۔اھ۔(ابن حبان ج۳ ص ۱۳۰)

(۳) عن وائل بن حجر قال أتیت رسول الله ﷺ فرأیته ۔۔۔ ووضع یده الیمنی علی فخذه الیمنی ونصب اصبعه للدعاء ۔۔۔ ثم أتیتهم من قابل فرأیتهم یرفعون ایدیهم فی البرانس۔ نسائی ج ۱ ص ۱۷۳۔

ترجمہ: خاشع لوگ وہی ہیں جو خدا کے سامنے عاجزی کرنے والے، ادھر اُدھر نہ دیکھنے والے اور نماز میں ہاتھ نہ اٹھانے والے ہوں۔

نماز میں وہ سکون جس پر اجماع ہوا ہے وہ سکوت ہے۔

خشوع کے بارے میں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج۱ ص ۱۰۲، ابن ماجہ نے اپنی کتاب ج۱ ص ۷۲، اور ترمذی نے اپنی کتاب ج۱ ص ۵۱، ۵۲ پر باب لکھے ہیں۔ اور امیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی المتوفی ص ۷۳۹ھ نے فرمایا : حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قعدہ میں سبابہ انگلی سے اشارہ کرنے کی وجہ وعلت کا ذکر :(۱) وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ ہم مدینہ منورہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادروں کے نیچے اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے، تو میں نے کہا کہ میں ضرور بالضرور حضور ﷺ نماز کو دیکھوں گا، فرمایا کہ حضور ﷺ نے تکبیر کہی تو جب قعدہ میں بیٹھے تو پاؤں کو پھیلایا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا تو چھنگلی اور اسکے ساتھ والی انگلی کو بند کر دیا اور انگوٹھے و درمیانی انگلیوں کو ملایا

اور ساتھ والی انگلی یعنی مسبحہ کو اٹھایا، اس کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ (۴) وائل بن حجرؓ نے خبر دی ہے کہ اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیاں بند کر دیں اور حلقہ بنا دیا پھر انگلی کو اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ہلاتے تھے پھر کچھ عرصے بعد سردی کے موسم میں آیا تو میں نے دیکھا کہ ان پر چادریں تھیں اور اپنے ہاتھوں کو چادروں کے نیچے ہلاتے تھے۔

(۵) وائل بن حجرؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ ﷺ دیکھا کہ دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ دیا اور انگلی کو دعا کے لئے اٹھائی پھر اگلے سال آیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ ٹوپی والے کوٹ میں ہاتھوں کو اٹھائے تھے (یعنی اس لباس کے اندر)۔

نتیجہ : مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہوا کہ حالتِ قعدہ میں سبابہ انگلی (شہادت والی انگلی) کا اٹھانا دعا کے لئے تھا نہ کہ موجود مروجہ اشارہ برائے توحید کے لئے بلکہ اشارہ دعائے اخلاص وتضرع واستغفار کے لئے تھا۔

(۱) الاخلاص :عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال الاخلاص هکذا: ورفع اصبعا واحدة من الید الیمنیٰ اھ کتاب الدعاء لطبرانی متوفی ۳۶۰ھ ص ۲۶۶، وابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۹، والدعوات الکبیر للبیهقی ص ۳۴، وغیره

(یہ چار حوالے ہوئے) پانچواں حوالہ دیکھئے : (کنز العمال ج ۲ ص ۶۲۱ رقم الحدیث : ۴۹۰۸)

التضرع : وعن محمد بن حنفیه رضی الله عنه قال الدعاء أربعة دعاء رغبة ودعاء

رہبۃ و دعاء تضرع و دعاء خفیہ۔

دعاء تضرع :فی دعاء تضرع یعقد الخنصر و البنصر و یحلق بالابهام و الوسطیٰ ویشیر بالسبابۃ۔ (وبحر الرائق ج۲ ص۴۳ ج۸ ص۲۰۸ وفتاویٰ سلطانیه ص۵۳۵، وعالمگیری ج۵ ص۳۱۸، وفتاویٰ طحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۲۲۴، ومبسوط سرخسی ج۱ ص۱۶۶، وکبیری ص۲۸۸، وطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۶، ومراق الفلاح ص۸۷ وفیض الباری شرح صحیح البخاری ج۲ ص۳۴۵ تلک عشرۃ کاملۃ۔

دعاء الاستغفار :عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما والاستغفار ان تشیر بأصبع واحدۃ والابتهال ان تمد یدیک جمیعا۔ الحدیث۔ رواہ ابو داؤد ثم مشکوٰۃ ص ۱۹۶۔

اس حدیث میں سبابہ انگلی سے دعا کرنے کو دعاء استغفار کہا ہے۔ مرقاۃ ج۵ ص۲۵۴، لمعات ج۲ ص۱۸۷، طیبی ج۴ ص۳۱۷، مظاہر حق ج۲ ص۲۵۴، اور التعلیق الصبیح علی المشکوٰۃ المصابیح، لمولانا محمد ادریس کاندھلوی ج۲ ص۶۸، عون المعبود ج۴ ص۲۱۲، بذل المجهود ج۲ ص۳۵۲۔

نتیجہ : تحقیق مذکورہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ رفع سبابہ تشہد میں دعاء کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کیلئے۔ آیئے اس کی تائید امام ترمذیؒ سے سنیئے :عن ابی هریرۃ ان رجلا

کان یدعو بأصبعیه فقال رسول اللہ ﷺ احد احد هذا حدیث حسن غریب ومعنی هذا الحدیث اذا اشار الرجل باصبعیه فی الدعاء عند الشهادۃ ولا یشیر الاصابع واحدۃ۔ ترمذی ج۲ ص۱۹۵، ابواب الدعوات، ومستدرک ج۱ ص۵۳۶، ایضاً فیه تلخیص للذهبی۔ ایضاً اخرج :عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه عن جده قال دخلت علی النبی ﷺ وهو یصلی وقد وضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ووضع یده یمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ وقبج اصابعه وبسط السبابۃ وهو یقول یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ هذا حدیث غریب من هذا الوجه۔ اھ۔ ترمذی ج۲ ص۱۹۸۔ ابواب الدعوات۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی دو انگلیوں سے دعا کرتا تھا تو حضور ﷺ ان کو فرمایا ایک انگلی سے ایک انگلی سے۔

اور معنی حدیث شریف کا یہ ہے کہ جب آدمی تشہد کے وقت دعاء کرتے ہوئے دو انگلیوں سے اشارہ کرتا ہے تو صرف ایک ہی انگلی سے اشارہ کرے۔

عاصم بن کلیب الجرمی نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے والد سے خبر دی :فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جب کہ وہ نماز ادا فرما رہے تھے، تحقیق انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور انگلیوں کو بند کر دیا اور مسبحہ انگلی کو پھیلایا اور یہ دعاء پڑھی یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (یعنی نفی اثبات نہیں فرما رہے تھے) جن احادیث میں ''و رفع اصبعه فیدعو بها'' آیا ہے تو وہ

سب اس پر دلیل ہے کہ انگلی کا اٹھانا دعا اخلاص وتضرع کے لئے تھا نہ کہ نفی اثبات کے لیئے۔ آیئے حضور نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت سنیئے : سلمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں : عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال الاخلاص هكذا ورفع اصبعاً واحدة من اليد اليمنى والابتهال هكذا ومديديه وجعل بطن الكف مما يلى الارض" والدعاء هكذا "وجعل يديه بطونهما مما يلى السماء " (اسناده حسن ومنه فى سنن أبى داؤد (۱۴۹۱)۔ اسناده حسن : ومنه فى "المستدرک" (۷۹۰۳) سنن البيهقى ص ۳۴ رقم الحديث ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱) كتاب الدعاء لطبرانى ص ۲۶۶ قبيل، باب الدعاء فى الاستسقاء۔

اسی طرح دوسری سند سے بھی ذکر کی ہے : عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال هكذا الاخلاص يشير باصبعه التى تلى الابهام۔ وهذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه۔ وهذا البتهال فرفع يديه مداً۔ كتاب الدعاء لطبرانى علیہ الرحمہ ص ۹۰ فى ابتداء الجزء الثانى۔

طالب حق کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ اس سلسلے میں علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ ہوں۔

مولانا انور شاہ کشمیری کا فتویٰ : واعلم انه ثبت كراهة رفع الايدى فى الخطبة وحمله العام على هذا الرفع كان للتفهيم كما شاع الآن فى الخطباء والواعظين انهم

يحركون ايديهم للتفهيم فلعله فعله بشر وكرهه الناس وقالوا ان النبى ﷺ لم يكن يزيد على اشارة۔ (فيض البارى جلد ۲ ص ۳۴۵)

تقریظ

پروفیسر مفتی محمد عابد علی حنفی سیفی، فاضل و مدرس دار العلوم علیمیہ، نارتھ ناظم آباد، کراچی

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

الحمد لله الذى جعل النسخ حسناً فى الكلام ويسرا للانام مميزا بين الصحة والسقام فارقا بين الجاهل والعلام امتحانا للنفاق والاسلام والصلوٰة والسلام على سيد الخاص والعام والذى كلم الناس على قدر العقول والافهام وعلى آله واصحابه والائمة المجتهدين الذين دفعوا الاعتراض والاوهام فى نسخ الكلام امابعد!

نبی کریم ﷺ دین لے کر تشریف لائے وہ سراسر رحمت اور دنیاوی واخروی فوائدو نجات کا ضامن ہے۔ اور یہ دین اسلام ہی اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :**رضیت لکم الاسلام دینا۔۔۔۔**

اور اللہ کے نزدیک قابل قبول صرف دین اسلام ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :ان الدین عنداللہ الاسلام۔ بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

شریعت اسلامیہ میں لوگوں کی فطرت کے مطابق تدریج وسہولت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ تاکہ عمل کرنے میں آسانی ہو۔ اسی تدریج وسہولت کے حصول کا ایک ذریعہ تنسیخ بھی ہے۔ کچھ احکام ایک وقت تک کے لئے ہوتے ہیں پھر ان سے ممانعت ہوجاتی ہے تو ان پر عمل کرنا ممنوع ہوجاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرے حکم کو معمول بہ بنالیا جاتا ہے۔ (اسی طرح کے احکام ومسائل میں ایک مسئلہ اشارہ کا بھی ہے۔) **احکام اختلافیہ بین الائمة الاربعة** میں کسی حکم میں بعض کے نزدیک متعدد وجوہ کی بنا پر نسخ ہوتا ہے مگر دیگر آئمہ کے نزدیک نسخ نہیں ہوتا گویا وہ مسئلہ ایک مذہب میں منسوخ ہوتا ہے جب کہ دوسرے مذہب میں غیر منسوخ ہوتا ہے لہذا مذاہب اربع میں ہے جو جس مذہب کا متبع ہے اس پر اسی مذہب کے مجتہدین کے فیصلوں پر عمل کرنا ضروری ہے اور اپنے مذہب سے عدول کرکے (بلاضرورت شدیدہ) دوسرے مذہب کے مسئلے پر عمل کرنا ماسوائے بوالہوسی کے کچھ نہیں۔

ایسے ہی اختلافی مسائل میں ایک مسئلہ نماز میں اشارہ بالسبابہ کرنے کا بھی ہے۔

نماز میں **اشارہ بالسبابہ** احنافؒ کے نزدیک ممنوع ہے کیونکہ منسوخ ہے اور عمل بالمنسوخ ممنوع ہوتا ہے۔ **کما صرح به العلماء الکرامؒ**۔ جب کہ مذہب شافعی میں جائز ہے۔ جب مذہب کے مجتہدین نے ایک مسئلے میں دلائل کی روشنی سے فیصلہ دیا ہو تو مقلد (غیر مجتہد) کو اس فیصلے سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی اٹکل پچو سے فیصلہ کرنے سے پرہیز لازمی ہے کیونکہ دلیل المقلد **قول المجتهد** ہوتا ہے۔ نماز میں اشارہ بالسبابہ کے متعلق احنافؒ کے متاخرین علماء میں سے بعض حضرات غلط فہمی کی وجہ سے اشارے کے اثبات وجواز کی طرف گئے ہیں حالانکہ یہ شوافعؒ کا مذہب ہے۔ اس مسئلے پر دیگر اکثر احناف علماء کرام اور خصوصاً امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کرکے عدم اشارہ کے احناف کے موقف کو مضبوطی سے ثابت کیا۔ حضرت امام ربانیؒ نے احنافؒ کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مسئلے کی بہترین جامع ومانع تحقیق اپنے مکتوبات شریف میں فرمادی ہے جس کے بعد احادیث کو دیکھ کر بغیر ان احادیث کی علمی تحقیقی حیثیت (یعنی مؤول یا منسوخ خصوص پر محمول ہونا) کے جب کہ وہ حضرات مجتہدین کے کسی طبقہ میں بھی نہ آتے ہوں، اشارے کا جواز ثابت کریں اور عدم اشارہ کے قائلین پر الزام تراشی کریں تو یہ نظر انصاف وتحقیق سے دور ہے۔

زیر نظر مسئلہ پر پیر طریقت رہبر شریعت مناظر اہل سنت فخر حنفیت محقق وصاحب بصیرت عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی سید احمد علی شاہ سیفی صاحب زید مجدہ نے ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس میں احنافؒ کے راجح قول عدم اشارہ کے دلائل پیش کئے تھے؛ اس

رسالے کے رد میں اور اشارہ کے جواز پر جناب ڈاکٹر مولابخش سکندری صاحب نے اپنی پندرہ سالہ تحقیق کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے ایک کتاب تالیف کی۔ جس میں انہوں نے مجتہدین اور محققین علماء کرام کو درخوراعتنا نہ سمجھتے ہوئے خود کو محقق ثابت کرنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے۔ بہرحال تحقیق کرنا ان کا علمی حق ہے چاہے وہ مصیب بنیں یا مخطی مگر خود کو عقل کل سمجھنا اور اپنے خصم کو للکارنا قرین انصاف نہیں۔ ڈاکٹر سکندری صاحب کے رسالہ کے جواب میں قبلہ شاہ صاحب نے تفصیلی تحقیق سے مخالف کے دلائل کا احسن جواب دیا ہے ۔اور شاندار علمی تحقیق فرمائی ہے جس کی داد نہ دینا یقیناً ناانصافی ہوگی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم پر اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ''مخدوم گرامی! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں۔ جیسا کہ مولانا (یہ مولانا علیم اللہؒ ہیں جنہوں نے جواز اشارہ پر رسالہ لکھا تھا) نے رسالے میں ان کا ذکر کیا ہے اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کے جائز ہونے کی روایات نہ تو اصول کی ہیں اور نہ ظاہر مذہب کی۔ جہاں تک امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی یہ روایت کہ ''رسول اللہ ﷺ سبابہ سے اشارہ کرتے تھے۔ اور ہم بھی س طرح کریں گے جس طرح حضور ﷺ تے تھے اور یہی میرا اور امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ تو یہ روایت بھی نوادر میں سے ہے۔ اصول کی روایات میں سے نہیں ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حنفی مذہب کے مسائل تین طبقات میں تقسیم ہیں۔

وہ مسائل جو درج ذیل چھ کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر

(۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (۶) زیادات

یہ چھ کتابیں امام محمد سے بطریق شہرت مروی ہیں ان کو مسائل اصول اور ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔

وہ مسائل جو ظاہر الروایہ کے علاوہ امام محمدؒ کی دوسری کتابوں میں ہیں۔

مسائل الفتاویٰ یا الواقعات، وہ مسائل جو امام محمدؒ کے شاگردوں یا ان کے تلامذہ یا بعد کے علماء نے استنباط کئے مگر ان مسائل میں ائمہ ثلاثہ حنفیہؒ سے کوئی روایت نہیں۔ (مقدمہ شامی وغیرہ)

حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں جو فقہ حنفی کی روایات پیش کی جاتی ہیں اور امام محمدؒ کا حوالہ دیا جاتا ہے یہ سب غیر ظاہر الروایۃ ہیں اور غیر ظاہر الروایۃ پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ فتاویٰ غرائب میں محیط کے حوالے سے تحریر ہے کہ ''کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے گا؟ امام محمدؒ نے یہ مسئلہ اصل (مبسوط) میں بیان نہیں کیا، (یعنی اگر اشارہ بالسبابہ تشہد میں ہوتا تو امام محمدؒ اسے صراحتاً بیان فرماتے) اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ اشارہ نہ کرے، بعض کہتے ہیں: اشارہ کرے، امام محمدؒ نے غیر اصول کی روایت میں ایک حدیث نبی

کریم علیہ السلام سے بیان کی ہے کہ آپ علیہ السلام اشارہ کرتے تھے۔اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں : یہ میرا قول ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا بھی قول ہے۔بعض علماء نے فرمایا کہ اشارہ سنت ہے اور بعض نے فرمایا مستحب ہے۔(مکتوبات امام ربانیؒ) پھر امام ربانیؒ نے فقہ حنفی کی ان کتابوں سے حوالے نقل کئے ہیں جن میں اشارہ کو حرام مکروہ اور ممنوع کہا گیا ہے۔مثلاً صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔(فتاویٰ غرائب)

نماز میں ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ کہتے وقت انگشتِ شہادت کے ساتھ اشارہ کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے(فتاویٰ سراجیہ)

اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے۔(فتاویٰ کبریٰ)

کلمہ شہادت ادا کرتے وقت انگشتِ شہادت کے ساتھ اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے(فتاویٰ غیاثیہ)

نہ تو اشارہ کرے اور نہ ہی انگلیاں بند کرے۔یہی ہمارے اصحاب (احناف) کے ظاہر اصول کا قول ہے، جیسے کہ زاہدی میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے جیسے کہ مضمرات، فتاویٰ والوالجی، خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ میں ہے، ہمارے اصحاب سے یہ روایت بھی ہے کہ یہ سنت ہے۔(فتاویٰ غیاثیہ)

پھر جب تشہد شروع کرے اور لا الہ الا اللہ تک پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے اشارہ کرے؟ امام محمدؒ نے اصل (یعنی مبسوط) میں یہ مسئلہ بیان نہیں کیا، مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ

ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اشارہ کرے۔فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ نہ کرے، یہی مختار ہے۔(خزانۃ الروایات بحوالہ تارتارخانیہ)

ان حوالہ جات کو پیش کرنے کے بعد حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں : جب معتبر روایات میں اشارے کا حرام ہونا بیان کیا گیا ہے، اشارے کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا گیا ہے، اشارے اور انگلیوں کے بند کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس ممانعت کو ظاہر اصول احناف کہتے ہیں تو ہم مقلدین کو حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضاہ پر عمل کرتے ہوئے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اتنے علماء مجتہدین کے فتووں کے مطابق حرام، مکروہ، اور ممنوع کام کے مرتکب ہوں۔

غور کریں حضرت امام ربانیؒ باوجود علم ظاہر و باطن کے جامع ہونے، مجتہد فی علم الکلام ہونے اور ہزار سالہ مجدد ہونے کے یہ فرما رہے ہیں کہ ہم مقلد ہیں، ہمارا یہ مقام نہیں کہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر براہ راست حدیث شریف سے استدلال کریں۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زمانہ نبوت کے قرب کی وجہ سے ہم سے کہیں زیادہ دین کا فہم رکھتے تھے۔جب امام ربانیؒ یہ فرما رہے ہیں تو ہم اور دوسرے مقلدین کس شمار میں ہیں کہ مجتہد ہونے اور مجتہدین کا مقابلہ کرنے کی جرات کریں۔مزید فرماتے ہیں کہ جو حنفی ہو پھر اشارے کو جائز قرار دے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کے نزدیک ان علماء مجتہدین کو(جنہوں نے اشارے سے منع کیا ہے) اشارے کے جائز ہونے سے متعلق معروف احادیث کا علم نہیں تھا یا ان علماء کو ان احادیث کا علم تو تھا لیکن انہوں نے ان احادیث کے مقتضا پر عمل نہیں کیا، بلکہ

احادیث کے خلاف اپنی آراء کے مطابق حرام اور مکروہ ہونے کا حکم دیا''۔

یہ دونوں شقیں غلط اور فاسد ہیں، کوئی بے وقوف یا معاند ہی ان کو جائز قرار دے سکتا ہے۔ (حالانکہ وہ علماء مجتہدین ہم سے کہیں زیادہ وسیع علم رکھتے تھے، جب ہمیں علم ہے تو انہیں کیوں نہیں ہوگا؟ اس لئے پہلی شق باطل ہے، دوسری شق کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح ہے اور ان کے علم وتقویٰ کے منافی ہے)۔

صاحب ترغیب الصلوٰۃ نے اشارہ نہ کرنے کی ایک اور وجہ بیان کی تھی، امام ربانیؒ نے اسے نقل کر کے اس کا رد فرمایا ہے۔ ترغیب الصلوٰۃ میں ہے : تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا علماء متقدمین کی سنت ہے (یعنی ان کا معمول تھا) مگر علماء متاخرین نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ رافضیوں نے اس مسئلے میں غلو کیا تو سنیوں نے اسے ترک کر دیا تاکہ سنیوں پر رافضی ہونے کی تہمت نہ لگے''۔ حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ کتب معتبرہ کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے آئمہ کے ظاہر اصول کا حکم یہ ہے کہ نہ تو اشارہ کیا جائے اور نہ ہی انگلیاں بند کی جائیں لہذا اشارہ نہ کرنا علماء متقدمین کی سنت (طریقہ) ہے، ترک کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ تہمت کی نفی کی جائے۔

مزید ایک سوال کا جواب دیتے ہیں کہ اور وہ یہ کہ آئمہ مذکورین نے اشارے کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ امام ربانیؒ فرماتے ہیں : ان اکابر دین کے بارے میں ہمارا احسن ظن (جو حد یقین تک ہے) یہ ہے کہ جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل واضح نہیں ہوئی، انہوں نے حرمت یا کراہت کا فتویٰ نہیں دیا''۔

اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کے اقوال بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''یہ وہ ہے جو علماء نے بیان کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجۂ صحت تک نہیں پہنچے، بلکہ ان کے نزدیک اس کے خلاف پر دلیل صحت کو پہنچی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اکابر کی بات (جو فی الواقع صحیح ہے) رد کر دی جائے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں اس فتوے کے خلاف کا علم ہے! (یعنی وہ احادیث جو اشارے کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں) تو امام ربانیؒ جواب دیتے ہیں : حلت اور حرمت کے ثابت کرنے میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے، اس سلسلے میں مجتہد کا ظن (جو اجتہادی قوت کے ہوتے ہوئے دلیل سے کسی مسئلے میں ہو) معتبر ہے۔

جواز اشارہ والے بعض حضرات کا ممانعت کے دلائل کو مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور قرار دینے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : مجتہدین کے دلائل کو مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور قرار دینا بڑی جرأت ہے، اسی طرح اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا، احناف کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور جن روایات پر فتویٰ ہے ان کو رد کرنا اور انہیں شاذ کہنا بڑی بے باکی ہے۔ رہا یہ سوال کہ اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں احادیث وارد ہیں تو اس کا جواب امام ربانیؒ دیتے ہیں : ان اکابر کا زمانہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے قریب تھا، ان کا علم وسیع تھا یہ اصحاب تقویٰ و ورع تھے اس لئے یہ حضرات

ہم دور پڑے ہوئے لوگوں کی نسبت احادیث کو بہتر پہچانتے تھے۔ انہوں نے ان احادیث کے مقتضا پر عمل نہیں کیا تو ضرور ان کے پاس کوئی معتبر دلیل ہوگی۔

مزید اشارے کے بارے میں منقول احادیث میں اشارے کی کیفیات پر گفتگو فرماتے ہوئے ان کا اضطراب واضح کیا ہے (چونکہ اضطراب میں تطبیق مابین الروایات اور ترجیح الروایہ علی الروایۃ الاخریٰ مشکل امر بلکہ ناممکن ہوتی ہے۔ اس لئے اضطراب موجب ترک ہوتا ہے) اور فرمایا: جب علماء احناف نے اشارہ کرنے میں راویوں کا یہ اضطراب دیکھا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے اس لئے نماز میں زائد فعل خلاف قیاس ثابت نہیں کیا جائے گا۔ یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ بعض علمائے احناف نے جواز کا بھی فتویٰ دیا ہے، جب فتوے مختلف ہیں تو جس پر بھی عمل کرلیا جائے جائز ہے؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ”اگر فتاویٰ میں جواز و عدم جواز یا حلال و حرام ہونے کا اختلاف واقع ہوجائے تو ناجائز اور حرام ہونے کی جانب کو (قرینہ دلیل سے) ترجیح دی جائے گی
۔

شیخ ابن ہمامؒ صاحب فتح القدیر رفع یدین کے مسئلے میں کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کی احادیث میں اختلات وتعارض ہے۔ ہم ہاتھ نہ اٹھانے کی روایات کو قیاس کے ذریعے ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ نماز کی بنیاد سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ یہی دلیل احناف کے دیگر ائمہ نے عدم اشارہ کے لئے بھی پیش کی ہے۔ اور امام ربانیؒ نے بھی اس کو اختیار فرمایا ہے۔ مگر شیخ ابن ہمامؒ نے اشارہ کے مسئلے میں اسی

دلیل کو نظرانداز کرتے ہوئے عدم اشارہ کے قائلین کے موقف کو خلاف درایت و روایت قرار دیا۔ صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں:

بہت سے مشائخ سے اشارہ نہ کرنا منقول ہے اور یہ روایت اور درایت کے خلاف ہے“۔

امام ربانیؒ اس بات کا رد فرماتے ہیں:

”علامہ ابن ہمامؒ نے ان علماء مجتہدینؒ کی طرف جہالت کی نسبت کیسے کردی؟ جو شریعت کے چوتھے اصل (قیاس) سے استدلال کرنے والے ہیں، یہی احنافؒ کے نزدیک ظاہر مذہب اور یہی ظاہر الروایت ہے“۔

التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ کی محققانہ و ناقدانہ وضاحت گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائی وہ اسے متعدد معتبر فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق ممنوع اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ امام ربانیؒ جیسی عبقری شخصیت کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں کہ وہ (صرف) ایک صوفی ہیں اور بقول امام ربانیؒ صوفی کا قول حلت و حرمت میں قبول نہیں ہوتا اور امام ربانیؒ کے مکتوبات شریف سے ایک حوالہ بیان کرتے ہیں:

عمل صوفیہ در حلت و حرمت سند نیست ہمین بس نیست کہ ما ایشان را معذور دانیم وملامت نکنیم وامر ایشان را بحق سبحانہ وتعالیٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفۃ وامام ابی یوسف وامام محمد (رحمہم اللہ تعالیٰ) معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلی وابی الحسن نوریؒ۔ (مکتوبات

شریف حصہ چہارم مکتوب ۱۶۸)

پہلی بات تو یہ ہے کہ شاید وہ حضرات مکتوبات شریف کی درست تفہیم نہیں رکھتے۔ ورنہ ایسی بات نہ کہتے۔ یا شاید وہ امام ربانیؒ صاحب کو صرف ایک عام صوفی سمجھتے ہیں جنہیں صرف چند اذکار و وظائف میں ہی شغل رہتا ہے علم اور تحقیق سے جن کا واسطہ نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ امام ربانیؒ کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ وہ صوفی جو عالم متبحر نہ ہو اس کا قول حلت وحرمت میں قبول نہیں کیونکہ وہ تحقیق و استنباط کے فن کو نہیں جانتا۔ (زیادہ سے زیادہ اگر وہ صوفی صحیح العقیدہ و صاحب تقویٰ ہو تو الہام سے دلیل لے سکتا ہے مگر الہام بھی چونکہ ظنی ہوتا ہے اس لئے مطلقاً اس صوفی کے لئے بھی دلیل نہیں بن سکتا جب تک قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا نہ جائے اور صحیح ہو بھی تو حجت علی الغیر نہیں ہوتا کما حققہ المحققینؒ)

اور وہ صوفی کامل جو عالم متبحر بھی ہو تو اس کا تحقیقی قول جو مجتہدین کی آراء کے موافق بھی ہو تو وہ قابل قبول ہوتا ہے۔ (خصوصاً جس کا الہام و کشف علماء مجتہدین و قرآن وسنت کے موافق بھی ہو) اور یہ صورت ثانیہ حضرت امام ربانیؒ میں بدرجہ اتم جلوہ گر تھی۔ (فافہم ایھا الغافل)

تیسری بات امام ربانیؒ نے عدم اشارہ کے قول کی تائید فقہاء ومجتہدین احنافؒ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے اور مخالفین کے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے کی ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے لہذا ان کا قول جو حقیقتاً احنافؒ کا راجح قول ہے یقینا قابل قبول ہے۔ (کیونکہ آئمہ کرامؒ کی دلیل قران وسنت (جو وحی ہے) اور وحی یقینی علم کا فائدہ دیتی

ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی کے ذریعے احکام ملتے ہیں اس لئے وحی حجت علی الغیر ہے لہذا جو مسائل قرآن وسنت سے آئمہ نے استنباط کئے ہیں وہی قابل قبول ہیں۔)

مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہوا کہ امام ربانیؒ صرف ذکر وفکر و مراقبات میں مصروف رہنے والے صوفی نہیں تھے بلکہ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی (نیز دیگر فقہی مذاہب) کے عظیم عالم اور متبحر فاضل تھے بلکہ تجدید الف ثانی کے عظیم ومنفرد منصب جلیلہ پر بھی فائز تھے ورنہ وہ کسی بھی مسئلہ میں صرف جائز اور ناجائز کہنے پر اکتفاء کرتے حالانکہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح اپنا موقف مدلل انداز سے پیش کیا اور حضرت امام ربانیؒ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ علماء مجتہدین کی عظمت وناموس کے تحفظ کے بھی قائل تھے۔ وہ اس بات کے قائل نہ تھے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ ناقص مقلد (جیسا کہ ڈاکٹر مولا بخش سکندری صاحب) ہی ہو اٹھ کر آئمہ مجتہدین کا مقابلہ کرنا شروع کر دے۔ بلکہ وہ اس پر عمل پیرا تھے۔ "انزلوا الناس منازلھم" ہر شخص کو اس کے مقام پر بٹھانا چاہئے۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ امام ربانیؒ نے کس طرح تحقیق کرتے ہوئے فقہ حنفی کی کتب سے اشارے کی ممانعت کے حوالے پیش کئے، مجوزین اشارہ کی پیش کردہ احادیث کا اضطراب واضح کیا، ان کے پیش کردہ فقہی حوالوں کا جواب دیا اور مخالفین کی طرف سے اٹھائے جانے والے سوالوں کا عالمانہ جواب دیا۔

ے خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

فقہ حنفی کی جن کتابوں سے اشارہ کے جواز وعدم جواز کی بحث کی گئی ہے ان میں سے

موطاامام محمدؒ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔موطاامام محمدؒ "باب العبث بالحصیٰ فی الصلوٰۃ وما یکرہ من تسویتہٖ میں ہے :**قال کان رسول اللہ ﷺ اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفه الیمنی علی فخذه الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ۔۔۔قال محمد علیہ الرحمۃ وبصنیع رسول اللہ ﷺ نأخذ وهو قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ۔**

احنافؒ میں اشارہ (جونفی اثبات کے لئے نماز میں) کے جواز کے قائلین ہیں ان میں ملاعلی قاریؒ پیش پیش ہیں۔ **صاحب التعلیق الممجد** نے بھی ملاعلی قاریؒ کے رسالے "**تزیین العبارة لتحقیق الاشارة**" سے ہی اقتباسات پیش کئے ہیں۔ ملاعلی قاریؒ نے جوموقف قائم کیا ہے اوراس کے شدومد سے قائل ہیں وہ نہ تو ان سے قبل مجتہدین کا موقف ہے اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے محققین کا موقف ہے۔موطا امام محمدؒ میں لفظ "اشار" ضرور آیا ہے اگرچہ یہ روایات نوادر سے ہیں تاہم اس لفظ اشارہ سے وہ مفہوم جوملاعلی قاری نے اوران کے تتبع میں ہمارے ممدوح ومحقق ڈاکٹر مولابخش سکندری صاحب وغیرہ نے سطحی تحقیق کے بعد اختیار کیا ہے وہ ہرگز مراد نہیں(**عندالمجتهدین والمحققین کمالایخفی علی اصحاب العلم والیقین**) کیونکہ لفظ اشار بمعنی دعا بھی آیا ہے۔جیسا کہ حضرت ابن الحنفیہؓ سے منقول ہے۔انہوں نے دعا کی چارقسمیں بیان فرمائی ہیں۔جس میں دعائے تضرع، اشارے سے کی جاتی تھی، اوراشارہ حالت نماز میں سلام کا جواب دینے کے لئے (قبل النسخ) اورسلام سے منع کرنے کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ کئی احادیث میں اس کا بیان آیا ہے۔

اور پھر حالت نماز میں سلام کا جواب بالکل نہیں دیا گیا۔لہٰذا اشارہ چاہے دعا کے لئے یا سلام کے جواب دینے کے لئے یا سلام سے منع کرنے کے لئے ہو حالت نماز میں اب منسوخ ہے قرآن کریم کے اس فرمان سے "**قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ**"

اوراس فرمان نبوی ﷺ "**اسکنوا فی الصلاۃ**" سے (کیونکہ اشارے میں ہاتھ یا انگلیوں کا ہلانا پایا جاتا ہے جوسکون وخشوع کے خلاف ہے جب کہ عدم اشارہ سکون وخشوع کے موافق ہے پس وہی بہتر ہے۔) تو منسوخ حکم پر عمل کرنا ممنوع ہوجاتا ہے۔اور جہاں تک اشارہ بالسبابہ (جو حالت نماز میں نفیاً واثباتاً) کے جواز کا (جیسا کہ ملاعلی قاریؒ اور ڈاکٹر مولابخش اسکندری صاحب کا قول ہے) کا تعلق ہے تو اس کا ذکر کتب اصول میں نہیں بلکہ امام طحاویؒ وامام مرغینانیؒ جیسے مجتہدین نے بھی اسے ذکر نہیں کیا اس لئے یہ موقف احنافؒ کا ہے ہی نہیں بلکہ یہ شوافعؒ کا موقف ہے۔اوراگر بالفرض یہ مسئلہ اسی طرح ہو جس طرح بعض حضرات نے اس کا مفہوم سمجھا ہے تو بھی مجتہدین احنافؒ مثلاً امام طحاوی امام جصاصؒ، امام برہان الدین مرغینانیؒ اور محققین حضرات مثلاً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وغیرہ کی تصریحات وتشریحات کی روشنی میں یہ منسوخ ہے۔اور منسوخ ممنوع العمل ہوتا ہے۔
حضرت ملاعلی قاریؒ اپنے رسالے میں عدم اشارہ کے قائلین کی شکایت کرتے ہوئے ان پر اعتماد کرنے سے بچنے کی شدت سے تاکید کررہے ہیں کیونکہ ان کا موقف احادیث کثیرہ کے خلاف ہے۔لکھتے ہیں:

والی الله المشتکی۔۔۔ولم یعلموا انه قد ثبت عنهم بروایات متعددة ولانه ورد فی احادیث متکثرة فالحذر والحذر من الاعتماد علی قولهم فی هذه المسئلة مع کونه مخالفاً لما ثبت عن النبی ﷺ واصحابه بل وعن ایمتنا ایضا بل لو ثبت ایمتنا التصریح بالنفی وثبت عن رسول الله ﷺ واصحابه الاثبات لکان فعل الرسول واصحابه احق والزم بالقبول فکیف وقد قال به ایمتنا ایضاً۔(التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد علیہ الرحمۃ ص ۱۰۹ حاشیه)

حضرت ملاعلی قاریؒ کی یہ شکایت اور علماء محققین سے دور رہنے کی تاکید کرنا درست نہیں کیونکہ مسئلہ اشارہ بالسبابہ (جونفیاً یا اثباتاً ہو) منقول نہیں لہذا ائمہ کرام کے موقف پر عامل تو عدم اشارہ کے قائلین ہوئے پھر ان سے بچنے کی اور اعتماد نہ کرنے کی تلقین چہ معنی دارد!

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی مسئلہ میں احادیث کثیرہ کا وارد ہونا الگ بات ہے اور ان احادیث سے بعد تحقیق کے (مثلاً تنسیخ یا تاویل یا تخصیص) کوئی موقف اپنانا الگ بات ہے اور یہ درجہ مجتہدین کا ہے نہ کہ مقلدین کا۔اور حضرت ملاعلی قاریؒ من جملہ زمرہ مقلدین میں آتے ہیں اس لئے اس مسئلے میں ان کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ممدوح محقق ڈاکٹر سکندری صاحب کے قول کا اعتبار ہے کیونکہ یہ تو مقلدین میں حضرت ملاعلی قاریؒ سے بھی کم تر ہیں!

اور احادیث (کثیرہ ہوں یا قلیلہ) سے استنباط کرنا ائمہ مجتہدین کا مرتبہ و ذمہ داری

ہے (کیونکہ لکل فن رجال) آئمہ کرامؒ کے نزدیک عدم اشارہ راجح اور مذہب احنافؒ ہے لہذا اس کے مخالف قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔نیز اشارہ کرنا مذہب شافعیؒ ہے تو حنفی حضرات کو اپنے مذہب پر عمل کرنا لازم ہے کیونکہ عدول مذہب بلاوجہ شرعی وضرورت شدیدہ کے ممنوع ہے۔ورنہ مذاہب ائمہ اربعہؒ کھیل بن جائیں گے اور نہ ہی ان کی وقعت باقی رہے گی نتیجتاً دین کے مسائل بے حیثیت و بے کار سمجھے جائیں گے الامان والحفیظ۔

حضرت امام ربانیؒ کا موقف یہ ہے کہ جس طرح حدیث شریف کو چھوڑ کر قرآن پاک پر کما حقہ عمل نہیں کیا جاسکتا اسی طرح فقہاء کرام کے فتاویٰ اور تشریحات کو چھوڑ کر حدیث پر (کما حقہ) عمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حضرت امام محمدؒ نے موطا میں "**باب الرجل یسلم علیه وهو یصلی**" کے تحت ایک روایت ذکر کی ہے:

اخبرنا مالک اخبرنا نافع ان ابن عمر مر علی رجل یصلی فسلم علیه فرد علیه السلام فرجع الیه ابن عمر فقال اذا سلم علی احدکم وهو یصلی فلایتکلم ولیشر بیده"۔

اس روایت میں اشارے کا ذکر ہے، جس کی وضاحت حاشیہ میں تفصیل سے محشّی نے کی ہے۔قولہ ولیشر بیده ای باصبعه یعنی یہاں انگلی سے اشارہ کرنا مراد ہے اور اشارہ سلام کا جواب دینے کے لئے کیا تھا (**عند الشافعی واحمد ومالک علیہ الرحمۃ**) **اخرج ابوداؤد والترمذی عن صیهب مررت برسول الله ﷺ وهو یصلی فسلمت علیه فرد الیّ**

اشارۃ واخرج البزاز عن ابی سعید ان رجلاً سلم علی رسول اللہ ﷺ وھو فی الصلوٰۃ فرد رسول اللہ ﷺ اشارۃ فلما سلم قال لانا کنا نرد السلام فی صلاتنا فنھینا عن ذلک۔ واخرج ابن خزیمۃ وابن حبان والدارقطنی عن انس رضی اللہ عنہ کان رسول اللہ ﷺ یشیر فی الصلوٰۃ۔ وبہ اخذ الشافعی علیہ الرحمۃ فاستحب الرد اشارۃ وعن احمد علیہ الرحمۃ کراھۃ الرد بالاشارۃ فی الفرض دون النفل وعن مالک علیہ الرحمۃ روایتان واختلف اصحابنا فمنھم من کرہ ومنھم الطحاوی علیہ الرحمۃ وحملوا الاحادیث علی ان اشارتہ ﷺ کان للنھی عن السلام لا لردہ وھو حمل یحتاج الی دلیل مع مخالفتہ لظاھر بعض الاخبار ومنھم من قال لا بأس بہ۔

مذکورہ بالا روایات میں اشارہ سلام کا جواب دینے یا سلام سے منع کرنے کے لئے وارد ہوا نہ کہ تشہد میں نفی واثبات کے لئے۔ اور امام شافعیؒ نے اشارے سے سلام کا جواب بحالت نماز دینا مستحب فرمایا ہے اور امام احمدؒ نے فرض نماز میں اشارے سے سلام کا جواب مکروہ جب کہ نفل میں جائز فرمایا ہے۔ اور امام مالکؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں یعنی ایک جائز ہونے کی اور دوسری ممنوع ہونے کی۔ احنافؒ کے ہاں نسخ سے پہلے اشارہ کرنے کی مراد میں اختلاف تھا۔ امام طحاویؒ کے نزدیک اشارہ کرنے سے مراد حالت نماز میں سلام کرنے سے منع کرنا تھا نہ کہ سلام کا جواب دینا مراد تھا جبکہ بعض احنافؒ نے سلام کا جواب دینے میں کوئی حرج نہ سمجھا جس کی طرح "**ومنھم من قال لا بأس بہ**" سے اشارہ ملتا ہے۔

اوراشارے کے منسوخ ہونے کے بعد اس کے ممنوع ہونے پر ائمہ احناف

کا اختلاف نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اور امام محمدؒ نے اشارے والی روایت ذکر کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ

بھذا ناخذ لاینبغی للمصلی ان یرد السلام اذا سلم علیہ وھو فی الصلوٰۃ فان فعل فسدت صلاتہ ولاینبغی ان یسلم علیہ وھو یصلی وھوقول ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ

امام محمدؒ نے موطا میں ایک باب "التشھد فی الصلوٰۃ" باندھا اور اس میں تشہد کی روایات بیان کی ہیں جن میں **اشھد ان لا الہ الا اللہ** بھی آیا ہے مگر تشہد میں (نفی واثبات کے لئے) اشارہ کا ذکر نہیں آیا۔ جس سے مترشح ہے کہ نماز میں بحالتِ تشہد (نفی واثبات کے لئے) اشارہ کرنا نہیں ہے اور یہ ہی آئمہ احنافؒ کا موقف ہے۔

حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب شرح معانی الاثار میں ایک باب "باب الاشارۃ فی الصلوٰۃ" باندھا ہے اور اس میں اشارہ کے مانعین اور قائلین کی پیش کردہ روایات ذکر کرکے پھر اپنے محققانہ انداز سے دونوں قسم کی روایات پر نقلاً وعقلاً بحث کرنے کے بعد اشارہ فی الصلوۃ کی تنسیخ ثابت کی اور اسی موقف کو آئمہ حنفیہؒ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد) کا موقف قرار دیا ہے۔

امام طحاویؒ نے پہلی حدیث نقل کی:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ التسبیح للرجال والتصفیح للنساء ومن اشار فی صلاتہ اشارۃ تفھم منہ فلیعدھا۔ یعنی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

آدمیوں کے لئے تسبیح ہے اور عورتوں کے لئے تصفیح (ہاتھ پر ہاتھ مارنا) ہے اور جس نے نماز میں ایسا اشارہ کیا جس سے بات سمجھ میں آجائے تو اسے چاہئے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ اشارہ کے مانعین نے اس سے دلیل لی کہ نماز کی حالت میں ایسا اشارہ جس سے بات سمجھ میں آجائے قاطع صلاۃ ہے کیونکہ یہ کلام کے حکم میں ہے اور نماز میں کلام کرنا مفسد صلاۃ ہے۔ بعض حضرات نے اس کے برعکس قول کیا ہے کہ اشارے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ :**عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ اتی قباء فسمعت به الانصار فجاؤه يسلمون عليه وهو يصلي فاشار اليهم بيده باسط كفه وهو يصلي۔ وعن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مثله غير انه قال قلت لبلال رضی اللہ عنہ أو صهيب رضی اللہ عنہ كيف رأيت رسول الله ﷺ يرد عليهم وهو يصلي يشير بيده۔**

یعنی آپ علیہ السلام نے حالت نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ (یا سلام سے منع کرنے کے لئے اشارہ کیا)۔ امام طحاویؒ نے تفصیلی بحث کرنے کے بعد حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ سے اشارے کی کراہت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فثبت بذالک ان ما کان من اشارة النبی ﷺ التی قد علمناها منه لم یکن ردا وانما کانت نهیاً لان الصلوٰة لیست بموضع سلام لان السلام کلام فجوابه ایضا کذالک فلما کانت الصلوٰة لیست بموضع کلام یکون رد السلام لم یکن ایضاً بموضع سلام وقد امر رسول الله بتسکین الاطراف فی الصلوٰة۔

عن جابر بن سمرة قال دخل رسول الله ﷺ المسجد فرآى قوما يصلون وقد رفعوا ايديهم فقال مالي اراكم ترفعون ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوٰة فلما امر رسول الله ﷺ بالسكون في الصلوٰة وكان رد السلام بالاشارة فيه خروج من ذلك لان فيه رفع اليد وتحريك الاصابع ثبت بذلك انه قد دخل فيما امر به رسول الله ﷺ من تسكين الاطراف في الصلوٰة وهذا القول الذى بينا في هذا الباب قول ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد رحمهم الله تعالىٰ یعنی جو اشارہ آپ علیہ السلام نے کیا تھا وہ سلام کا جواب دینے کے لئے نہیں تھا بلکہ نمازی کو سلام کرنے سے منع کرنے کے لئے تھا (کیونکہ نمازی اپنی نماز میں مشغول ہے تو اسے سلام کرنا یہ حرج ہے اور نمازی کا جواب دینا بحالت نماز یہ نماز کی روح وخشوع وتوجہ الی اللہ کے منافی ہے اور کلام الناس ہے) اور چونکہ سلام بھی ایک کلام ہے تو اس کا جواب دینا بھی کلام ہے جب کہ نماز کلام الناس کی جگہ نہیں تو اسی طرح سلام کے جواب کی جگہ بھی نہیں۔ اور نبی کریم علیہ السلام نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا ہے تو سلام کے جواب میں اس حکم کے خلاف لازم آتا ہے کیونکہ اشارے میں ہاتھ کا اٹھانا اور انگلیوں کا حرکت کرنا پایا جاتا ہے۔ اس لئے اشارہ کرنا منع ہے چاہے سلام کا جواب دینے کے لئے ہو یا سلام سے منع کرنے کے لئے ہو۔ ایک روایت امام طحاویؒ نے یہ بھی ذکر کی ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رجلاً سلم علی النبی ﷺ فرد علیه الاشارة وقال کنا نرد السلام فی الصلوٰة فنهینا عن ذالک۔ یہ روایت اشارہ (سلام کا

جواب دینے کے لئے ہو یا سلام سے منع کرنے لئے ہو) کے نسخ پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاویؒ فقہاء کرام خصوصاً احنافؒ میں وہ عبقری شخصیت ہیں جن کی مثال صرف فقہ حنفی میں ہی نہیں بلکہ مذاہب ثلاثہ میں بھی ملنا قریب قریب محال ہے۔ آپؒ عظیم مجتہدین کی فہرست میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ علوم حدیث وعلوم فقہ، علم الروایۃ وعلم الدرایہ کی جامع شخصیت ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ امام طحاویؒ مصر کے ایک حنفی فقیہ ہیں۔ جن کی تصنیفات فوائد سے لبریز ہیں۔ وہ ایک عظیم حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔ کسی عاقل ومنصف شخص کو اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ امام طحاوی نے قرآن واحادیث سے روایتاً ودرایتاً استدلال کرتے ہوئے فقہ حنفی کے مسائل (جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبینؒ نے استنباط کئے ہیں) کی شاندار توضیح وتنقیح فرما کر ترجیح بیان فرمائی ہے۔ حضرت امام طحاویؒ تیسری صدی کے عظیم مجتہد ہیں۔ اور مجتہد فی المسائل کے طبقہ میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ وہ حدیث اور فقہ میں امام، علوم دینیہ کے ماویٰ اور احادیث نبویہ کے ملجا تھے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ وہ کوفیوں (حنفیوں) کی روایات اور مسائل فقہیہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور تمام مذاہب فقہاء کے عالم تھے۔ اتقانیؒ نے کہا کہ مذہب حنفیہ تو الگ رہا ابوجعفر طحاویؒ کی نظیر کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ بعض حضرات مثلاً امام بیہقی شافعیؒ نے امام طحاویؒ کے لئے کہا کہ وہ حدیث میں ماہر فن نہ تھے حالانکہ حافظ ابن عبدالبر اندلسی مکیؒ، ابوسعید بن یونسؒ مورخ مصر اور دیگر علماء رجال نے فن حدیث میں امام طحاویؒ کے فضل وکمال کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔ حاجی خلیفہؒ

نے ''کشف الظنون'' میں اتقانیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

امام طحاویؒ کی جلالت علم اور ان کا اجتہاد، ورع، وتقویٰ اور معرفتِ مذہب میں ان کے تقدم کے پیش نظر ان لوگوں کے انکار کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ منکرین امام طحاویؒ سے کافی بعد میں گزرے ہیں۔ اگر کسی کو امام طحاویؒ کی مہارت حدیث میں شک ہو تو وہ صرف ''معانی الاثار'' ہی کا مطالعہ کرلے جو ان کی پہلی تصنیف ہے۔ ہمارا مسلک (یعنی حنفی) تو الگ رہا کیا کوئی شخص کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر لاسکتا ہے؟ فقہ حنفی کے اتنے عظیم محدث وفقیہ نے اپنی کتاب میں اشارہ سبابہ جو بحالتِ نماز تشہد میں (نفیاً واثباتاً جیسا کہ ملا علی قاریؒ اور ڈاکٹر سکندری صاحب کا مفہومی مسئلہ ہے) ہو اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حالانکہ اشارے کے حوالے سے جو روایات بھی کتب میں منقول ہوئی ہیں انہیں ذکر کرکے ان کی (روایتاً ودرایتاً) تحقیق کرکے کراہت بیان کرتے ہوئے ان کی تنسیخ بیان کی ہے۔ ان حدیثوں میں منقول اشارہ (ہاتھ یا انگلیوں سے) سلام کا جواب دینے کے لئے **(عند البعض)** یا سلام سے منع کرنے کے لئے **(عندالطحاوی علیہ الرحمۃ)** تھا۔ اگر اشارہ (نفی واثبات کے لئے) منقول بھی ہوتا تو بھی اضطراب کی وجہ سے تطبیق نہ ہونے کی بناء پر متروک وممنوع ہوتا اور نماز میں سکون کے حکم کی بناء پر منسوخ ہوتا کیونکہ اشارے میں حرکت ہاتھ اور انگلیاں ہیں جو سکون کے منافی ہیں جب کہ امر رسول اللہ ﷺ بحالتِ نماز میں سکون کو برقرار رکھنا ہے۔ اور یہی حق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ **واللہ یھدی الی سواءالسبیل**

مجموعۃ الفتاویٰ المعروف انوارشریعت حصہ چہارم ص ۲۴۹۔۲۵۰ پر حضرت علامہ نظام الدین ملتانی صاحب نے اشارہ کے متعلق استفسار پر جواب دیا ہے :اس مسئلے میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا بعض نے ناجائز اور جو حدیثیں اس کے جواز پر آئی ہیں ان میں نہایت درجہ کا اضطراب ہے اور جو امام محمدؒ سے روایت وارد ہوئی کہ آپ ایسا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے سو یہ روایت بھی از قبیل نوادر ہے جو کہ نزدیک محققین احناف کے قابل عمل نہیں ہوا کرتی اور حاشیہ برجندی و فتاویٰ عتابیہ وغیاثیہ وصلوٰۃ مسعودی وفتاویٰ نادر الجواھر ونفع المفتی وصاحب درالمختار وغیرہ نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے :**ولا یشیر بسبابة عند الشهادة وعليه الفتوى**۔ اور صاحب خزانیہ الروایات سے تاتارخانیہ نے لکھا ہے:

واما قول الصحیح عدم الجواز۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات ۳۱۲ ج۱، ص ۴۴۸ پر عدم جواز رفع سبابہ کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔

فقہی وفروعی مسائل میں اختلاف نئی بات نہیں، امام ابو یوسف وامام محمد نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے دلیل اور احترام کے ساتھ اختلاف کیا۔ جن حضرات نے احنافؒ کے علماء و محققین کے موقف عدم اشارہ کے خلاف اشارہ کے جواز کا موقف اپنایا تھا حضرت امام ربانیؒ نے دلائل سے واضح کرتے ہوئے احنافؒ کے راجح موقف عدم اشارہ کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی عالم حضرت امام ربانیؒ سے اختلاف کرے تو اس پر کوئی قدغن تو نہیں لگائی جاسکتی مگر حفظ مراتب اور ادب واحترام لازم ملحوظ خاطر رہنا چاہئے۔

شیخ ملا مراد حنفی نقشبندیؒ نے مکتوبات شریف کا عربی میں ترجمہ کیا۔ انہوں نے حضرت امام ربانیؒ کے بیانات پر اختلاف کرتے ہوئے نوٹس لکھے ہیں۔ ہم ان اختلافی نوٹس کا بعون اللہ جواب سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

موطا امام محمدؒ میں امام محمدؒ نے اشارہ کے حوالہ سے روایت ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اس کی وضاحت میں فرمایا: یہ اصول کی روایت نہیں بلکہ نوادر کی روایت ہے۔ اس پر ملا مراد حنفی کہتے ہیں: یہ نوادر کی روایات میں سے ہے جیسے کہ امام ربانیؒ نے اس کا اعتراف کیا ہے لیکن اشارہ نہ کرنے کی روایات نہ تو اصول کی روایات ہیں اور نہ نوادر کی۔ بلکہ یہ واقعات و فتاویٰ کے قبیلے سے ہیں اور ان کا مرتبہ نوادر سے بھی کم ہے۔ اسی لئے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور یہی وہ حق ہے جس کو ترک نہیں کیا جاسکتا اور حق زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ (حاشیہ مکتوبات امام ربانی دفتر اول، حصہ پنجم، ص ۱۶۳)

عرض یہ ہے کہ اشارہ نہ کرنے کی روایات اصول میں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اشارہ نہ کرنا مذہب حنفی ہے اور ائمہ مجتہدین کا موقف ہے۔ اور واقعات وفتاویٰ کے متعلق جو لکھا ہے کہ ان کا مرتبہ نوادر سے کم ہے۔ یہ درست ہے مگر وہ مطلب جو ملا مراد حنفیؒ نے لیا وہ اس سے مترشح نہیں ہوتا کیونکہ واقعات وفتاویٰ میں عدم اشارہ کے متعلق جو فتوے دیئے ہیں وہ آئمہ مجتہدین وظاہر الروایۃ سے دلیل ذکر کرکے دیئے ہیں تو حقیقتاً یہ فتوے ظاہر الروایۃ اور آئمہ مجتہدین کے فتوے ہوئے تو نوادر سے بلند مرتبہ ہیں۔ نیز فتاویٰ وغیرہ کے اصحاب

طبقات وفقہاء میں سے درجۂ خامسہ یا سادسہ کے ہیں۔

اکثر متاخرین کے فتویٰ جواز اشارہ والی بات بلا دلیل ہے۔ کیونکہ اکثر نے فتویٰ جواز نہیں دیا اور جن حضرات نے دیا وہ طبقات فقہاء میں سے کسی طبقہ میں نہیں آتے۔ بلکہ مقلدین میں شمار ہوتے ہیں تو اعتبار مجتہدین کا ہوتا ہے نہ کہ مقلدین کا۔

امام ربانیؒ نے فتاویٰ غرائب وغیرہ کے حوالے سے اشارے کی ممانعت اور حرمت کے بارے میں فتوے نقل کئے ہیں۔ اس پر ملا مراد حنفی نے نوٹ لکھا:

مخفی نہ رہے کہ یہ روایات معتبر نہیں ہیں بلکہ یہ روایات ہی نہیں ہیں یہ تو ان مشائخ کے اقوال ہیں اور یہ مشائخ اصحاب ترجیح اور اصحاب فتاویٰ نہیں ہیں، جیسے کہ قواعد سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں''۔

عرض یہ ہے کہ یہ روایات کیوں نہیں معتبر؟ بقول ملا مراد حنفیؒ یہ اقوال مشائخ ہیں اور وہ اصحاب ترجیح واصحاب فتاویٰ نہیں ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ وہ حضرات (اور خود ملا مراد حنفیؒ) جو جواز اشارہ کے قائلین ہیں کیا وہ اصحاب ترجیح واصحاب فتاویٰ ہیں؟

یقیناً نہیں کیونکہ یہ حضرات صرف مقلدین ہیں جب کہ عدم اشارہ جن مشائخ سے ثابت ہے ان میں بعض طبقات مجتہدین میں دوسرے، بعض تیسرے، اور بعض چوتھے یا پانچویں طبقے کے علماء ہیں۔ تو کس کی روایات معتبر ہیں؟ یقیناً عدم اشارہ کے قائلین کی خصوصاً جب کہ وہ عقل ونقل کے موافق بھی ہوں۔

امام ربانی نے فرمایا کہ اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں بہت سی حدیثیں

وارد ہوئیں، ملا مراد حنفیؒ، حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں بہت سے صحابہ کرامؓ سے احادیث بیان کی ہیں، ملا علی قاریؒ نے ان احادیث کا کچھ حصہ اپنے رسالہ ''**تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ**'' میں نقل کیا ہے اور بہت سے احناف نے خصوصاً متاخرین نے اس موضوع پر مستقل رسائل لکھے ہیں۔'' (حاشیہ ص ۱۶۳)

عرض یہ ہے کہ ملا مراد حنفیؒ نے امام ربانیؒ کی پوری بات نقل نہیں کی۔ امام ربانیؒ نے فرمایا کہ مولانا علیم اللہ نے اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں فقہ حنفی کی جو روایات پیش کیں اور امام محمدؒ کا حوالہ دیا

مزید یہ بھی فرمایا : کہ بہت سی احادیث بھی وارد ہوئیں۔۔۔ خود امام ربانیؒ نے فرمایا کہ یہ سب غیر ظاہر الروایہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ان پر فتویٰ نہیں دیا جائیگا۔ نیز اس کا جواب دیتے ہوئے امام ربانیؒ نے خود فرمایا :ان اکابر کا زمانہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانے کے قریب تھا ان کا علم وسیع تھا، یہ اصحاب تقویٰ وورع تھے اس لئے ہم دور افتادہ لوگوں کی نسبت احادیث کو بہتر جانتے تھے احادیث کے صحیح یا غیر صحیح، منسوخ یا غیر منسوخ کو ہم سے بہتر پہچانتے تھے۔ انہوں نے ان احادیث کے مقتضا پر عمل نہیں کیا تو ضرور ان کے پاس کوئی معتبر دلیل (یعنی تخصیص یا تاویل یا تنسیخ) ہوگی۔ دوسری بات یہ کہ صرف محدثین کا احادیث بیان کر دینا موقف ومسئلے کے لئے دلیل نہیں بن جاتا تاوقتیکہ مجتہدین ان احادیث کی صحت وسقم کا فیصلہ کر کے ان کی تاویل یا تخصیص یا تنسیخ کے بعد کوئی مسئلہ بیان نہ کریں۔ جیسا کہ امام اعظمؒ نے امام اوزاعی محدثؒ سے کچھ حدیثیں سنی تھیں، پھر ان پر غور وفکر

کر کے کچھ مسائل اخذ فرمائے تھے جب وہ مسائل امام اوزاعی محدث کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا آپ نے کہاں سے یہ مسائل لکھے ہیں حضرت امام اعظم نے فرمایا جو احادیث آپ سے سنی تھی ان سے اخذ کئے۔ تو امام اوزاعی نے فرمایا **انتم الاطباء یا معشر الفقهاء و نحن الصیادله۔**

پتہ چلا کہ صرف احادیث بیان کر دینا اور بات ہے اور ان احادیث سے مسائل صحیحہ اخذ کرنا چیزے دیگر است۔

امام ربانیؒ نے فرمایا : جو حنفی اشارہ کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس کے نزدیک علماء و مجتہدین کو ان معروف احادیث کا علم نہیں تھا؟ یا علم تھا لیکن انہوں نے ان احادیث پر عمل کرنے کے بجائے اپنی آراء پر عمل کیا۔۔۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں اور ان کو جائز قرار دینے والا یا بے وقوف ہوگا یا معاند''۔

اس پر علامہ مراد نے حاشیہ لکھا ہے :

''جو شخص اشارے کا قائل ہے وہ کہہ سکتا ہے ان علماء کو احادیث اشارہ کا علم تھا (تاہم انہوں نے اضطراب کی بناء پر ان احادیث پر عمل نہیں کیا) لیکن میرے نزدیک اشارے کی احادیث کو ترجیح ہے لہذا اس شخص کو نہ تو بے وقوف کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی معاند (حاشیہ، ص ۱۶۴)

عرض یہ ہے کہ ملا مراد حنفیؒ کا ''میرے نزدیک'' کہنا قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ تو مجتہدین سے مقابلہ کرنا ہے، مجتہدین کے نزدیک وہ احادیث مضطرب یا منسوخ ہیں۔

اور ملا مراد حنفی کے نزدیک ترجیح شدہ ہیں۔ جب کہ ملا مراد حنفیؒ مجتہدین کے کسی طبقہ میں نہیں آتے اور دلیل ''میرے نزدیک'' کہنا نہیں ہوتی بلکہ اصول ہوتے ہیں۔ (جو کتاب وسنت واجماع وقیاس ہیں) حضرت امام ربانیؒ باوجود محقق ہونے کے ''میرے نزدیک'' کے الفاظ کو بطور دلیل نہیں لائے بلکہ ائمہ مجتہدین کے دلائل سے اپنے مؤقف کو بیان کرتے ہیں۔

امام ربانیؒ نے فرمایا : حلت وحرمت کے ثابت کرنے میں مقلد کا علم معتبر نہیں اس سلسلے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے''۔

اس پر علامہ مراد حنفی کہتے ہیں : یہ بات سر آنکھوں پر لیکن امام مجتہد سے تو اشارہ کرنا ثابت ہے (جیسے کہ موطا امام محمد کے حوالے سے گزر چکا ہے) اشارے سے منع کرنا اور اس کا ترک کرنا امام مجتہد سے ثابت نہیں اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس عقلی ونقلی دلیل موجود ہے جو جامع شرائط ہے لیکن اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

عرض یہ ہے کہ امام مجتہد سے اشارہ کرنا (جو نفی اثبات کے لئے ہو) ثابت نہیں کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ اشارہ نفی واثبات کے لئے تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ موطا امام محمد کی روایت نوادر میں سے ہے جب کہ ظاہر الروایہ میں اس مسئلے کا ذکر نہیں اور حقیقتاً آئمہ مجتہدین (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کا مذہب ظاہر الروایہ ہے۔ اور اشارے کا ترک کرنا حنفیہؒ کے معتبر مجتہدین مثلاً امام طحاویؒ او امام رازی وجصاص اور امام مرغینانی وغیرہ سے ثابت ہے تو عدم اشارہ کا قول مجتہدین کا ہے جب کہ اشارے کا جواز بعض مقلدین کا ہے تو موقف مجتہدین کا قابل قبول ہوتا ہے۔ تیسری بات اشارہ کرنا جو

جواب سلام کے لئے یا سلام کرنے کی ممانعت کے لئے تھا وہ اب حالت نماز میں منسوخ ہے اور مفسد صلاۃ ہے۔جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا۔

امام ربانیؒ نے فرمایا :اشارے کی احادیث میں اضطراب ہے۔اس پر مولانا نور احمد امرتسری (محشی مکتوبات شریف) نے حاشیہ لکھا ہے: ''شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں غالباً نبی اکرم ﷺ عمل بھی مختلف تھا کبھی اس طرح ، کبھی اس طرح جیسے کہ مختلف روایات میں اکثر مقامات پر اسی طرح تطبیق دی گئی ہے''۔

عرض یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ بعض مسائل میں نبی کریم علیہ السلام سے اعمال مختلف انداز سے ظاہر ہوئے ہیں تو جن مسائل و اعمال میں اختلاف پایا جاتا ہو جب ان میں نسخ واقع ہو جائے تو پھر یہ ناسخ متعین ہو جاتا ہے اور منسوخ متروک ہو جاتا ہے پھر یہ دلیل درست نہیں ہوتی کہ آپ علیہ السلام نے کبھی یوں کیا اور کبھی یوں کیا۔ یا پھر ان روایات میں اضطراب واقع ہو جائے مختلف وجوہات کی بناء پر تو وہ متروک ہو جاتا ہے کیونکہ اضطراب ایسا اختلاف ہوتا ہے جس میں تطبیق ممکن نہیں ہوتی۔مسئلہ اشارہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

امام ربانیؒ نے فرمایا :لفظ ''کان'' منطقیوں کے علاوہ دوسرے علماء کے نزدیک قضیہ کلیہ کا حرف ہے۔محشی اس پر لکھتے ہیں :فن حدیث کے ماہر پر مخفی نہیں کہ حدیث شریف کی عبارات میں لفظ ''کان'' ہمیشہ قضیہ کلیہ کے لئے نہیں آتا، ورنہ بہت سے مقامات میں تعارض پیدا ہو جائے گا''۔

عرض یہ ہے کہ ''کان'' اگر ہمیشہ قضیہ کلیہ کے لئے نہیں آتا مگر اکثر تو اسی لئے آتا ہے۔اور للاکثر حکم الکل کے تحت حکم لگایا گیا ہے۔دوسری بات اس مسئلہ میں اس لفظ کی وجہ سے موافقت ممکن نہیں۔تیسری بات اگر بعض مقامات پر تعارض ہو جائے تو دوسرے قرائن سے مسئلہ کی نوعیت کے اعتبار سے تطبیق ممکن ہو سکتی ہے اور اگر اختلاف حدِ اضطراب تک پہنچ جائے تو تطبیق ممکن نہیں ہوتی۔اور اگر نسخ کا معاملہ آجائے تو پھر ''کان'' آئے یا نہ بہر حال مسئلہ منسوخ ہوگا اور منسوخ ممنوع العمل ہوتا ہے۔(واللہ ورسولہ اعلم)

حررہ خادم الاولیاء والعلماء

پروفیسر مفتی علامہ عابد علی سیفی نقشبندی

(فاضل درس نظامی، فاضل عربی و ایم اے اسلامیات)

تقریظ مبارک

شیخ المشائخ، ماہر اسرارِ شریعۃ، سرمایۂ اہلسنۃ، جامع الشریعۃ والطریقۃ، منبع الفیوضات والبرکات، شیخ الحدیث مفتی محمد روشن کوکاروی قادری صاحب دامت برکاتھم القدسیہ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

(۱) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط پ ۲۴ سورۃ المؤمن آیت ۶۰

(۲) وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔
پ ۲ آیت ۱۸۶ سورۃ البقرۃ۔

۲۰۸۔ حدثنا جعفر بن سلیمان النوفیلی المدینیی ثنا عبد العزیز بیین عبد اللہ الأویسی :ثنا سلیمان بن بلال عن عباس بن عبد اللہ بن معبد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال :ھکذا الاخلاص یثیر باصبعة التی تلی الابھام۔ وھذا الدعاء۔ فرفع یدیہ حذو منکبیہ۔ ھذا الابتھال۔ فرفع یدیہ مدّاً (۲)
ص ۹۰ کتاب الدعاء لطبرانی متوفی ۳۶۰ھ

(۲) اسنادہ حسن، منہ فی المستدرک ۳۰۹۰۷ وسنن بیھقی الکبریٰ ۲۲۲۳۔

تحقیق و دراسۃ اسامی انور جاھین مطبع دار الحدیث القاھرۃ ۲۶ باب صفۃ رفع الیدین فی الابتھال۔ وابو داؤد باب الدعاء :حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل ناوھیب یعنے ابن خالد حدثنی العباس بن عبد اللہ بن معبد بن العباس بن عبد المطلب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال المسألۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما والاستغفار ان تشیر باصبح واحدۃ والابتھال ان تمدیدیک جمیعا۔
ج ۱ ص ۲۰۹ حدثنا عمرو بن عثمان ناسفیان حدثنی عباس بن عبد اللہ بن معبد بن عباس بھذا الحدیث قال فیہ والابتھال ھکذا و رفع یدیہ وجعل ظھورھما ممایلی

وجھہ :وحدثنا محمد بن یحیی الا ان قال عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال فذکر نحوہ ج ۱ ص ۲۰۹ ایچ ایم سعید کراچی۔

۲۶۳ --- عبد العزیز بن محمد حدثنا العباس بن عبد اللہ بن معبد ابن العباس بن عبد المطلب (عن أخیہ) ابراھیم بن عبد اللہ عن ابن عباس أن رسول اللہ ﷺ قال "الا خلاص ھکذا" ورفع اصبعاً واحدةً من الید الیمنیٰ "والدّعاء ھکذا" ورفع یدیہ وجعل بطونھا ممایلی السماء "والابتھال ھکذا" ومدیدہ شیئاً وجعل ظھور الکف ممایلی السماء۔

کتاب الدعوات الکبیر للبیھقی (کویت) ص ۳۴ [۳۱-باب من آداب الدعا]

وخالف الدراوردی وھیب بن خالد عند ابی داؤد یعنی وجعل ظھورھما ممایلی وجھہ۔

۲۱۷۸۔ حدثنا العباس بن الفضل الاسقاطی، ثنا ابو ثابت محمد بن عبید اللہ المدنی، ثنا عبد العزیز بن محمد الدراوردی، ثنا العباس بن عبد اللہ بن معبد بن العباس بن عبد المطلب عن أخیہ ابراھیم بن عبد اللہ بن معبد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال "اخلاص ھکذا" ورفع اصبعا واحدۃ من الید الیمنی "والابتھال ھکذا" ومدیدیہ وجعل بطن الکف ممایلی الأرض "والدعاء ھکذا" -- وجعل یدیہ بطونھما مما یلی السماء۔ کتاب الدعاء لطبرانی ص ۲۶۵-۲۶۶۔

استاد حسن ومنه فی سنن أبی داؤد۔(۱۴۹۱)

حدثنا ابوبکر بن اسحاق ابن الحسن بن علی بن زیاد ثنا عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی ثنا سلیمان ابن بلال عن عباس بن عبد اللہ بن معبد بن عباس عنا خیه ابراهیم عن ابن عباس رضیا للہ عنهما ان رسول اللہ ﷺ قال هکذا الاخلاص یشیر باصبعه التی الابهام وهذا الدعاء فرفع یدیه حذو منکبیه وهذا الابتهال فرفع یدیه مدا :هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه مستدرک ج۴ ص۳۲۰ والتلخیص للذهبی ج۴ ص۳۵۰ بیروت والسنن الکبری للبیهقی ج۲ ص۱۳۳ قبیل باب سنة التشهد فی اه۔

اقسام الدعاء

تال السغناقی ابن الحنفیة :قال الدعاء أربعة :دعاء رغبة ودعاء رهبة ودعاء تضرع ودعاء خفیة۔

منفی دعاء الرغبة یجعل بطول کفیه الی السماء وفی دعاء الرهبة یجعل ظهورها الی وجهه کالمستغیث من الشیء وفی دعاء التضرع یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الابهام طلوسطی ویشیر بالسبابة وفی دعاء الحنفیة یفعل ما یفعل المرء فی نفسه :بحر الرائق ج۸ ص۲۰۷ قبیل کتاب احیاء الموات و بحر الرائق ج۲ ص۴۳، بنفقل عن النهایة باب الوتر والنوافل :مکتبة الماجدیه،

کوئٹه۔

وفتاویٰ السلطانیة ج۴ ص۵۳۵ سراج العلوم سلطان جان صاحب البحث فیما یتعلق؛ لصلاة التسبیح "قراءة القرآن والذکر والدعاء" ودر مختار ج۱ ص۷۷ فصل واذا اراد الشروع اه" ورد المحتار ج۱ ص۳۷۵ مصری قبیل مطلب مهم فی عقد الاصابع عند التشهد، ایچ ایم سعید کراچی، والفتاویٰ الهندیة ج۵ ص۳۱۸ قبیل الباب الخامس فی آداب المسجد وقال کذا فی مجموع الفتاویٰ ناقلا عن شرح السرخسی۔۔۔ فی باب قیام الفریفة۔ وکبیری نسخه دیگر ص۳۲۷ بحث رفع الیدین۔

وخیرات الجاریة فی شرح الملتقی والقواعد الفقهیة ص۴۴۶ مبسوط سرخسی ج۱ ص۱۶۶ دار الفکر باب قیام فی الفریفة والبنایة فی شرح الهدایة ج۳ ص۶۹ باب صلاة الوتر۔

فان کان فی وقت عذر او برد شدید فاشار بالسبحة قام مقام بسط کفیه؛ الفتاویٰ سلطانیه ج۴ ص۵۳۵ ودر مختار ج۱ ص۷۷ ورد المحتار ج۱ ص۳۷۵۔

احادیث میں عقد خنصر و بنصر اور حلق و سطی او ابهامه واشار بالسبابة سے مردهے :دعاء اخلاص، استغفار اور تضرع :

(صحیح ابن حبان میں هے) ذکر العلة التی من أجلها کان یشیر

المصطفیٰ ﷺ بالسبابة فی الموضع الذی وصفناه :[۱۹۴۱] اخبرنا محمد بن عمر بن یوسف قال :حدثنا سلم بن جنادة قال :حدثنا ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر قال :قدمنا المدینة وهم ینفضون ایدیهم من تحت الثیاب فقلت لانظرنّ الی صلاة رسول الله ﷺ قال فکبر حتی افتتح الصلاة ورفع یدیه، فلما رفع رأسه قال سمع الله لمن حمده ثم کبّر ورفع یدیه :ثم سجد فوضع رأسه بین یدیه فی الموضع من وجهه فلما جلس افترش قدمیه ووضع مرفقه الایمن علی فخذه الیمن وقبض خنصره والتی تلیها وجمع بین ابهامه والوسطی ورفع التی تلیها یدعو بها :الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج۳ ص۱۵۸ دار الفکر بیروت "یعنی یشیر الدعاء الذی یقال لها دعاء الاخلاص" محمد بن حبان أحمد بن حبان الحافظ ادعیه العلم فی اللغة والفقه والحدیث المتوفی ۳۵۴ھ

(۲) وکما یدل علیه باب حدثنا محمد بن بشار ... عنا بی هریرة ان رجلا کان یدعو باصبعیه فقال رسول الله ﷺ احِّد احِّد :هذا حدیث غریب ومعنی الحدیث اذا اشار الرجل باصبیعه فی الدعاء عند الشهادة ولا یشیر الا باصبع واحدة ترمذی ج۲ ص۱۹۵ قبیل :احادیث شتّٰی من ابواب الدعاء۔

(۳) باب :حدثنا عقبة بن مکرم ...عاصم بن کلیب الجری عن ابیه عن جدة قال دخلت علے النبی ﷺ وهو یصلی وقد وضع یده الیسری علے فخذه الیسری

ووضع یده الیمنی علی فخذه الیمنی وقبض اصابعه وبسط السبابة وهو یقول یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک هذا حدیث غریب من هذا الوجه :ترمذی جلد ۲ ص ۱۹۸ :احادیث شتّٰی من ابواب الدعاء۔

(۴) ایضاً ما اخرجه مسلم بسنده عن ابی هریرة یقول قال :رسول الله ﷺ : السبیح للرجل والتصیفح للنساء زاد حرملة فی روایته قال ابن شهاب وقد رأیت رجالا من اهل العلم یسبحون ویشیرون مسلم ج۱ ص۱۸۰ :باب تسبیح الرجل اھ۔

(۵) ایضاً :ما اخرجه ابو داؤد فی سته بسنده عن ابن عباس قال المسألة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما والاستغفار ان تشیر باصبع واحدة والابتهال ان تمدیدیک جمیعاً ج۱ ص۲۰۹ باب الدعاء :وعن انس بن مالک قال رأیت رسول الله ﷺ یدعو هکذا بباطن کفیه وظاهرهما :ابو داؤد ج۱ ص۲۰۹ یعنی دعاء خفی کے علاوه تین قسم ادعیه ان دونوں حدیثوں میں مذکور هیں۔

والمنتهی شرح مؤطا مالک ؒ لامام القاضی ابو ولید سلیمان بن خلف المتوفی ۴۹۴ھ :معنی الاشارة بالسبابة روی السفیان بن عینیه هذا الحدیث عن مسلم بن مریم وزاد فی آخره وحدثنا یحیی بن سعید اولا ثم لقیته فسمعته منه وزاد سلم قال هی مدیة الشیطن لا یسهو أحدکم ما دام یشیر باصبعه وهو یقول هکذا ففیه أن تحریک السبابة :انما هو لرفع السهو وقمع الشیطان تیذکرک

بذلک انه فی الصلاة ج ۱ ص ۳۵۶ باب العمل فی الجلوس فی الصلاۃ۔ وفی شرح الطیبی :وادب الاستغفار الاشارة بالسبابة سبا للنفس الأمارة والشیطان ج۴ ص ۳۱۸ ومرقات ج۵ ص ۴۶،۴۷۔

قال فی الهدایة :ووضع یدیه علی فخذیه وبسط اصابعه وتشهد ویردی ذلک فی حدیث وائل ولان فیه توجیه اصابع یدیه الی القبلة :ج ۱ ص ۱۰۲ یعنی صاحب ہدایہ نے عقلی ونقلی اعتبار سے مدلل بات کی اورروایت ودرایت تائید کی۔اب علامہ ابن ہمامؒ کا یہ قول :وعن کثیر من المشایخ لایشیر اصلا وهو خلاف الدرایة والروایة : فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۳ در حقیقت خلاف الدرایة والروایة التی کرهما صاحب الهدایة ولذا قال :العلامة قاسم فی حق شیخه خاتمة المحققین الکمال بن الهمام لا یحمل بابحاث شیخنا التی تخالف المذهب اه رسائل ابن عابدین علیہ الرحمۃ ج ۱ ص ۲۴، ۳۲، ۱۴۷، ۳۳۵، ۳۵۳ والمذهب ما قال صاحب الهدایة کما صرح بن من هو اعلم بمذاهب العلماء :الامام ابی جعفر الطحاوی فی شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۳۰۹ امر به رسول الله ﷺ من تسکین الاطراف فی الصلوة وهذا القول الذی بینا فے هذا البیان قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالیج ۱ ص ۳۰۹ قبیل باب المرور بین ید المصلے۔وذکر فی مختصر الطحاوی وشرحه فتاوی فی الفقه الحنفی :قال ابو جعفر :ویسقبل باصابع رجله الیمنی القبلة کما یفعل فی السجود ثم یسبط کفیه علی

رکبتیه وینشر أصابعه ولا یشیر بشئ منها وذلک کما فی حدیث وائل بن حجر رضی الله عنه ان النبی ﷺ لما جلس افترش رجله الیسریٰ ووضع یده الیسریٰ علی فخذه الیسریٰ ویده الیمنی علی فخذه الیمنی وقال الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ وینشر اصابعه کما ینشرها فی السجود والرکوع ولا یشیر بشیء منها، لقوله ﷺ کفوا ایدیکم فی الصلوة واسکنوا فی الصلاۃ۔ ج ۱ ص ۶۲۸، ۶۲۹ مکتبة الکریمیه کوئٹه۔

والحدیث اخرجه الترمذی فی باب کیفیة الجلوس فے التشهد بسنده عن وائل بن حجر قال قدمت المدینة قلت لا نظرن الی رسول الله ﷺ فلما جلس یعنے للتشهد افترش رجله الیسرے ووضع یده الیسرے یعنے علی افخذه الیسرے ونصب رجله الیمنے قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اهل العلم وهو قول سفیان الثوری وابن مبارک وأهل الکوفة ج ۱ ص ۳۸، ۳۹ وفی کتاب الأثار لمحمد علیہ الرحمۃ (۱۱۰) محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا عن عبد الرحمٰن عن القاسم ابن عبد الرحمٰن عن ابیه عن عبد الله بن مسعود قال وقروا الصلاة یعنی السکون فیها قال محمد وبه تأخذو هو قول ابی حنیفة علیہ الرحمۃ :مترجم اردو ص ۷۵، ۷۶ وفی مسند الامام الاعظم ابو حنیفة عن حماد الی ان قال :سلمت علیک فلم ترد علی قال ان فے الصلوة لشغلاً اه ص ۹۳ والذین جاءوا بعد ابن همام علیہ الرحمۃ متوفی ۸۶۱ھ قلدوه من غیر تحقیق

وتدقیق :کالذین جائوا بعد الحاوی رحمہ اللہ فیما قال :یرفعھا عند النفی ویضعھا عند الاثبات قال العلامۃ عبد الحی فی الفوائد البھیۃ شمس الائمۃ ابو محمد الحلوائی متوفی ۴۵۳ھ صاحب حدیث فی الباطن انہ یتاھل فی الروایۃ، قلدوہ من غیر تحقیق من ای دلیل لہ فی ذلک المقال فقط واللہ اعلم۔

پیر طریقت رہبر شریعت الحاج مولوی محمد روشن کوکاروی،
سابق صدر گورنمنٹ دار العلوم سیدو شریف، سوات۔

یا اللہ جل جلالہ　　ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ　　یارسول اللہ ﷺ

مسئلۃ الاشارۃ بالسّبابۃ

فقیر سید احمد علی شاہ
حنفی ترمذی سیفی

جامعہ امام ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ، فقیر کالونی، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

غدامذهب النعمان خیر المذاهب　　کالقمر الوضاح خیر الکواکب

تفقه فی خیر القرون مع التقیٰ　　فمذهبه لاشک خیر المذاهب

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشارہ سبابہ یعنی تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا حنفیوں کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ جواب تفصیل سے بیان کیجئے بینوا وتوجروا۔　　المستفتی : مولانا زین العابدین، ضلع سوات شموزئی نیررنگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب :ومنه الصدق والصواب۔ الحمدللہ الذی خلق الانسان وعلمه البیان والصلوٰۃ والسلام علی سید الانس والجان وعلی آله واصحابه الذین هم نجوم الهدایة والعرفان امابعد!

حمد وصلوٰۃ کے بعد اولیاء کرام کا خادم فقیر سید احمد علی شاہ عرض پرداز ہے کہ استدلال کرنے والا مجتہد ہوگا یا مقلد اگر مجتہد ہوگا تو وہ استدلال کرے گا قرآن مقدس سے یا سنت رسول ﷺ سے یا اجماع یا قیاس سے جو ان تمام سے مستنبط ہے اور اس کی تفصیل اصول فقہ شریف میں مذکور ہے اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر استدلال کرنے والا مقلد ہو تو اس کی دلیل اپنے مجتہد کا قول ہوگی جیسا کہ صاحب کشف المبہم نے ص ۱۱ میں اپنے اس قول میں کہا ہے۔ "**واما المقلد فمستنده قول مجتهده۔الخ۔**" ترجمہ : اور جو مقلد ہے تو اس کا استدلال اپنے مجتہد کا قول ہوگا۔

شرح طریقہ محمدیہ ج ۲، ص ۶۵ کے مؤلف لکھتے ہیں **ولذا کان دلیل المقلد هو**

قول المجتهد الخ ایضا۔ ج ۱، ص ۲۵۴، ج ۱، ۱۴۷،، ج ۲ ۱۰۱۲ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔

(ترجمہ) اورس لئے کہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہے۔

جب تمہیں مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ مقلد کی دلیل صرف اور صرف اپنے مجتہد کا قول ہوتا ہے پس جاننا چاہئے کہ اگر تعارض تمہیں معلوم ہو جائے نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تو مقلد کی دلیل فقہاء کا قول ہے کیونکہ ان کا قول وہ نص سے ہوگا اور وہ اپنے علم کے مطابق نص سے استنباط کرے گا کیونکہ احکامات کا نصوص سے نکالنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا کیونکہ اگر کوئی نص ہو تو اس نص کا دوسرا نص معارض ہوگا کہ یا اس کے لئے کوئی تاویل یا تخصیص ہوگی یا اس کے لئے کوئی ناسخ وغیرہ ہوگا اس قبیلہ سے جو خاصہ مجتہد کا ہوگا اور مقلد کے خیال کی رسائی اس کی طرف ممکن نہیں ہے تو یہ نص کے مقابل میں رائے پر عمل کرنا ہے جیسا کہ بریقہ شرح طریقہ محمدیہ نے اپنے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں

ولذا کان دلیل المقلدهو قول المجتهد لاالنصوص اذا استخراج الاحکام منها لیس الا منصب المجتهد وقد قالوا اذا تعارض النص وقول الفقهاء یؤخذ بقول الفقهاء اذا یحتمل کون النص اجتهادیا وله معارض قوی وتاویل وتخصیص وناسخ وغیرها ممایختص بمعرفته المجتهد وان ذالک کالرائے فی مقابلة النص الخ (بریقة، ج۱، ص۶۵)

ترجمہ :اور مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتا ہے نہ کہ نصوص کیونکہ احکامات کا نکالنا یہ مجتہد کا مرتبہ ہے نہ کہ دوسرے کا اس لئے کہا گیا ہے کہ جب نص اور فقہاء کے قول کے

درمیان تعارض واقع ہو جائے تو فقہاء کا قول لیا جائے گا۔ کیونکہ نص اجتہادی یا اس کے مقابل میں قوی دلیل ہو یا وہ تاویل کے باب سے ہو یا تخصیص اور ناسخ کے قبیل سے ہو وغیرہ تو اس کا جاننا مجتہد کا کام ہے یہ اس کے ساتھ خاص ہے اگرچہ ان کی رائے مقابلہ نص میں واقع ہو۔''

اور اسی مؤلف بریقہ نے ذکر کیا ہے :**وکان احتجاج المعترض بالحدیث کان رایا فی مقابلة النص وترجیح المرجوح علی الراجح وقد کان دلیل المقلد ھو قول من قلدہ لاغیر وان الاحتجاج ھو منصب الاجتھاد۔الخ (بریقة، ج ۲،ص ۱۰۱) وایضا، ج ۱، ۷، ۱۴، ۹۱)**

''اور جب احتجاج معترض کا حدیث سے ہو اور رائے نص کے مقابل میں ہو اور مرجوح کی راجح پر ترجیح ہو تو مقلد کی دلیل اسی کی ہوگی جس کی وہ تقلید کرتا ہے کیونکہ احتجاج اجتہاد کے قبیلہ سے ہے۔

آگے لکھتے ہیں ”**وان ادلة المقلد لیست الاقول المجتھد ولھذا اذا ظھر التعارض بین اقوال الفقھاء وبین آیات وحدیث فیقدم قول الفقھاء لان معرفة علی وجه التحقیق لمجتھد فلعل لتلک الآیة مثلاً معارضاً او مخصصا او تاولاً او ناسخًا اطلع علیه المجتھد ولم تطلع انت الخ۔**

(بریقہ ص ۲۵۴ ج ۱)

اور کیونکہ مقلد کے دلائل مجتہد کے دلائل کی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ وہ مجتہد کا قول ہوتا

ہے اس لئے جب اقوال فقہاء اور آیت وحدیث کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فقہاء کے قول کو مقدم رکھو گے کیونکہ اس کا جاننا اور تحقیق مجتہد کے لئے ہے تو شاید وہ آیت معارض ہو گی یا مخصص یا اس میں تاویل ہوگی یا اس کے لئے ناسخ ہوگی جب کہ مجتہد کو اس پر اطلاع مل گئی ہوگی اور تمہیں اس کی اطلاع نہ ہو'' اور مقلد اپنے مجتہد کے قول سے خروج نہیں کرے گا جیسا کہ اس کو امام شعرانی نے اپنی کتاب میزان شعرانی میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ ''**ومن شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامه الخ**''

مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے نہ نکلے اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ اپنے مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے اور اس پر جزماً یقین رکھے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

اور اسی بات کو امام شعرانی اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں۔ ''**فیجب علی کل مقلد ان لا یعترض علی قول مجتھد الی ان قال وکذالک یجب علیه الاعتقاد الجازم بان ذالک الامام علی ھدی من ربه فی ذالک**''(میزان الکبریٰ ص ۵۹ ج ۱) تو ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے آگے لکھا ہے اور اس طرح اس پر پختہ یقین واجب ہے کہ وہ امام اس مسئلہ میں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

آگے امام شعرانیؒ نے مزید لکھا ہے ''**فاعتقادک یا اخی الصحة فی کلام ائمة الھدی واجب علیک الخ**''

تو اے میرے بھائی ہدایت کے اماموں کے کلام کی صحت پر یقین رکھنا تو واجب ہے اور مقلد کو یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں الجھے اور اسی بات کو مؤلف تفسیر احمدی لکھتے ہیں ''**ولیس للمقلدان ینازع المجتهد فی حکمه الخ** (تفسیرات احمدیہ ص۲۰۹)

اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے اور کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے اور نہ ان کے کلام میں طعن کرے کہ وہ اللہ کی شریعت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولوالامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطاً کی نسبت کی تو اس نے شارع علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت کی کیونکہ شارع نے اس کے حکم کو ثابت کیا ہے۔

اور اسی بات کو صاحب میزان شعرانی نے اپنی کتاب ''میزان الکبریٰ'' میں یوں لکھا ہے ''**لا ینبغی لاحد قط ان یخطئ مجتهد اا ویطعن فی کلامه لان الشرع الذی هو حکم اللہ تعالیٰ قد قرر حکم المجتهد فصار شرع اللہ تعالیٰ بتقریر اللہ تعالیٰ ایاہ فکل من خطأ مجتهد ابعینه فکانه خطأ الشارع فیما قررہ حکماً الخ**'' (میزان الکبری ص ۲۶)

کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ مجتہد کو مخطی سمجھے یا اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ وہ شرع اللہ کا حکم ہوتا ہے تو مجتہد کا قول قرار پا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے شرع اللہ کا ہوا خاص اس کے لئے تو مجتہد کو بعینہ خطاوار سمجھا تو گویا اس نے شارع کو خطاء وار سمجھا اس نے

اس کے حکم کو مقرر کیا ہے۔

اشارہ بسبابہ تشہد میں تحقیق

جاننا چاہئے کہ ہمارے ملک کے علماء کرام اس مسئلہ ''اشارہ'' میں مختلف ہیں بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اشارہ سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے اس وجہ سے دونوں میں افراط وتفریط ہوئی ہے وہ ایسا ہے کہ اشارہ شہادت کی انگلی سے بہت سی احادیث اور بے شمار روایات میں مختلف کیفیات کے ساتھ وارد ہے تو اس وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے علماء اس کی سنت کی طرف گئے ہیں لیکن امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی سنت اشارہ منقول نہیں نہ قولاً اور نہ فعلاً یا ان احادیث کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یا بوجہ اختلاف جو کہ متن میں واقع ہے جو موجب ہوا اضطراب کا جو توقف کو مؤجب بناتا ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہیں تو کتب ستہ (للامام محمد بن حسنؒ) جو مسمی ہیں ظاہر المذہب اور ظاہر الروایۃ کے ساتھ تو یہ اشارہ شہادت کی انگلی کے ساتھ تعرض سے خالی ہیں اور متون جو وضع کئے گئے ہیں مذہب کے نقل کرنے میں وہ سبھی خالی ہیں اور اس بات سے کہ اشارہ سنت ہے۔ یہ کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کہ ظاہر الروایت کی کتابیں جب ساکت ہیں اشارہ شہادت کی انگلی سے تو یہ نفی اشارہ کے لئے دلیل کس طرح ہوسکتی ہیں؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ علماء اصول فقہ نے اقسام بیانات میں ذکر کیا ہے کہ حاجت کی جگہ سکوت بیان کے لئے بیان ہے۔ جیسا کہ شفیع کا ساکت ہونا علم البیع کے وقت شفع کی طلب سے تو یہ دلیل تسلیم کی ہے اور صاحب شرع کا ساکت ہونا جس وقت وہ دیکھے اور اس کی طاقت اس کے منع پر بھی

ہواور یا حکم بھی دے سکتا ہو تو یہ دلیل ہے کہ وہ کام جائز ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ثبوت اشارہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول نہیں ہے لیکن ثابت ہوا صاحب اشارہ سے تو مؤمن کے لئے جائز ہے کہ وہ اعتراض کرے عما ثبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ کام مجتہد کا ہے اور ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے استخراج کی طرف ان کی طرح اور مجتہد کی دلیل کتاب وسنت اجماع صحابہ اور قیاس ہے ۔اور جو مقلد ہے دلیل اس کی مجتہد کا قول ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ایک حدیث حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام محمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے جس سے اشارہ تشہد میں ثابت ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ فرمایا ہے۔

وبصنع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ناخذ هذا قولی وقول ابی حنیفة علیہ الرحمہ کہ ہم حضور ﷺ کے کرنے سے اس پر عمل کرتے ہیں یہ میرا اور امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے لیکن یہ روایت ظاہر الروایت میں مندرج نہیں ہے تو انکی کتب کا مقابلہ ظاہر الروایات کے ساتھ روایت مع المذھب کا ہے پس لازم ہے مفتی مقلد پر کہ وہ مذہب پر فتویٰ دے نہ کہ روایت پر۔

محقق ابن عابدین شامی نے فرمایا ہے ”**کل ما یخالف ظاهر الروایة فهو دلیل رجوع الامام عنه فلا ینبغی ان یفتی به وان العمل والافتاء بالاقوال الضعیفة والروایات المرجوحة جهل وخرق الاجماع**۔

جو روایت ظاہر الروایت کی مخالف ہو تو وہ امام کے اس سے رجوع کی دلیل ہے تو

اس کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ اس پر فتویٰ دے کیونکہ عمل اور افتاء دینا اقوال ضعیفہ اور مرجوحہ روایات پر اجماع کو توڑنا ہے تو احناف کے معمولات میں سے یہ ہے کہ وہ عدم اشارہ پر فتویٰ دے کیونکہ مقلدین کی کتب مختلف ہیں اشارہ کے کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں لیکن اشارہ کی ممانعت فتویٰ مضبوط کے ساتھ پیوست ہے۔

دیکھو فتاویٰ عالمگیری وہ لکھتے ہیں ”**نقلاً عن الخلاصة وعلیه الفتوی کذا فی المضمرات ناقلاً عن الکبری وکثیر من المشائخ لا یرون الاشارہ** (ص ۴۷ ج ۱) **وقال فی در المختار** ”**الاعتماد علی ما علیه الجم الغفیر المختار انه لا یشیر وهو المختار**“ (خلاصۃ ص ۵۵ در المختار، ص ۸۰ ج ۲)

خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہیں اور اس پر فتویٰ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے وہ کبریٰ سے نقل کرتے ہیں اور زیادہ مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے اور شامی میں ہے کہ جم غفیر کا اعتماد اس پر ہے کہ وہ اشارہ نہیں کرتے تھے اور یہ بات انہوں نے پسند کی ہے۔

اور ایسا ہی فتویٰ غوثیہ میں اشارہ کے نہ کرنے کو مختار کہا ہے۔ وہ کتابیں جن میں اشارہ سبابہ (انگلی) سے منع لکھا ہے وہ یہ ہیں شرح الیاس ص ۱۲۸، ج ۱۔

فتاویٰ قاضی خان سراجیہ ص ۱۱ نے مکروہ کہا ہے اور شیخ بدالدین سرہندی نے اس کو مذہب امام ابوحنیفہؒ میں حرام اور منع لکھا ہے۔

اگر ان دونوں روایتوں کو برابر تسلیم کیا جائے تو بھی اشارہ کا ترک کرنا بہتر ہے (در المختار ج ۱ ص ۴۵۰) کے اس قول کے مطابق **اذا تردد الحکم بین السنة والبدعة**

کان ترک السنة اولیٰ ۔جب کسی حکم میں سنت اور بدعت کے درمیان تردد واقع ہو جائے تو اس سنت کو ترک کرنا بہتر ہے اور بہتر بیان مجدد الف ثانیؒ امام ربانی کا ہے ۔(ج ۲ ص ۲۱۶ مکتوبات)

(نوٹ) حدیث اشارہ خبر واحد ہے اور خبر واحد علماء اصول کے نزدیک مشروط ہے دس شرائط پر پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عام حادثہ کے مخالف نہ ہوگی اور اشارہ کے اثبات والی حدیث عام حادثہ کے مخالف ہے پانچ وقت نماز کے لئے ہر وقت حاضر ہونا ضروری ہے اور دوسرے ساتھی بھی حاضر ہوتے ہیں تو وہ کچھ نہیں کہتے اور صرف ایک صاحب کہتا ہے یہی بات شرح العقائد نے لکھی ہے ۔(ص ۸۱، ۴۴) اور اشارہ اس لئے نہیں کرنا چاہئے کہ تمام احادیث اشارہ کے اثبات والی وہ تمام کی تمام مضطرب ہیں بغیر امکان توفیق کے اور مضطرب کے متعلق حکم یہ ہے کہ یہ احادیث موقوف العمل ہیں تو ایسا ہوا کہ اس دنیا میں یہ احادیث موجود نہیں ہیں ۔"وان وقع فی الاسناد او المتن اختلاف من الرواة بتقدیم وتاخیر او زیادة ونقصان او ابدال راوٍ مکان راوٍ آخر او متن مکان متن او تصحیف فی اسماء السندا واجزاء المتن او باختصار او حذف ومثل ذالک فالحدیث مضطرب الخ"

مقدمة المشکوة لشیخ عبدالحق الدهلوی (ص ۲) فان امکن الجمع فبها والافالتوقف (مقدمة الشیخ المذکور۔)

(ترجمہ) اگر اسناد یا متن میں راویوں کا اختلاف ہو یا اس کی تقدیم یا تاخیر یا

زیادت وکمی یا ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی یا متن کی جگہ متن یا اسماء السند میں تصحیف یا متن کے اجزاء میں یا اختصار وحذف میں یا ان جیسا تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے مقدمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی بات لکھی ہے اور اگر دونوں کا اکٹھا ہونا مناسب ہو تو ٹھیک ہے اگر دونوں کو اکٹھا کرنا مناسب نہ ہو تو پھر اس میں توقف ہے۔

اضطراب کی وجوہات

پہلی وجہ :قبض اصابعه کلها (الحدیث) (حدیث ابن عمر موطاء امام مالک ص ۹۶ وموطا محمد ص ۱۰۸) تمام انگلیوں کو بند رکھے۔

دوسری وجہ :وقبض ثنتین وحلقه (الحدیث) ابو داؤد، دارمی ثم مشکوٰۃ ص ۷۷) یعنی دو انگلیوں کو بند رکھے اور باقی انگلیوں سے حلقہ بنائے۔

تیسری وجہ: ترپین کا عقد بنائے ۔(حدیث ابن عمر و مسلم ثم المشکوٰۃ ص ۷۷)

چوتھی وجہ: تنیس کا عقد بنائے۔ (حدیث ابن زبیر مسلم ثم المشکوٰۃ ص ۷۷)

پانچویں وجہ :مدمر فقه الایمن علی فخذه الیمنیٰ (الحدیث حدیث وائل بن حجر ابو داؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص ۷۷) دائیں کف کو کھینچے دائیں ران پر۔

وضع کفه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ (موطاء امام مالک ص ۹۶ وموطاء امام محمد ص ۱۰۸) دائیں کف کو دائیں ران پر رکھنا۔

چھٹی وجہ یہ ہے وضع ابهامه علی اصبعه الوسطی (حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ) ابن ماجہ والمشکوٰۃ ص ۷۷)

انگوٹھے کو درمیان والی انگلی پر رکھنا۔

ساتویں وجہ یہ ہے یحر کھا (حدیث وائل بن حجر ابو داؤد دارمی مشکوٰۃ) کہ اس سبابہ انگلی کو ہلائے۔ اس میں اثبات دوام تجددی حرکت ہے۔ لا یحر کھا (ابن زبیر ابو داؤد، نسائی مشکوٰۃ ص ۷۷) کہ اس انگلی کو نہ ہلائے اس حدیث میں نفی دوام تجددی حرکت ہے اور ان وجوہات کی بنا پر ان روایات کی موافقت ممکن نہیں ہے۔ مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے حکم کیا ہے کہ اشارہ بسبابہ کی تمام احادیث مضطرب ہیں۔ (مکتوبات ص ۳۱۲)

مولانا بحر العلوم عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہہ الاخوان میں لکھا ہے کہ اشارہ کے بارے میں احادیث تشہد میں مشکوٰۃ شریف ص ۸۵ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن زبیر اور وائل بن حجر اور پھر عبد اللہ بن زبیر فصل ثانی اور نافع سے مختلف روایات ذکر ہیں اور کیفیت اس کی پانچ یا سات طور ہیں تو تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱ میں فرمایا گیا ہے حضرت انسؓ کی روایت میں "**قال الحمیدی قولہ و انما یو خذ بالآخر فالا خر من فعل النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ھذا لفظ البخاری و کذافی البخاری** (ص ۹۶) حمیدی نے فرمایا اس کا قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل سے اخذ کیا جاتا ہے اور وہ آخری فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو یہ بخاری کے الفاظ ہیں تو حاصل یہ ہوا کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے "**ان الذی یجب بہ العمل ھو ما استقر علیہ آخر الامر من النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و ما کان قبلہ من ذالک مرفوع الحکم و ھو الذی ذھب الیہ ابو حنیفہ و الشافعی**

والثوری وجمھور السلف رحمۃ اللہ علھیم اجمعین (بخاری شریف، ج ۱ ص ۲۶ حاشیہ ص ۲) و کذا قال اشعۃ اللمعات (ترجمہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۸۸)

"وعمل کردہ نمی شود مگر بہ آخر پس از فعل پیغمبر کہ ناسخ فعل اول است"

و کذا ص ۲۱۹ عمدۃ القاری للعینیؒ الجزء الخامس"۔ وہ جس پر عمل واجب ہے تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری حکم ہے اور اس سے جو پہلا حکم ہو اس کا حکم اٹھایا جاتا ہے اور اس بات کی طرف امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام ثوری اور جمہور سلف گئے ہیں اور اشعۃ اللمعات میں بھی ایسا ہی فرمایا گیا ہے کہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل پر ہوگا اور وہ فعل اول کا ناسخ ہے ایسا ہی عمدۃ القاری میں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل سے اشارہ کے متعلق معلومات کسی کو حاصل نہیں ہیں تو اس وجہ سے فقہاء اور اکابرین کے درمیان اشارہ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اس کو مکروہ کہتے اور بعض اس کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ ظہیری اور خلاصۃ الفتاویٰ اور عتابیہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و جامع المضمرات وغیرہ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری ص ۵۸ میں ذکر ہے کیا گیا ہے "**والمختار انہ لا یشیر و علیہ الفتویٰ و کثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ و کرھھا کذافی التبیین**"

مختار یہ ہے کہ اشارہ نہیں کرنا چاہئے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بہت سے مشائخ اشارہ کو سنت نہیں جانتے تھے اور اس کو مکروہ جانتے تھے ایسا ہی تبیین میں لکھا ہے تو یہ اختلاف

کیفیت اشارہ میں صحابہؓ سے بھی ہے اور ایسا ہی اختلاف اکابر علماء سے کیفیت کے بارے میں ہے تو تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے اس لئے کہ صلوۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عام ہے اور حادثہ بھی عام ہے اور ہر صحابی کی روایت میں کیفیت کی خصوصیت نہیں ہے مگر یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

قال فی فصول الشاشی "ومن صور مخالفته الظاهر عدم اشتهار الخبر فیما یعم به البلویٰ فی الصدور الاول والثانی فاذا لم یشتهر الخبر مع شهرة الحاجة وعموم البلویٰ کان ذالک علامة عدم صحة (ص۷۷) فصول الشاشی وهو مختار ابی حسن الکرخی من اصحابنا المتقدمین وهو مختار المتاخرین منهم (فصول الشاشی ص ۲۷۲)

فصول شاشی میں ہے ظاہر کی مخالفت کی شکل یہ ہے کہ جہاں عام بلویٰ ہو اور خبر کی شہرت نہ ہو پہلے اور دوسرے زمانوں میں اور جب سخت حاجت اور بلویٰ کے ساتھ بھی خبر کی شہرت نہ ہو تو یہ عدم صحت کی علامت ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ یہ ابی الحسن کرخیؒ کی متقدمین میں سے مختار روایت ہے۔ اور متاخرین میں سے بھی یہ اختیار کیا گیا ہے۔ اور ایسا ہی مولوی علی الحسامی ص۲۹۱ نے لکھا ہے **"حتی لو کان ورودہ فیما یعم به البلوی یعنی ورود الخبر الواحد لا یقبل لان خبر النبی صلی الله علیه وآله وسلم فیما به البلویٰ لو یقتصر علی مخاطبة الاحاد بل یلقیه الی عددٍ قد یحمل به التواتر فی الشیاعة**

یشتهر علم انه سهو او منسوخ"

(مولوی شرح حسامی ص ۲۹۰ حاشیه ۱، وکذا ص ۹۱)

یہاں تک کہ عموم بلویٰ میں وہ وارد ہو یعنی خبر واحد کا ورود ہو تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث اس معاملہ میں جہاں بلویٰ ہو تو خبر واحد پر اقتصار نہیں کیا جائیگا بلکہ وہ کئی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ جن کے شائع ہونے میں تواتر حاصل ہوا اور انکا جاننا مشہور ہو تو وہ یا سہو میں سے ہوگا یا منسوخ ہوگا۔

اختلاف صحابہ اشارہ کی کیفیت کے بارے میں ثبوت ہوا خبر واحد کے لئے اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے اگر بعض صاحبان یہ کہیں کہ تعدد خبر واحد میں نقل کے طریقہ سے یہ شہرت پیدا کر دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد میں تعدد خبر کو مشہور بنا دیتا ہے لیکن جب کیفیت واحدہ میں ہو اور جب کیفیت مختلف ہو اور وہ احادیث مذکورہ کیفیت میں مختلف ہو تو ہر ایک کیفیت اپنے ہاں الگ الگ خبر واحد بنا اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے تو ثابت ہوا اشارہ کا ترک ہونا۔

تو مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے مکتوبات حصہ اول میں لکھا ہے **"بحث الاشارة فعلی المنکرین ان یطالعها"**۔ اشارہ سبابہ انگلی سے مذہب حنفی میں حرام ہے جیسا کہ قول خلاصہ کیدانی ہوا "والاشارۃ بالسبابۃ ای حرام" یعنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا حرام ہے **"کاهل الحدیث الذین لا یفرقون بین الناسخ والمنسوخ والراجح والرجوح ویغفلون من المعنی الفقهی فیقع لهم الغلط کثیرا"**۔

یعنی اہل حدیث وہ ہیں جو فرق نہیں کرتے ناسخ اور منسوخ کے درمیان یعنی اشارہ کی احادیث منسوخ ہیں یا مرجوح ہیں اور عمل مرجوح یا منسوخ پر حرام ہے جیسا کہ علامہ شامی نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ اہل حدیث کا یہ ہے کہ وہ فقہ کے معنیٰ سے غافل ہیں یعنی علت کو نہیں جانتے اور اشارہ کی علت ابتداء اسلام میں یہ تھی کہ اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے اور اعضاء سے توحید کی طرف اشارہ کیا جائے اب اسلام مضبوط ہے تو اس کی حاجت نہیں اور ابتداء اسلام میں نماز کے اندر سلام اور کلام جائز تھا تو اشارہ بھی ثابت تھا اب سلام کلام منسوخ ہے تو اشارہ بھی منسوخ ہے تو ضد سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ہم حق کو دیکھیں گے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ ملا علی قاری نے خلاصہ کیدانی پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ صاحب خلاصہ کیدانی نے اپنی کتاب میں ایک بات ذکر کی ہے جیسا کہ ڈھول میں آواز پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو حرام کہنا ناجائز ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صاحب خلاصہ کیدانی کی بے ادبی ہے اگر خلاصہ کیدانی معتمد کتاب نہ ہوتی تو میر سید السند الجرجانی اس پر شرح کیوں لکھ دیتے اور دوسری کتاب یعنی شرح علامہ تفتازانی کی نہ ہوتی اس لئے کہ وہ بھی بہت بڑے عالم ہیں اور اس نے خلاصہ کیدانی کی شرح لکھی ہے کہ اس کا نام سعدیہ شرح خلاصہ کیدانی ہے اور ان دونوں علماء نے اس مسئلہ کا رد نہیں لکھا ہے اور دوسری بات حضور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حرام کہنا نسخ کے بعد ہے اور یا ترجیح کے بعد ہے نہ کہ مطلق اگر آیت منسوخ ہو جائے تو اس

پر بھی عمل کرنا حرام ہے اور فقہ کی بہت سی کتابوں میں مکروہ اور حرام بھی کہا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ذکر کیا ہے "**قیل یشیر وقیل لا یشیر والمختار لا یشیر**" کسی نے کہا ہے کہ اشارہ کیا جائے اور کسی نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے لیکن مختار یہ ہے کہ اشارہ سبابہ انگلی سے نہ کیا جائے۔ اور فتاویٰ عالمگیری چار سو علماء نے اتفاق سے مرتب کیا ہے اور آٹھ سال میں مرتب ہوئی اور اس وقت اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اور بہت سے فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ اشارہ نہ کرے جیسا کہ صاحب تنویر الابصار نے لکھا ہے "**ولا یشیر بالسبابة عند التشهد وعليه الفتوىٰ**" (**تنویر الابصار والدر المختار ج ۱ ص ۲۴۲ هندیه ج ۱ ص ۱۵۰، بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۴، شبلی ج ۱ ص ۱۲۱**)

تشہد کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کریں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جامع الرموز میں بھی لکھا ہے کہ "اشارہ نہیں کرنا چاہئے اسی پر فتویٰ ہے۔"

صاحب واقعات نے لکھا ہے: "**ان الاشارة حرام**" بے شک اشارہ حرام ہے۔ **وعليه الفتوىٰ** اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحب غرائب نے بھی لکھا ہے "**والصحیح ان الاشارة حرام**" کہ صحیح یہ ہے کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔

"محیط میں بھی لکھا ہے کہ "اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ" خلاصة الفتاوىٰ میں لکھا ہے "**المختار انه لا یشیر**" مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے۔

فتاویٰ غیاثیہ میں بھی لکھا ہے ”**ولا یشیر بالسبابة عند التشهد وھو المختار وعلیه الفتویٰ**“، تشہد میں سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے یہ قول مختار ہے۔

تارتارخانیہ میں لکھا ہے کہ ”اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے“۔

زاھدی میں لکھا ہے ”**لا یشیر وعلیه الفتویٰ**“

مفاتیح الجنان میں بھی لکھا ہے ”**لا یشیر وعلیه الفتویٰ**“

منظومہ نامی کتاب میں لکھا ہے ”**ولا شک فی تحریمه**“ کہ اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں۔

تومعلوم ہوا کہ اشارہ کرنا نماز میں منع ہے مذہب حنفی میں اب اگر کوئی امام صاحب کا مذہب چھوڑ دے تو امام صاحب قیامت کے دن اس کو گلے سے پکڑیں گے کہ تم نے میرا مسلک کیوں چھوڑ دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ”**من اشار بالسبابة فهو مِن الخاطئین**“ (**بحوالہ مفتاح القلوب فی بیان السلوک ص ۳۴**)

جس نے سبابہ انگلی سے اشارہ کیا تو وہ خطا کاروں میں سے ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اشارہ نہیں کیا ہے۔

ان مقدس حضرات سے بھی اشارہ منقول نہیں ہے کہ ان حضرات نے بھی اشارہ کیا

ہے اگر یہ زیادہ ضروری ہوتا تو یہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب تھے اور دوست تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اشارہ نہیں فرمایا ہے۔

اگر کوئی یہ پوچھے کہ شیطان اس پر خفا ہوتا ہے تو شیطان منسوخ کام کے چھوڑنے پر خفا ہوتا ہے نہ کہ منسوخ کام کے کرنے پر اور شیطان کو اس پر بھی خفا کیجئے کہ اشارہ کو ترک کردو اور تہجد سے بھی اس کو خفا کیا جائے نماز اشراق پر نماز ضحیٰ پر اور کم کھانے پر بھی خفا کرو اور سنت کے بعد دعاء پر بھی اس کو خفا کرو۔ اس طرح نماز جنازہ کے بعد دعاء اور عمامہ پر اس کو خفا کرو تو ان میں سے کوئی بھی کام نہ کریں گے اور منکر کے زعم میں کہ شیطان اس کے کرنے پر خفا ہوتا ہے یہ پہلے کی بات ہے کہ ابتدا اسلام میں وہ خفا ہوتا تھا لیکن جب اشارہ منسوخ ہوا تو اب اس کے کرنے پر خوش ہوتا ہے۔

تو میرے بھائی جب امام صاحبؒ نے کوئی کام نہیں کیا ہو اور خلفاء راشدینؓ نے بھی چھوڑ دیا ہو تو اگر یہ اشارہ سنت ہوتا تو یہ حضرات کرتے اور یہ بھی کسی کو گمان نہیں کرنا چاہئے کہ میں مانکی خیل ہوں یا مانکی شریف کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں ہم تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اس مسئلہ میں میں نے بہت تحقیق کی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اشارہ منع ہے۔ اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلویؒ نے بھی اشارہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کئے ہیں (جامع الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۳ حصہ چہارم المعروف انوار شریعت)

فقہ شریف کی کتابوں میں درج ہے کہ تمام اعضاء کعبہ شریف کی طرف کرنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”**قد اَفْلح المؤمنون الذین هم فی صلوتهم**

خاشعون ای ساکنون بالجوارح خائفون بالقلب'' (تفسیر مدارک)

تحقیق کامیاب ہیں مومنین جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔ تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اعضاء کو آرام سے رکھتے ہیں اور دل سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے دوستوں نے اشارہ نہیں کیا ہے اور نہ پسند کیا ہے جیسا کہ یہ قول ہے **''کثیر من المشائخ لا یرون الاشارة الخ''** (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴) بہت سے مشائخ نے اشارہ کو پسند نہیں فرمایا ہے۔ (زیلعی ج ۱ ص ۱۲۱ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲۹ شبلی ج ۱ ص ۱۲۰ رسالہ فتح التردد ص ۱۲۱، ص ۱۲۴ ص ۱۲۵، ص ۱۴۲) **''فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین الخ'' (شامی ج ۱ ص ۴۸ ص ۴۹ ومکتوبات مجدد الف ثانی ص ۲۱۲)**

اگر وہ اختلاف کریں تو اکثر علماء کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مخزن الاسلام میں باب الحرمات میں فرمایا ہے کہ ''اشارہ سبابہ سے یہ مذہب شافعیؒ ہے اور یہ فعل حنفیوں پر حرام ہے''۔

فوائد شریعت ص ۹۶ میں ہے کہ ''اشهد ان لا الہ الا اللہ کے وقت اشارہ کرنا سبابہ انگلی سے حرام ہے اور یہ مذھب امام شافعی کا ہے'' تو میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بہت بسط اور تفصیل کی ضرورت ہے لیکن میں اس کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں اس لئے کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ **خیر الکلام ماقل ودل ولم یمل** اشارہ کی حرمت کے بارے میں صرف خلاصہ کیدانی نے اکیلے نہیں لکھا ہے بلکہ تقریباً ایکسو بیس ۱۲۰ کتابوں میں

حرمت و کراہت کا بیان موجود ہے اور جن کتابوں میں مستحب لکھا ہے تو انہوں نے روایت کو لیا ہے اور روایت میں مستحب لکھا ہے اور جو حرام کہتے ہیں تو وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے اس لئے کہ مذہب حنفی میں نہیں ہے۔

شرع وقایہ کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے **''ومثل هذا جاء عن علماء نا ایضا عند الشافعی الخ''** عن روایت کے لئے آتا ہے اور عند مذہب کے لئے آتا ہے تو یہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہے جو اس نے ذکر کی ہے **''وهو قول ابی حنيفة''** اس لئے کہ قول اور روایت مذہب کے مقابل ہے۔

خلاصہ کیدانی میں لکھا ہے۔ **''والاشارة باالسبابة کاهل الحديث''** یعنی کاف علت کے لئے ہے معنیٰ یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اس لئے کہ اہلحدیث اس منسوخ روایت پر عمل کرتے ہیں اور کاف تشبیہی نہیں اور یہ معنیٰ خلاصہ کیدانی کی شروح جیسا کہ بدریہ اور میر سید السند سے معلوم ہوتا ہے یہ حضرات اہل حدیث کی تشریح کرتے ہیں۔ **''الذین یعملون بظاهر الحديث ولا يفرقون بين الناسخ والمنسوخ فيقع لهم الغلط كثيراً''** تو اس قول کی بنا پر جو اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مجتہد کی طرف نہیں جاتے۔

مولانا شیخ القرآن حمد اللہ صاحب نے البصائر میں ذکر کیا ہے **''الاخذ بظواهر الکتب والسنة من اصول الکفر''** (البصائر ص ۵۲، صاوی تنویر الایمان) کتاب اور

سنت کے ظاہر سے مسائل اخذ کرنا اصول کفر سے ہے۔ تو جب احادیث اشارے کی منسوخ یا مرجوح ہوگئیں بنا برقول میر سید السند تو منسوخ یا مرجوح پر عمل کرنا حرام ہے تو اس لئے صاحب خلاصہ کیدانی نے حرام کہا ہے۔

اب اگر کوئی اپنے آپ کو حنفی کہے اور اشارہ کرے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ محض بغض اور حسد ہے (نعوذ باللہ)

ابو داؤد شریف میں یہ حدیث ہے : **”من اشار اشارة فی الصلوة تفهم منها فليعدها۔“**

جس نے نماز میں اشارہ کیا جس سے کوئی معنی سمجھ میں آجائے تو اس نماز کو وہ دوبارہ پڑھے اور اس میں شک نہیں کہ اشارہ میں نفی، اثبات کی طرف اشارہ ہے یعنی انگلیوں کے اٹھانے میں نفی کی طرف اشارہ ہے کہ ”لا الہ“ ہے اور نیچے کرنے میں اثبات کی طرف اشارہ ہے جو ”الا اللہ“ ہے تو یہ معنیٰ سمجھ میں آسکتا ہے تو پھر اعادہ کرنا چاہئے تو اس لئے حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں ذکر کیا ہے کہ تیرہ قسم کی کیفیات کا احادیث میں ذکر ہے اور ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں تو حدیث مضطرب ہوئی تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور ہدایہ میں بھی اشارہ نہیں ہے اور ہدایہ معتمد کتاب ہے اب ہم چند کتابیں بطور حوالہ ذکر کرتے ہیں جن میں اشارہ کو حرام یا مکروہ کہا ہے (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۴) برجندی ج ۱ ص ۱۰۹، فتاویٰ سراجیہ ج ۱ ص ۵۸، زیلعی ج ۱ ص ۱۲۱، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲۹، شبلی ص ۱۲۰، رسالہ رفع

التردد ص ۱۲۱، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۳۴۲، بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۴، مجموعہ خانی ص ۶۵، تنویر الابصار ص ۲۴۲، مکتوبات شریف مکتوب ص ۳۱۲، شامی ج ۱ ص ۳۴۲، ولباب القدوری ص ۵۴، فتویٰ مالابد منہ ص ۴۶، خلاصہ کیدانی حرام کی بحث میں، خلاصہ مذیل الشبہات فی تبطیل الاشارات ص ۲، فتاویٰ برہنہ ص ۱۷ تنبیہ الضمائر علی رد الذخائر ص ۸)، مولانا شیخ القرآن والحدیث مفتی اعظم پاکستان شائستہ گل صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب الحجۃ المنذرہ فی الاسئلۃ المبتدرہ میں ص ۲ تا ۵ ” کہ اشارہ کرنا نماز میں شرعاً منع ہے بہت سی وجوہات کی بنا پر،

پہلی وجہ یہ ہے کہ معتبر کتابوں کے متون میں اشارہ کو منع کہا گیا ہے صراحتاً جیسا کہ خلاصہ کیدانی، تنویر الابصار یا تبادراً جیسا کہ کنز کا قول اور ہدایہ، قدوری ومختصر والوقایہ وغیرہ کا ”وبسط اصابعہ الخ“، انگلیوں کو کھولنا ” **والمتبادر منها انه يبسط اصابعه من اول التشهد الى آخره بدون عقد واشارة عند التلفظ بالشهادة الخ“(رسالة رفع التردد ص ۱۲۰ جامع الرموز ج ۱ ص ۱۷)ونهر ثم رساله رفع التردد ص ۱۲۵ المشهور فی المذهب بسط الاصابع بدون اشارة الخ“(شامی ج ۱ ص ۳۴۲ ولباب القدوری ج ۱ ص ۵۴)والمذهب ما فی المتون لانه ظاهر الرواية الخ (رد المحتار ج ۱، بحث ستر العورة)”فلا شارة خلاف المتون فيكون خلاف المذهب فظهر ان البسط حقيقة فيه لان التبادر الى الفهم من اقوىٰ امارات الحقيقة الخ“(مختصر المعانی۔ بحث الامر ص ۲۳۴)”فلايجوز العدول**

منه"۔متبادران میں سے یہ ہے کہ وہ تشہد کے ابتداء سے آخر تک انگلیوں کو کھلا رکھے اور اشارہ شہادت کے لفظ کے وقت کرنا چاہئے۔یہی بات رفع التردد اور جامع الرموز ونھر میں نقل ہے۔

پھر رسالہ رفع التردد میں لکھا ہے مذہب میں یہ مشہور ہے کہ اشارہ کے بغیر انگلیوں کو کھلا رکھے۔

شامی ولباب القدوری میں بھی اسی طرح نقل ہے مذہب وہ ہے جو متون میں ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہوتا ہے۔(شامی بحث ستر العورۃ) تو اشارہ متون کے خلاف ہے جو خلاف مذہب ہوا تو ظاہر ہوا کہ حقیقت میں بسط ہے کیونکہ تبادر فہم امارات حقیقت کے جاننے کے لئے بہت قوی ذریعہ ہے۔تو عدول اس سے جائز نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا لفظ "لا يشير بالسبابة عند الشهادة وعليه الفتوىٰ"(تنوير الابصار ومضمرات وفتاوى كبرىٰ ثم عالمگيرى ج ۱ ص ۱۰۵ والمنيه والواقعات ثم شبلى ج ۱ ص ۱۲۱ والوالجيه ثم جامع الرموز وابوالمكارم ج ۱ ص ۷۱ مجموعه سلطانى ص ۵۶ مجموعه خانى ص ۶۵ رساله رفع التردد ص ۱۲۰ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ وغيرها)

لفظ المتون اكد من جميع علامات الفتوىٰ الخ اذا دلت روايته بلفظ عليه الفتوىٰ لم يفت بمخالفه الخ (در مختار ج ۱ رسم المفتى ص ۵۰ وشرح رسم المفتى ص ۳۸)

تیسری وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لایشیر کے لفظ سے ہے وہ ظاہر الروایت ہے (لباب القدوری ص ۵۴ و ذخیرہ ثم کاکی ثم شبلی ج ۱ ص ۱۲۱ معراج الدرایه ثم رساله رفع التردد ص ۳۳ ص ۱۲۷ وعینی الهدایه وشرح سفر السعادت وکفایه ومکتوبات المجدد الف ثانی وغیرہ)

چوتھی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ "لا یشیر" ہے "وهو ظاهر اصول اصحابنا الخ"(جامع الرموز ج ۱ ص ۷۱) وہ ہمارے اصحاب یعنی حنفیوں کے ظاہری اصول ہیں۔ثم رساله رفع التردد ص ۱۲۴ "هذا اللفظ مرادف بلفظ ظاهر الرواية فثبتهما يكون واحداً۔فى البحر باب المصرف اذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها الخ (شامى جلد ۱ ص ۴۹)

پانچویں وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا لفظ مشہور فی المذهب فی بسط الاصابع بدون اشارة الخ (شامى ج ۱ ص ۳۴۲ ولباب القدورى ص ۵۴ وفتاوىٰ مالا بد منه ص ۴۶)

اقول فالاشارة خلاف المذهب الذى هو ظاهر الرواية وخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه والمرجوع عنه ليس قولاً له وفيه من التوشيح ان ما وجع عنه المجتهد لا يجوز الاخذ به الخ"(بحر ثم شامى ج ۱، ص ۴۶ وشرح رسم المفتى)

چھٹی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لایشیر سے ہے اور وهو المختار وہ مختار قول ہے خلاصہ

ج ۱ ص ۵۹، عالمگیری ص ۱۰۴ ،برجندی ج ۱ ص ۱۰۹ ،ابوالکلام فصل المکروہ ص ۵۸)"وامانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ الخ"(درمختار وشامی جلد ۱ رسم المفتی ص ۵۲)

ساتویں وجہ یہ ہے کہ اشارہ کی ممانعت ثابت ہے لفظ کثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ الخ سے کہ بہت سے مشائخ اشارہ کو سنت خیال نہیں کرتے تھے ۔(عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ تبیین ج ۱ ص ۱۲۱ ،ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۱ ص ۱۲۴، ص ۱۲۵)"فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثیرین الخ" اگر اختلاف دونوں اقوال میں موجود ہو تو اکثر علما کے قول پر عمل کیا جائے ۔ (شامی ج ۱، رسم المفتی ص ۴۸، ص ۴۹ ورسالہ رسم المفتی ص ۴۳)

آٹھویں وجہ یہ ے کہ : "منع الاشارۃ وکرھھا فی منیتہ المفتی کذا فی التبیین" منیۃ المفتی میں اشارہ کو مکروہ لکھا ہے ایسا ہی تبیین میں ہے (ثم عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ ،ومعراج الدرایہ ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۳ ،ص ۱۲۴ ،فتاوی سراجیہ فصل المکروہ ص ۵۸، بحر الرائق،نہر فائق ،ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اھ در مختار باب ادراک الفریضۃ ص ۴۸۱) مکروہ کو ترک کرنا سنت فعل پر مقدم ہے یعنی جب بعض علماء نے کسی چیز کو مکروہ کہا ہو اور بعض نے اس کو سنت کہا ہو تو عمل اس پر کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے مکروہ کہا ہو یہ اس پر مقدم ہے جنہوں نے اسکو سنت کہا ہو۔

نویں وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا سبب حکم نسخ الاشارۃ الخ الامام کرخی مبسوط ، محیط ،قاعدی والکرمانی وسراج الھدایۃ ثم دلائل الانارۃ ص ۱۲ ومکتوبات المجدد الف ثانی ومولوی عبد الحکیم فی شرح المراح وصاحب کل کتاب حکم بحرمۃ الاشارۃ او کراھتھا والمراد بالمنسوخیۃ عدم المعمولیۃ ولا یصح الحکم بالحرمۃ والکراھۃ مع معمولیۃ تلک الاحادیث ومن المعلومات ان العمل بالمنسوخ حرام" ہر اس کتاب میں جس میں اشارہ کی حرمت یا کراھت کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی مراد اشارہ والی احادیث کی منسوخیت ہے اور ان پر عمل نہیں کیا جاتا کیونکہ معمولیت کی وجہ سے ان احادیث پر حرمت یا کراھت کا حکم صحیح نہیں اور یہ معلومات سے ہے کہ منسوخ پر عمل حرام ہے۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ "منع الاشارۃ لفظ کان القول بعدمھا الاقویٰ من حیث النقل عن اھل المذھب الخ" (رسالہ رفع التردد ص ۱۲۸) کہ عدم والا قول قوی ہے اہل مذاہب کی نقل سے۔

"ولا یشیر بسبابۃ عند الشھادۃ وعلیہ الفتویٰ کما فی الو لواجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاویٰ الخ" سبابہ انگلی سے شہادۃ کے وقت اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(تنویر الابصار ودرمختار ج ۱ ص ۳۴۱)ولا یخفیٰ ان مسائل ھٰذا الکتاب (اے تنویر الابصار) مذکورۃ علی الوجہ الحق وثابتۃ بدلائلھا عند المجتھد ولا یلزم من اثبات الشئ بدلیلہ ان یکتب دلیلہ معہ حتی یرد

انہ لم یذکر فی المتن الادلۃ الخ" (شامی ج ا ص ۱۳۱

فانی ارویہ عن شیخنا عبد النبی الخلیلی عن المصنف عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذھب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ الواحد القھار کما ھو مبسوط فی اجازاتنا بطرق عدیدۃ الخ (درمختار ج ا ص ۱۴)

اقول فلما ثبت ان منع الاشارۃ حدیث ومذھب فلا مفر منہ فلا یجوز للمقلد خلافہ لان منع الاشارۃ متعین للمقلد الحنفی۔

کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اس کتاب (تنویر الابصار) میں جو مسائل مذکور ہیں وہ حق ہیں مجتہدین کے نزدیک وہ دلائل سے ثابت ہیں کسی چیز کے اثبات کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شے کے اثبات کے دلائل بھی اس کے ساتھ لکھے جائیں اور جاننا چاہئے کہ متن میں دلائل کا ذکر نہیں ہے (شامی) تو میں نے روایت کی ہے اپنے استاد عبد الغنی خلیلی سے اس نے مصنف سے اس نے ابن نجیم مصری سے اپنی سند سے صاحب مسلک ابو حنیفہؒ سے اس نے اپنی سند سے حضور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔انہوں نے جبرئیلؑ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ واحد قہار سے یہ ہماری اجازتوں میں بسط سے مختلف طریقوں سے نقل ہے (درمختار ج ا ص ۱۴)

میں کہتا ہوں کہ جب ثابت ہوا کہ اشارہ منع حدیث و مذہب سے تو اس سے بھاگنا نہیں چاہئے اور مقلد کے لئے اس کے خلاف جائز نہیں کیونکہ اشارہ کی ممانعت مقلد حنفی

کے لئے متعین ہے۔ ختم شد

المجیب : خادم الاولیاء والعلماء الحقانی فقیر سید احمد علی شاہ حنفی ،نقشبندی ،چشتی ، قادری ، سہروردی، سیفی فاضل دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک)، ۲۳ ،ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

تصدیقات علمائے اہلسنت والجماعت مسلک حنفی

۱۔ ماحررہ مولانا فھو عین مذھب الحنفیۃ فعلینا وعلی سائر الاحناف اتباعہ

خادم القرآن والحدیث

حضرت مولانا محمد حمید جان صاحب

صدر مدرس دارالعلوم سیفیہ باڑہ پشاور

۲۔ ھذا جواب حق ومن انکر فقد ترک مذھب

مفتی عبد القیوم غالیگے سوات

۳۔ اصاب المجیب فیما اجاب وانا الفقیر عبد الاکبر نقشبندی سیفی نویکلے صوابی

ترجمہ: جواب دینے والا حق کو پہنچا جس میں اس نے جواب دیا ہے۔

(عبدالاکبر سیفی)

۴۔ هٰذا الجواب صحيح نور الاكبر نقشبندی سيفی نويكلے صوابی

ترجمہ: یہ جواب صحیح ہے۔نور الاکبر سیفی

۵۔ قد طالعت بعض مواضع هٰذا الكتاب المنيف الشريف فوجدته موافقاً للمذهب الحق وسيفاً قاطعاً للاعتقاد الفاسد الكاسد نعم ما قال المصنف الاديب فجزاه الله خيراً الى اليوم الحساب۔

الفقیر محمد ضیاء اللہ سیفیؒ مدرس دار العلوم سیفیہ باڑہ پشاور

اس کتاب کا میں نے بعض مقامات سے مطالعہ کیا تو اس کو مذہب حق کے موافق پایا اور فاسد عقائد رکھنے والوں کے لئے قاطع ہے مصنف ادیب نے کیا خوب فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اجر سے نوازے۔

۶۔ هذاالجواب سيف لعنق المضلين ومذيل لخيالات المفسدين (یہ جواب گمراہ لوگوں کے لئے اور مفسدین کے خیالات کے لئے تلوار ہے)۔

مولانا عرفان اللہ نقشبندی سیفی مخالف من عقائد النجدین، ضلع مردان۔

۷۔ ماحررہ مولانا صحیح بلاریب والمخالف عنید

مولانا نے جو تحریر کیا ہے بے شک وشبہ بالکل صحیح ہے مخالف عناد گر ہے

المولوی سیف الرحمان ابن مفتی عبد القیوم سوات

۸۔ وذالک کذالک وانی مصدق بذالک

مفتی وشیخ الحدیث عبد السبحان القادری دار العلوم قادریہ سبحانیہ کراچی

اور وہ اسی طرح ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

۹۔ هذه المسائل لئيق بان يستمع وحقيق بان يتبع

مولوی محمد روشن کوکاری سوات

یہ مسائل اس لائق ہیں کہ سنے جائیں اور یہی حق ہے کہ ان مسائل کو مان لیا جائے۔

۱۰ هٰذه المسائل صحيحة۔

مولانا عبد الجلیل درشخیلہ سوات

۱۱۔ مااحسن الجواب

مولانا محمد رحیم نقشبندی حنفی

۱۲۔ ماتقرر هو الصحيح۔

مولانا صنوبر کالا کلے سوات

۱۳۔ الجواب حق۔

قاضی عبد المطلب مانیا سوات

۱۴۔ المجيب مصيب لا شك فيه

فقیر سراج الحق المعروف باباجی صاحب نواں کلے سراج پور صوابی

جواب دینے والا حق کو پہنچتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

۱۵۔ منع دہ اشارہ دا قول د کثیر من المشائخ دے او کورہ ورته کثیر من المشائخ لا یرون الاشارة (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ وزیلعی ج ۱ ص ۱۲۱ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹ رسالہ، رفع التردد ص ۳۴۲، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۱)

فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین الخ (شامی ج ۱ ص ۴۹، ۴۸ مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۳۱۲ (حررہ حافظ کفایت اللہ حنفی ڈاگئی صوابی)

اشارے کی ممانعت والا قول زیادہ مشائخ کا ہے دیکھو "کثیر من المشائخ لا یرون الاشارة" اگر علماء کے درمیان اختلاف ہو کسی مسئلہ میں تو عمل اکثریت کے قول پر ہونا چاہیئے۔

۱۶۔ دامخکینی دلائل چه ما او کتل دا بالکل صحیح دی ځکه چه اشاره په مانځهٔ کنبس په سبابه گوته سره منع ده هو المختار ط (خلاصة الفتاویٰ ، ج ۱ ص ۵۹ ثم عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، برجندی ج ۱ ص ۱۰۹ ابو الکلام ج ۱ ص ۶۰ ونهر الفائق وابن امیر الحاج ثم رساله رفع التردد ص ۱۲۵ فتاویٰ سراجیه فصل المکروه ج ۱ ص ۵۸)

حررہ مولوی گل علی گالوچ سوات

مندرجہ بالا دلائل جو میں نے دیکھے تو یہ بالکل صحیح ہیں کیونکہ نماز میں اشارہ سبابہ انگلی

سے منع ہے اور یہ قول مختار ہے۔

متونو معتبر و اشاره لره ممنوع وئیلی دی صراحتاً لکه خلاصه کیدانی او تنویر الابصار وغیرهما یا تبادرا لکه اقوال و کنز او هدایه او قدوری، وقایه ، مختصر الوقایه ملتقی وغیره وبسط اصابعه والمتبادر منها انه یبسط اصابعه من اول التشهد الی اخره بدون عقد واشارة عند التلفظ بالشهادة اه رساله رفع التردد من مجموعه رسائل الشامی ج ۱ ص ۱۲۰ واشار یبسط الاصابع الی انه لا یشیر بالسبابة عند الشهادتین وهو قول کثیر من المشائخ (بحر ج ۱ ص ۳۴۴ جامع الرموز ص ۱۷) والمذهب ما فی المتون لانه ظاهر الروایة (رد المحتار ستر عورة ج ۱ ص ۲۷۲) ان المتبادر الی الفهم من اقوی امارات الحقیقة (مختصر المعانی، مفتی صوبه سرحد قاطع نجدیت

ترجمہ : متون معتبرہ نے اشارے کو صراحتاً منع فرمایا ہے ان میں سے خلاصہ کیدانی تنویر الابصار وغیرھما یا تبادراً فرمایا ہے۔ جیسا کہ کنز، ہدایہ، قدوری، وقایہ، مختصر الوقایہ ، ملتقی وغیرہ، انگلیوں کو کھولنا اور متبادر اس سے یہ ہے کہ انگلیوں کو تشہد کی ابتداء سے اخیر تک کھولنا چاہیئے۔ رسالہ رفع التردد، اشارہ انگلیوں کے کھولنے سے کرے۔ آگے لکھا ہے کہ شہادتین میں اشارہ نہ کرے اور وہ اکثر مشائخ کا قول ہے، (بحر جامع الرموز) اور مذہب وہ ہے جو متون میں ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہے۔ (رد المحتار) تبادر فہم حقیقت کی قوی نشانیوں میں سے ہے۔

١٨ ۔ منع داشارہ ظاہر الروایت دے لایشیر وھو ظاہر الروایة لباب القدوری ج ا ص ۵۴، ذخیرہ ثم کاکی ثم شبلی ج ا ص ۱۴۱ معراج الدرایة ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۳، ص ۱۱۲۷ عینی الھدایہ ج ا ص ۶۷۰ مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ص ۳۱۲) الفتویٰ اذا اختلف فالترجیح لظاہر الروایة بحر ثم شامی رسم المفتی ص ۴۹ فی البحر باب المعروف اذا اختلف الصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایة والرجوع الیھا شامی ج ا ص ۴۹

حررہ عبدالحق نقشبندی سیفی سکنہ شالپین ضلع سوات

اشارہ کی ممانعت ظاہر الروایات ہے لایشیر وھو ظاہر الروایة

لباب القدوری ذخیرہ، شبلی، معراج الدرایہ، رفع التردد، عینی ھدایہ مکتوبات مجدد الف ثانی، شامی رسم المفتی بحر میں ہے کہ جب صحیح میں اختلاف واقع ہوجائے تو اس اختلاف کو دور کرنا واجب ہوجاتا ہے ظاہر الروایت سے اور اس کی طرف رجوع کرلیا جاتا ہے۔

١٩ ۔ والجواب صحیح ومن شک فقد جک انا العبد الضعیف سید سمیع الحق۔

٢٠ ۔ جو حنفی اشارہ کرتے ہیں تو وہ فقہ کے اصول سے واقف نہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان کو خبر نہیں اس لئے کہ وہ احادیث کے ظاہری بیان کے پیروکار ہیں اور مذہب کی تحقیق جو احادیث کے متعلق ہے اس کو چھوڑ دیا ہے اس لئے بے خبر ہیں کہ یہ مسائل اصول کتب میں درج ہیں جیسا کہ مسلم الثبوت کی ابتداء میں اجمالی طور پر ذکر کیا ہے

’’اما المقلد فمستندہ قول المجتہد‘‘ یعنی مقلد مجتہد کے قول سے استدلال کرے نہ اپنی رائے سے۔

تلویح میں ذکر ہے کہ مقلد یہ عقیدہ رکھے گا کہ یہ حق ہے کہ یہی رائے ابوحنیفہؒ کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے ثابت ہے اور فقہ کی کتب میں ثابت ہے اور ہم مجتہد کے قول پر عمل کریں گے۔ اگر چہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس دلیل سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اور ایسا ہی بحر الرائق میں ج ۵ ص ۲۶۹ میں ہے یعنی عمل مجتہد کے قول پر کیا جائے گا اگر چہ مقلد کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس نے یہ حکم کس نص سے ثابت کیا ہے اور عامی کو جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے عمل کرے اور فتح القدیر میں ذکر ہے کہ جب اس کو مجتہد کا قول ثابت ہوجائے تو اس پر عمل واجب ہے اور صاحب مختصر الاصول نے ذکر کیا ہے کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اگر چہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو اور عضدی میں ہے اگر کوئی درجہ اجتہاد کو نہ پہنچے تو اس پر تقلید واجب ہے خواہ وہ عامی ہو یا عالم نیک طرق سے اجتہاد کے علوم سے اور درمختار میں ہے کہ مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر عمل کرے اگر چہ اسے اس کی دلیل معلوم نہ ہو۔

ان تمام کتب سے معلوم ہوا اگر ایک آدمی آیت یا حدیث کے معنی کو سمجھے اور وہ اجتہاد کے درجہ کو نہ پہنچے تو وہ اس کے ظاہری ترجمہ پر عمل نہ کرے۔ اگر وہ کسی دوسری آیت یا حدیث کے تضاد میں ہو اور مجتہد کا قول اگر اس کے تضاد والی آیت وحدیث سے ہو۔ یہ برائے نام حنفی ان تمام کتب پر خاک ڈالتے ہیں اس لئے تو وہ اشارہ کرتے ہیں۔

الفقیر سراج الحق نقشبندی، سیفی بن احمد علی شاہ سیفی سوات

۲۱۔ جواب دینے والے کا جواب صحیح ہے جو اس سے منکر ہو تو وہ مذہب حق سے منکر ہے۔

خادم المشائخ صوفی عبدالحلیم سیفی۔

۲۲۔ مسلم الثبوت میں ذکر کیا گیا ہے کہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتی ہے اور عام آدمی اس حدیث پر عمل نہیں کرسکتا جس کے مقابل میں دوسری حدیث جس پر مجتہد عامل ہو یہ معلوم نہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا مرجوح ہے یا مؤول

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی حنفی اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے تو اس کو تعزیر دیجائے اور ایسا ہی درمختار باب التعزیر اور باب الشہادت میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی شہادت قبول نہیں کی جائیگی۔

جب وہ فاسق اور مردود الشہادت ہوا تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے تو اے ہمارے بھائیو! جو حضرات اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور اشارہ بھی کرتے ہیں تو انھوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے اور امام شافعی کا مسلک اختیار کیا ہے اور اس کا حکم ابھی مذکور ہوا۔

حررہ ملا عبدالحیٔ نقشبندی سیفی ولایت فراہ افغانستان۔

۲۳۔ میں نے ان جملہ مسائل کو غور سے پڑھا اور مجھے معلوم ہوا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتب میں اشارہ کو منع اور حرام کہا ہے اس سے قبل میں خود اشارہ کرتا تھا اور اب میں

نے توبہ کی اس لئے کہ میں حنفی المذہب ہوں اور حنفی مذہب میں یہ نہیں ہے

حررہ مناظر اہل سنت مولانا سخی سلطان چشتی

مدینہ بستی، فرنٹیئر کالونی نمبر ۳ کراچی

۲۴۔ **وماھو المنقول فی ھذا الکتاب لتائید الجواب صحیح۔**

حررہ مولانا عبدالستار سیفی خادم القرآن والحدیث

فاضل دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی

جو اس کتاب میں درج ہے جواب کی تائید کے لئے تو یہ جواب صحیح ہے۔

۲۵۔ **فی صحۃ ھذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیہ شقاق**

حررہ مولانا عبدالحنان ابن مفتی سرحد مولانا شائستہ گل متہ مردان اس جواب کی صحت پر اتفاق ہے اور کسی کا اس میں خلاف نہیں ہے۔

۲۶۔ **المجیب مصیب لا شک فیہ**

حررہ نجم الدین سیفی نواں کلے صوابی

جواب دینے والا حق کو پہنچا اور اس میں شک نہیں ہے۔

۲۷۔ **الجواب صحیح بلا ریب و مخالفہ عنید فلا اعتبار لہ**

ملا فضل حمید نقشبندی سیفی

بے شک جواب صحیح ہے اور مخالف عنید ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تقریظ

استاذ العلماء المحققین، محقق نبیل، محدث جلیل، ماہر اسرار شریعت وطریقت، پیر طریقت، رئیس المناظرین، صدر المفتیین، خواجہ سیف الرحمن اخندزادہ دامت برکاتہم پیرارچی وخراسانی باڑہ پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلام کے بعد تمام حنفی حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اشارہ سبابہ انگلی سے پیدا ہوا ہے تو ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے مذہب پر عمل کرے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جس نے محبت کا دعویٰ کیا اور وہ امام کی سیرت پر نہ ہو تو امام اس کے ساتھ قیامت کے دن جھگڑا اگا اور اس کو ترک کرنا چاہیئے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک یہ حرام ہے۔

چنانچہ لطف اللہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ کیدانی کی شرح میں تصریح کی ہے :

"**والاشارۃ کاھل الحدیث**" اور اخوندرویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مخزن الاسلام میں باب المحرمات میں فرمایا ہے کہ "سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا مذہب شافعی ہے اور یہ حنفی حضرات پر حرام ہے"۔

فوائد شریعت میں فرمایا ہے کہ دسویں شہادت کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا حرام ہے جو مذہب شافعی ہے تارتارخانیہ میں ہے کہ جب پھر تشہد شروع کرے اور اشھد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی انگلی سبابہ سے اشارہ کرے؟ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل میں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہی نہیں اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں بعض نے فرمایا ہے کہ اشارہ کرے تو اشارہ میں وہ کس طریقے سے کرے فقیہ ابو جعفر سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے خنصر و بنصر انگلیوں کا عقد بنائے اور درمیانی انگلی انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور سبابہ انگلی سے اشارہ کرے اور تشہد کے وقت اشارہ نہ کرے اور وہ مختار ہے۔

غیاثیہ میں ہے اور وہ مختار قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے

خزانۃ الروایات۔ اور جب تشہد میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کو پہنچے تو مسبحہ سے اشارہ کرے اور مختار قول یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے کیونکہ نماز سکون و وقار پر مبنی ہے۔

فتاویٰ خلاصہ اور سبابہ سے اشھد ان لا الہ الا اللہ پر تشہد میں اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز سکون و وقار پر مبنی ہے۔

فتاویٰ مضمرات : اور بعض ان میں سے (اسی محرکات سے)

اشارہ کرنا سبابہ انگلی سے اشھد ان لا الہ الا اللہ پر اور یہ قول مختار ہے۔

محیط میں ہے دائیں ہاتھ کی انگلی سبابہ سے اشارہ کیا جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل میں اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ کرنا حرام ہے۔

فتاویٰ غرائیب باب المحرمات اور ایسا ہی بہت سی کتب میں عدم اشارہ پر دلائل پیش

کئے ہیں اوراس کوحرام کہاہے اور یہ فتویٰ مضبوط قوی ہے اور یہ صحیح ہے اوراس پرفتویٰ ہے جیسا کہ جامع الرموز اور تنویر الابصار اور تمام متون وشروح قدوری اور کنز الدقائق اور مختصر الوقایہ وفاتح ومستخلص شرح الیاس وشرح وقایہ ہدایہ وقاضی خان میں اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔کیونکہ نماز سکون اوروقار پرمبنی ہے اور یہ فعل زائد ہے۔

اوراس بات کی تائید یہ ہے کہ مفسرین نے تفسیر قولہ تعالیٰ ''**قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون**'' میں ابن عباسؓ کا یہ قول نقل فرمایا ہے **متواضعون لا یلتفتون یمیناً وشمالاً ولا یرفعون ایدیھم فی الصلوۃ** کہ وہ عاجزی کرتے ہیں کہ وہ دائیں وبائیں طرف التفات نہیں کرتے اور نہ نماز میں ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں تفسیر مدارک میں ہے **بقولہ ای خائفون بالقلب ساکنون بالجوارح** کہ وہ دل سے ڈرتے ہیں اوراعضاء کوساکن رکھتے ہیں۔

خازن میں آئمہ کے اقوال کونقل کرنے کے بعد خشوع کے متعلق لکھتے ہیں ''**فالخاشع فی صلوتہ لا بد ان یحصل لہ الخشوع فی جمیع الجوارح الی ان قال واما یتعلق بالجوارح فھو ان یکون ساکنا الخ**'' نماز میں خشوع کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کوخشوع حاصل ہوتمام اعضاً سے آگے فرمایا کہ جوجوارح کے ساتھ تعلق ہے تو وہ نماز کوسکون سے پڑھے گا۔

جمل شریف میں یہ ہے ''**خاضعون بالقلب ساکنون بالجوارح فلا یلتفتون یمیناً وشمالاً وھذا من فروض الصلوۃ عند الغزالی** علیہ الرحمۃ'' کہ وہ دل سے عاجزی

کرنے والے ہونگے اور جوارح سے آرام سے پڑھنے والے ہونگے اور وہ دائیں بائیں طرف نہیں دیکھیں گے اور یہ امام غزالی کے نزدیک فرائض میں سے ہے۔

روح البیان شریف میں ہے ''**بقولہ فی المفردات الخشوع الضراعۃ واکثر مایستعمل فیما یوجد علی الجوارح وایضاً فی ذیل قولہ تعالیٰ وعلمتم من الجوارح جمع جارحۃ المعنی کاسبۃ قال اللہ تعالیٰ ویعلم ما جرحتم بالنھار وجوارح الانسان اعضاءہ التی یکسب بھا۔**''

اور یہ قاعدہ مقررہ ہے کہ جب کوئی چیز سنت اور بدعت کے درمیان یا حل وحرمت یا جواز وعدم جواز یا مامور بہ ومنہی عنہ یا فعل وقول رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا متون وشروح یا شروح ومحشیان یا محشیان وفتاویٰ یا فتویٰ ورسائل یا عندوعن یا فتاویٰ آکد وغیر آکد آجائے۔تو بدعت کوسنت پر اور حرمت کوحل پر اور عدم جواز کوجواز پر منہی عنہ کو مامور بہ پر اور قول کو فعل پر متون کوشروح پر اور شروح کو محشیان پر اور محشیان کوفتاویٰ پر اور فتاویٰ کورسائل پر اور عند کوعن پر اور فتاویٰ آکد کوغیر آکد پر ترجیح دیجائے گی۔

پس اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ اشارہ مذہب امام اعظم میں نہیں ہے کیونکہ متون میں نہیں ہے اور جوشرح الیاس اور شرح الوقایہ میں ذکر ہے تو وہ مذہب نہیں ہے کیونکہ وہ لفظ عن سے لکھا گیا ہے اور وہ روایت امام محمد رحمۃ اللہ کے صاحبوں سے ہے اور امام محمدؒ نے ۹۹ تصانیف لکھی ہیں اور ان میں سے چھ کتابیں ظاہر الروایت میں شمار ہیں اور مبسوط جامعین وزیادات وسرین میں بالکل اشارہ نہیں لکھا گیا ہے اور اگر باقی تصانیف میں اشارہ کا

ذکر ہوتو وہ روایت مرجوح ہے اور مفتی کے لئے فتویٰ مرجوح کے خلاف ہوگا اور قاضی کی قضا جہل وخرق اجماع کے خلاف ہوگی۔

چنانچہ درمختار میں ہے اور برھنہ میں بھی فرمایا گیا ہے کہ قاضی اور مفتی گناہ گار ہوگا کہ وہ مرجوحہ روایت پر عمل کرے اور ایسا ہی پچیسویں ۲۵ باب کے آخری باب افتاء میں مستفاد ہوتا ہے کہ علامات فتویٰ آکد چہار ہیں **وعلیہ الفتویٰ وھو الصحیح وھو الماخوذ للفتویٰ وبہ یفتی** اگر ان فتووں کے خلاف کوئی فتویٰ یا روایت آجائے تو وہ ہرگز روا نہیں بخلاف دوسری علامات فتویٰ کے اور جو امام رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ "**اذا صح الحدیث فھو مذھبی یا واترکو واقولی بقول اللہ ورسولہ فانما ھو فی حق المجتھد کما فی میزان الشعرانی والتفسیر الاحمدی**" کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو وہ میرا مذہب ہے اور میرے قول کو چھوڑو جب تمہیں اس کے مقابل اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ قول مل جائے تو یہ قول مجتہد کے لئے ہے جیسا کہ امام شعرانی کی میزان الکبریٰ میں ہے اور ایسا ہی تفسیر احمدی میں ہے۔

اور یہ چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ صحاح ستہ (احادیث کی کتب) میں سوائے صحیح بخاری کے جن میں اشارے کا ذکر ہے اور یہ امام اعظم کے مذہب کو مستلزم نہیں کہ احادیث امور میں بسیار وارد ہیں جیسا کہ رفع الیدین اور آمین بالجہر اور قرآۃ خلف الامام ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؓ کے مسلک میں نہیں ہیں بلکہ مسلک امام شافعیؒ میں ہیں اور یہ واضح ہے کہ حنفی اپنے مسلک پر عمل کرتا ہے اور جزیہ اپنے مذہب کا خود عین دلیل ہے کہ پھر تقلید دوسرے

مذہب کی بلا دلیل ہے اور جب آیت اور حدیث کے درمیان تعارض آجائے تو مقلد حدیث پر عمل کرے گا اور اگر حدیث وجزیہ فقہیہ میں تعارض ہو تو عمل فقہی جزیہ پر کیا جائے گا کیونکہ مقلد کا فہم قاصر ہے کہ وہ اس کے رموز وحقیقت کو جانے بلکہ جزیہ فقہیہ بھی حدیث پر عمل ہے کہ ایک فقہی کی جانچ کے بعد وہ جزیہ مرتب کیا ہے اور ایسا ہی حکم اشارے کا ہے ایسا ہی بیان مکتوبات اور تلویح ومیزان شعرانی میں ہے۔ **وھل علی الرسل الا البلاغ؟**

الفقیر آخندزادہ

سیف الرحمن پیرارچی

باڑہ پشاور

تقریظ

میاں ظاہر شاہ قادری دارالعلوم غوثیہ پشاور

طالعت ھذہ الرسالۃ فوجدتھا بعقیدۃ اھل السنۃ ومؤلفھا حضرت العلامہ مولانا السید احمد علی السیفی النقشبندی کتب ھذہ المسئلۃ عدم الاشارۃ للحنفیین بالدلائل الواضحۃ

اسئل اللہ تعالیٰ بالاجر فی الدارین بھذہ الرسالۃ

میں نے اس رسالہ کو ۹۲، ۱۱، ۱۵ میں پڑھا تو میں نے اہلسنت کے عقیدہ کے موافق پایا اس رسالہ کے لکھنے والا حضرت العلامہ مولانا سید احمد علی سیفی نقشبندی ہے انہوں نے یہ رسالہ منع اشارہ میں حنفیوں کے لئے واضح دلائل سے لکھا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اس رسالہ کی بدولت دونوں جہانوں میں اجر سے نوازے۔

حررہ میاں ظاہر شاہ
خادم جامعہ غوثیہ خارج
باب الگنج پشاور

تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

فقد طالعت هذه الرسالة فی بیان حرمت الاشارة فی الصلوٰة بالسبابة و کراهتها فوجدتها موافقة لکتب الفقة الحنفیة و لاقوال الفقهاء الکرام۔

و انا العبد المذنب

سیدزاهد اقبال قادری

ترجمہ: میں یہ رسالہ جو نماز میں اشارہ بالسبابہ کی حرمت و کراہت کے بیان میں ہے مطالعہ کیا تو میں نے فقہ حنفی کی کتابوں اور فقہاء کرام کے اقوال کے مطابق و موافق پایا۔

مولانا سید زاہد اقبال،
خطیب جامع مسجد محلہ سید کلبادشاہ جی پشاور

میں نے یہ کتاب لفظ بہ لفظ دیکھی اس میں نماز میں تشہد کے دوران اشارہ بالسبابہ کی حرمت و کراہت کے متعلق جتنے حوالہ جات لکھے گئے ہیں سب صحیح اور درست ہیں حقیقت یہ ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دعویدار حنفی کے لئے نماز میں اشارہ کرنا انتہائی نامعقول اور نامناسب ہے اس لئے کہ اس کی ممانعت میں فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے تمام سنی بھائیوں کو اپنے مذہب حنفی پر صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے میں مولانا سید احمد علی شاہ صاحب کی اس جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور تمام قادری نقشبندی چشتی سہروردی سنی بھائیوں سے ملتمس ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دامن تھام لیں تب کامیاب ہوجاؤ گے۔

وانا العبد الفقیر سید خورشید احمد شاہد القادری رکن مرکزی کونسل
جماعت اہلسنت پاکستان — پاکستان سنی رائٹرز گلڈ۔
باغ کنڈی شریف تحصیل چکدرہ ضلع دیر

یہ جواب درست ہے۔ — سید غلام رحمانی پیرزادہ القادری
خطیب جامع مسجد بلال — تحصیل چکدرہ ضلع دیر

اشارہ بالسبابہ کے متعلق رسالہ ہذا کے تمام مندرجات درست ہیں
سید احمد قادری

مینخ بند ملاکنڈ ایجنسی

جواب درست ہے۔ سید نصیر الدین مولانا

خطیب راموڑہ تحصیل چکدرہ ضلع دیر

جواب درست ہے۔ مولانا مختیار احمد

خطیب جامع مسجد دربار شیوہ تحصیل چکدرہ ضلع دیر

کتاب کے تمام حوالہ جات درست ہیں ہم اس سے متفق ہیں۔

سید غلام محمد

(پیر طریقت ہادی شریعت مجاہد ملت پیر صاحب) باغ کنڈی شریف تحصیل چکدرہ ضلع دیر

جواب صحیح ہے۔ تاج محمد

خطیب بی اینڈ آر بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی

جواب درست ہے۔ مولانا سید محمود

اسنبڑ تحصیل چکدرہ ضلع دیر

میں نے رسالہ کو پڑھا مذھب حنفی کے موافق پایا

مولانا شمس الوکیل قادری

خطیب جامع مسجد حزکی درگئی ملاکنڈ ایجنسی

رسالہ ہذا مذہب حنفی کے عین مطابق ہے

مولانا فضل جمیل رضوی

خطیب درگئی ملاکنڈ ایجنسی

مولانا محمد زیارت گل

مہتمم دار العلوم حنفیہ جلال ضلع مران

مولانا پیر طریقت محمد قریش صاحب

خطیب جامع مسجد ریحان خیل پیرانو ڈاگر مردان

مولانا پیر طریقت محمد شریف اللہ (عرف قلنگی بابا)

طوطر کاں ملاکنڈ ایجنسی

مولانا صاحبداد نقشبندی معصومی

خطیب حاجی غاور کلے جہاز وڈاگ سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی

یہ رسالہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کے عین مطابق ہے (مولانا مجاہد اہلسنت)

دوست محمد قادری حنفی سنی

درگئی، بدرگہ، باغ کنڈی شریف چکدرہ ضلع دیر

جواب صحیح ہے۔ (مولانا) محمد وجیہ الدین

خطیب جامع مسجد باچہ صاحب تنگی نصرت زائی ضلع چارسدہ

مولانا محمد صبغۃ اللہ — مولانا نصر القدوس

ہری چند ضلع چارسدہ — ہری چند ضلع چارسدہ

مولانا فضل حقانی   مولانا محمد صفی اللہ

ہری چند ضلع چارسدہ   ہری چند ضلع چارسدہ

مولانا محمد اکرم صاحب ترلاندی مرید وتلمیذ حضرت پیر طریقت مولانا شیخ المشائخ جلال الدین باباجی رحمۃ اللہ علیہ نواں کلی شریف ضلع صوابی

مولانا عبد الرحیم صاحب

خطیب جامع مسجد امیر زادہ حاجی گل باغ کنارہ ہنر ہوتی مردان

مجاہد اعظم مولوی ضیاء اللہ صاحب باجوڑ

مولانا حفیظ اللہ صاحب وزیرستان

مولانا عبد الشکور صاحب   لوگر

مولوی یار محمد صاحب   قندوز افغانستان

مولوی ابو ابو الاسفار علی محمد بلخی   از بلخ افغانستان

مفتی صاحب گل المعروف مولوی غزنی صاحب

مفتی مولانا محمد یوسف معنوی   فاریاب افغانستان

الحاج صاحبزادہ مولانا محمد سعید حیدری صاحب

وفاقی وزیر مذہبی امور افغانستان

پیر طریقت حضرت مولانا محمد شاہ صاحب روحانی پبی اسٹیشن پشاور

حضرت شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبد الحئی صاحب زغفرانی

وفاقی وزیر امر مجاہدین افغانستان

حضرت مولانا سرفراز احمد سیفی صاحب

المہتمم دار العلوم جاوید نگر لاہور

مفتی حضرت غلام رحمان صاحب

دار الافتاء دار العلوم سیفیہ باڑہ۔ پشاور

مفتی صوبہ سرحد سید احمد شاہ اخون کلے

پیر طریقت حضرت مولانا سید جعفر حسینی سیفی صاحب

سپین قبر باڑہ۔ خیبر ایجنسی۔

مجاہد حق گو فاضل عصر کامل دھر صادق الاحوال

حضرت مولانا سید محمد عبد الحق شاہ۔

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِكۡرَكَ

اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا (الم نشرح: ۴)۔

For More Books Click On
Ghulam Safdar
Muhammadi Saifi